

حضرت مولانا مفتی

محمد شفیع صاحب

کی سہ جہات علمی

خدا مات کا خصوصی

مطالعہ

(ماخوذ از البلاغ: مفتی اعظم خصوصی اشاعت)

مضامین نگار: ☆ فقیہ الملت مفتی جمیل احمد صاحب

تہانوی ☆ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب ☆ فقیہ

العصر مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب ☆ شیخ الحدیث مولانا

سرفراز خان صفدر صاحب ☆ حضرت مولانا محمد اشرف خان

صاحب ☆ مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب ☆ مولانا صبار

دانش صاحب ☆ مولانا منیب احمد صاحب

پیشکش: طوبی ریسرچ لائبریری

چند باری

برا آئینہ عالم رنگ و بو ہے چہرہ دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے
 ہزاروں حجاب اور اس پر یہ عالم کہ چہ چاہتا جا بہ جا، کو بہ کو ہے
 شاخاں ترا دھڑکا ذرہ ذرہ سبھی کی زبان پر تری گفتگو ہے
 جمال ازل، قدرت مطلقہ کی شہادت سے معمور ہر چار سو ہے
 ترے فضل و رحمت نے بخشا ہے سب کچھ بس اب تو میری ایک ہی آرزو ہے
 کہ کر دے مجھے ایسے بندوں میں شامل کہ اشکِ سخن گاہ جن کا وضو ہے
 بجاہِ شفیعِ حبیب و عالم کہ جو عالم کون کی آبرو ہے
 شمعِ گنہگار و خستہ بھی ضامنہ
 ہائیدِ عفو و کرم رُو برو ہے

از کلام حضرت مفتی اعظم

سُؤْلُ عَرَبِيٍّ مَسْأَلَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَالْوَلَدُ

پھر پیش نظر کنیہ خضر ہے مرم ہے
 پھر نام خدا روضہ حنبت میں قدم ہے
 پھر شکر خدا سامنے محراب نبی ہے
 پھر سر ہے برا اور تریش قدم ہے
 محراب نبی ہے کہ کوئی طور تجلی
 دل شوق سے لبرزیہ اور آنکھ بھی نم ہے
 پھر منت و زبان کا اعزاز ملا ہے
 اب ڈر ہے کسی کا نہ کسی چیز کا غم ہے
 پھر بارگہ سید کونین میں پشیمپ
 یہ اُن کا کرم، اُن کا کرم، اُن کا کرم ہے
 یہ ذرہ نہا چیز ہے خورشید بامان
 ہر ٹھنڈے بدن بھی جو زباں بن کے کرے شک
 دیکھ اُن کے غلاموں کا بھی کیا جاہ و شرم ہے
 رگ میں محبت ہو رسولِ عربی کی
 کم ہے بخدا اُن کی عنایات سے کم ہے
 وہ رحمتِ عالم ہے شہ اسود و احمر
 جنت کے خزان کی بھی نیلِ سلم ہے
 وہ عالمِ وحید کا منظر ہے کہ جس میں
 وہ سید کونین ہے آقائے اُمم ہے
 مشرق ہے نہ مغرب، عرب ہے نہ عجم ہے

دلِ نعتِ رسولِ عربی کہنے کو بے چین

عالم ہے تحیہ شکر کا، زباں ہے نہ قلم ہے!

از کلام حضرت مفتی اعظم

مولانا محمد اشرف خان صاحب

حکیم الامت مولانا محمد اشرف خان صاحب

۱۸۵۷ء کے جہاد و مرکز حریت سے لے کر استقلال و آزادی پر صفیر تک کا مہمہ علمانی ہندو کی دینی و فکری تاریخ کا اس لحاظ سے ایک نہایت ہی اہم، تاناکہ اور درخشندہ باب ہے کہ اس دور میں بڑے بڑے خصوصاً دہلی و دواپہ (گنگا و جمن) اور خاص کر سرزمین دیوبندہ والے علوم دیوبند سے دین و دانش علم و عمل، اخلاص، تقویٰ، تہ و تدبیر، دعوت و ارشاد، سلوک و تصوف، جہاد و جانیاری کی وہ بے مثال بالائے روزگار اور جہان تابستیاں پیدا ہوئیں جن کی نظیر قرونِ مشرق میں شانہ ہے۔ ان ائمہ و اکابر کے میثاق خاصہ و مزایا میں ان کی جامعیت، علوم منفردہ کی وسعت و عمق، علوم معقولہ کی مہارت اور گہرائی، علوم قرآنی میں بصیرت، علوم حدیث کا شغف اور بے نظیر تدبیری و تصنیفی خدمات، افتہ (مفتی) کا استقلال اور فتویٰ نویسی میں حیثیت، بین و دقیقہ رسی عمارت مسائل و ضروریات جدیدہ کے شرعی حل کی عظیم الشان کاوشیں، فہم و ملاحظہ و تفسیر کا کامیاب تقاب و متبادل، طریق باطن کی علمی تجویزی، تجویزی و عملی بے مثال مہامی اور شریعت و طریقت کی وحدت کا بڑا اعلان و عملی ثبوت و تقاضا، بدعا و رسوم باطلہ سے واضح برائت و مجاہدہ، استعانت حق و الجالی باطل کے لیے پیہم جہد و کوشش، اسلام کی سرفرازی، اعلا کلمۃ اللہ

۱۔ حضرت فقیہ الامت مفتی اعظم علامہ محمد شفیع دیوبندی قدس سرہ۔

۲۔ حضرت مجدد الملت حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانی رحمۃ اللہ علیہ۔

مسلمانوں کی ابتدا و مناسبات اور ملک و ملت کی آزادی کے لیے جہاد مسلسل کے ساتھ ساتھ طبیعت و خشیت
محبت الہی، طہارت و تقویٰ، زہد و ورع، عشق نبوت و اتباع سنت (صلی اللہ علیہ وسلم) خلق سے
استغناء و بے غنی، ایسے لائق کی طرح و دم سے بے نیازی، ہمت و جرات، تدبیر و دلالت، قربانی و قربت
فترہ و بلاست، ایسے ہی کالات ہیں۔ جن کا انکار کئی ذی ہوش اور منصف مزاج شخص نہیں کر سکتا کہ

آفتاب آمد و میل آفتاب مگر دلالت باید از شمس و رومتاب
اولیٰ آفتاب آفتاب اذاجہمتنا یا جبریر المعجام

حکیم الامت حضرت تھانویؒ۔ اس علمائے ربانین، وائے ہدایت و بلال نشانِ محبت کے قائد
کے ایک فرد فرید مگر ہر گناہ سیدی و مولائی شیخ الکلی حکیم الامت محمد اللہ حضرت اشرف علی تھانویؒ نور اللہ
مرقدہ ہیں۔ جن کے بارے میں فرید العصر سندی و مطامعی حضرت الشیخ سید اللہ سید سلیمان ندوی قدس سرہ
اور قلم فرماتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و دینی فیوض و برکات اس قدر حقیقت افزا
ہیں کہ ان سب کا احاطہ ایک مختصر سے مضمون میں نہیں ہر سکتا۔ اور یہی ان کی جامعیت ہے۔ جو ان کے
اصناف و مقام میں سب سے اعلیٰ نظر آتی ہے۔ وہ قرآن پاک کے مترجم ہیں۔ مجروح ہیں۔ مفسر ہیں۔ اس
کے علوم و حکم کے شارح ہیں، اس کے شکوک و شبہات کے جواب دہینے والے ہیں۔ وہ محدث ہیں،
اصناف کے اسرار و نکات کے ظاہر کرنے والے ہیں، وہ فقیہ ہیں، ہزاروں فقہی مسائل کے جوابات
دیکھتے ہیں۔ سنے سوالوں کو حل کیا ہے، نئی چیزوں کے متعلق نہایت احتیاط کے ساتھ فتویٰ دیے ہیں اور
خطیب تھے، خطبہ ماژرہ کو بجا کیا ہے، اور ماہیات، ان کے سیکڑوں و علاقہ چھپ کر عام ہو چکے ہیں،
وہ صوفی تھے، تصوف کے اسرار و غوامض کو فاضل کیسے، شریعت و طہارت کی ایک مدت
کی جنگ کا فائدہ کر کے دعویٰ کر ایک دوسرے سے ہم آغوش کیا ہے۔ ان کی مجلسوں میں علم و معرفت
اور دین و ملک کے موتی بکیرے جاتے تھے، اور یہ موتی بن گنیمتوں میں معمولاً نہیں وہ لفظات میں، جن
کی تعداد بیسویں کہہ سکتی ہے۔ وہ ایک مرتبہ کاہل تھے۔ ہزاروں تشریف و مستفیدان کے سامنے
پنچا احوال و احوال پیش کرتے تھے جن کا مجموعہ تربیت لیاکت ہے۔ انھوں نے بزرگوں کے احوال و کمالات کو
یکجا کیا اور اس ذریعہ سے سب کو آشنا کیا۔ انھوں نے حضرت چشت کے احوال و اقوال میں سے بظاہر احوال

کے قابل باتوں کی حقیقت ظاہر کی، اور اس کی اذیت کیں، ان کی کتابوں کے علاوہ، اقتباسات اور تصانیف ان سے الگ کی ہیں، جن کی ترتیب ان کے ستر شہین نے ہی ہے۔ وہ مصلح امت تھے۔ امت کے سینکڑوں مصائب کی اصلاح کی، رسوم بدعات کی تردید، اصلاح رسوم اور عقیدے، حال پر مستعد تصانیف کیں، وہ حکیم الامت تھے، مسلمانوں کے علاج اور نفاذ و ایثار پر حیرت انگیز طریقہ و رمال آبیعت فرمائے۔ عرض ان کی زندگی میں مسلمانوں کی کم کوئی ایسی مذہبی ضرورت ہوگی جس کا مدعا اس حکیم الامت نے اپنی زبان اور قلم سے نہیں فرمایا اور جس کی وسعت کا اندازہ تحقیق اور مطالعہ کے بعد ہی نظر میں آسکتا ہے۔ ان کی تصانیف ہندوستان کے ہر سے طول و عرض میں پھیلیں اور ہزاروں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا باعث ہوئیں، اردو اور عربی کے علاوہ، مسلمانوں نے اپنے ذوق سے ان کی تہذیب تصانیف کا ترجمہ غیر زبان میں بھی کیا۔ چنانچہ ان کی متعدد کتابوں کے ترجمے، انگریزی، بنگالی، گجراتی، اور نہ ہی میں شائع ہوئے۔ ان کی تصانیف کی تعداد جن میں چھوٹے بڑے رسالے اور ضخیم تصانیف سب داخل ہیں، آٹھ سو کے قریب ہے۔

علمائے اسلام میں ایسے بزرگوں کی کمی نہیں، جن کی تصانیف کے امداد اگر ان کی زندگی کے ایام پر بانٹ دیے جائیں، قواعد کی تعداد زندگی کے ایام پر فروقت ملے جائے۔۔۔۔۔ اس مسئلہ کا آخر نام حضرت مولانا عاتقیؒ کا ہے۔ تصانیف کا بیشتر حصہ اسلامی اور فقہی ہے اور کم تر کتب دس کے متعلق، آج دو چار دسی کتابوں پر بھی رسالے ہیں، مذہبی تصانیف میں علوم القرآن، علوم الحدیث، علوم عقائد، فروع و فرائض اور سلوک و تصرف اور مواظبات اکثر ہیں۔ اسلام میں علم کا سب سے پست درجہ خود اسلام کا صحیفہ ہے۔ یعنی قرآن پاک، مولانا نے اس کی خدمت کی سعادت جس جس نوع سے حاصل فرمائی، وہ بجائے خود ان کی ایک علمی کرامت ہے۔ کانپور کے زمانہ قیام میں مطبع انتظامی میں تشریف رکھتے تھے۔ وہاں جبرامت اولین مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا، جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھم علمہ، کتاب کی دعا دی تھی۔ اور نثار ستانی تھی، مولانا فرماتے تھے کہ اس دریا کے بعد سے میری مناسبت قرآنی بہت بڑھ گئی تھی۔ اور یہ دریا اسی کی طرف اشارہ تھا۔

قرآن پاک کی خدمت کی یہ سعادت نہ صرف معنوی حیثیت سے حاصل فرمائی بلکہ فطرتاً ہی

دورن مشیتوں سے ۵

(معارفِ علم نمبر ۵۲۲، ص ۵۵ تا ۵۹۱)

حضرت تھانویؒ کے خلفاء

حضرت تھانوی رحمہ اللہ رحمہ اللہ کے ان علوم بے کراں و فیوض حق رسال سے لاکھوں افراد بہر مند، ہزاروں فیضیاب، سینکڑوں باکمال بن کر نکلے۔ تو اسے ادھر وہ خوش نصیب، اس پر قبائے خلافت سے سرفراز کئے، بارگاہ شریفہ کے یہ مہر و ماہ اندازے ایک سے بڑھ کر ایک خوشنہ و روشن ہیں۔ ہر ایک اپنی شان علمی و عرفانی، مجاہدی و دستانی اور ظاہری و باطنی تابی میں اپنی مثال آپ ہے۔ ان کی علمی و ذہنی، اخلاقی و قلبی رفعتوں اور بلند یوں تک اس شکستہ بال کو تازہ نظر کے خیال و ادراک کے پر پرواز کی رسائی بھی ممکن نہیں ان میں سے ہر ایک ہر شے سے عربی کے اس شعر کا مصداق بنے۔

یزید لہ وجہ حنا اذا ما زدتہ نظرا

اس بزم کے جیسوں کا کمال ایسے ہیں، جو اپنی ذات میں دائرۂ علم جامع فنون، مرکز فضیلت و منبع معارف و برکات، علوم عقیدہ و تنقید کے بیک وقت امام، ظاہر و باطن کے مجمع البحرین، تقری و درع کے آفتاب مجمع الفضائل اور قدوۂ عالم ہیں، جن کے پاس میں بر ملا کہا جاسکتا ہے۔

لیس علی اللہ مستکر ان یتجمع العالقی واحد

اسی لیے ان میں سے کسی ایک کا حکیم الامت قدس سرہ کی علمی جانشینی کی طرف انتخاب و انتخاب ایک ذوقی معاملہ ہے، جس سے آسمان ولایت اشرفیہ کے کواکب نیوٹن میں، ہمیں قافض و ترجیح معصود نہیں صرف علمی آثار و خدمات کی بنا پر ایک کو رک، اذان کی رائے کا اظہار ہے جس سے ہر ذہن علم کو اختلاف کا حق و گنجائش ہے۔ کہ

وللناس فیما یعشقون مذہب

چنانچہ کتابوں کی کثرت، تصانیف کے تنوع، موضوعات و مضامین کی ماملت ذوق علمی کی ہم رنگی، میدان تحریر کی وحدت، مذاق و فکر کی طبعی مناسبت بعض آلیفات میں اشتراک و قدوین نو کی خدمت، بعض میں ایسی تصنیفی نیابت کہ ہند ما کہا جاسکے۔

در سپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اندہ آئندہ استاد را گنت بہاں می گویم

من تو شدم تو من شدمی من تن شدم تو جان شدمی
ہا کس نگویہ بعد ازیں من دیگر من تو دیگر

اس وجہ سے اس کم سواد و پیمان کی نگاہ میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کی علمی بائشیشی کی سعادت
فخر الامت مفتی عظیم حضرت علامہ شیخ محمد شفیع دیوبندی قدس سرہ کے حصہ میں آئی ہے۔ اس شرف بانی و معاد
انفندی کے سمجھنے کے لیے جو سراسر مہربانیت الہی و عطیہ ربانی ہے۔ حضرت مفتی محمد اللہ تعالیٰ کا علمی پس منظر
ماحول انھکی نشو و نما حضرت تھانوی قدس سرہ کے تعلقات وغیرہ کا جاننا ضروری ہے۔ اس لیے آپ کی
کتابوں پر گفتگو کرنے سے پیشتر اس سلسلہ میں کچھ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ابتدائی ماحول اور دینی نشو و نما و تعلیم :- دنیا میں کم ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں جنہیں ماں کی گود لہ
پچھن میں ایسا پاک ماحول مل جائے جیسا حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو پیش آیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے اپنے الفاظ میں ہی اسے نقل کر دیا جائے اور اقام فرماتے ہیں۔

۲ اسلام کے قرن اول سے کر آج تک ہر زمانہ میں خلق اللہ کی تعلیم و تربیت اور اصلاح اعمال و دنیا
کے لیے علماء و صلحاء اور اولیاء اللہ کی مجلسیں نفاذ کثیر ثابت ہوئی ہیں۔ احقر کا ارادہ کہ کو حق تعالیٰ نے ایک
ایک ماحول میں پیدا فرمایا جہاں شروع ہی سے ان مجالس کے تذکرے سنئے، والد ماجد حضرت مولانا محمد حسین
صاحب رحمۃ اللہ علیہ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کے مرید خاص حضرت مولانا محمد یعقوب
صاحب کے شاگرد اور سبھی اکابر دیوبند کی خدمت سے فیض یافتہ اور ان بزرگوں کا نفعہ تذکرے تھے۔

اسی ماحول میں آنکھ کھلی حضرت گنگوہی قدس سرہ کے تذکرے سنئے اور پچھن کے لاشعوری دور کی یہ باتیں
بھی یاد ہیں کہ جب گھر میں کوئی فکر و پریشانی کی بات ہوتی تو گنگوہ کو دعا کیلئے خط لکھا جاتا رہتا ہے۔ حضرت کے فقہی
کلمات جواب میں آتے۔ تو سناتے جاتے ہیں۔ یہ بھی سناتا تھا کہ میرا نام محمد شفیع بھی حضرت ہی کا تلمیذ فرمایا ہوا
ہے۔ اور جب قرآن مجید پڑھنے کے لیے مجھے مکتب میں بٹھایا گیا تو حضرت کو دعا کے لیے خط لکھا گیا اس
وقت حضرت گنگوہی قدس سرہ کی مجالس مرجع خلافت تھیں۔ مگر ان میں حاضری کا کوئی موقع ہی نہیں تھا۔ میری عمر
آٹھ نو سال کی ہوئی جب ۱۳۲۲ھ میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کی وفات ہو گئی۔

پچھن دارالعلوم دیوبند کے ماحول میں گذر جہاں ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر سے ”بڑے مولوی صاحب“

کا نام نہ کرنا تھا۔

اس وقت حضرت مولانا کے پر کلفت الغلا کا کہیں رواج نہ تھا۔ بزرگوں کی عظمت و محبت جان نثاری کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ مگر شیخ الحدیث شیخ اسکل حضرت شیخ وغیرہ القاب کا زبانی جمع خرچ جو بزرگوں کی عظمت و محبت کم ہونے کے زمانے میں شروع ہوا۔ اس وقت اس کا کہیں نام نہ تھا۔ بس ساری عقیدہ فتنی کے حلقہ میں ان کو بڑے مولوی صاحب کہا جاتا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ان کا اہم گرامی حضرت مولانا غلام حسن نور دیکھتے ہی دیکھتے کچھ عرصہ کے بعد شیخ الہند کا لقب معروف ہو گیا۔

ایک روز سنا کہ آج بڑے مولوی صاحب کے ہاں بخاری شریف کا دس شروع ہو رہا ہے۔ تبرکاً سب علماء و طلباء اس میں شرکت کے لیے جا رہے ہیں۔ ہم بھی ساتھ لگے اور بخاری شریف کا باب برائوی اور پہلی حدیث کا بیان سنا۔ اسی طرح ختم بخاری پر اجتماع ہوا۔ تو آخری حدیث کا بیان سنا اور اب یہ چسکا لگ گیا کہ ہر سال بخاری شریف کے شروع اور ختم پر درس میں حاضر فرمایا نہیں ہوتی بچپن کا حافظ تھا آج تک بعض بعض کلمات یاد ہیں۔ حالانکہ اس وقت حدیث تو کیا کسی بھی فن کا مشور نہیں تھا۔ فارسی اُردو صاحب ریاضی کی کتابیں پڑھا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان بڑے مولوی صاحب کی مجلس میں جو بعد عصر پڑھنے مکان پر ہوا کرتی تھی کبھی کبھی حضرت والد صاحب کے ساتھ حاضر ہونے لگی۔ اکابر علماء و مسلمان کا عجیب و غریب مجمع ہوتا تھا۔ ان کی باتیں تو کچھ پلے نہیں پڑتی تھیں مگر اس مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک شوقیہ بلا کسی سبب کے دل میں پیدا ہو گیا۔ والد صاحب کی میت اور بعد عصر کی قید بھی رخصت ہو گئی جب مناسبات وقت بے وقت حاضر ہو گیا اکابر کی شفقت جو بچوں پر ہوا کرتی ہے۔ مجھے بھی نصیب ہونے لگی۔ اور طالب علمی کے ابتدائی دور میں فارغ اوقات کھیل سنا۔ ایک دوسری جگہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں۔

میرے والد محترم حضرت مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ چونکہ دارالعلوم کے مدرس تھے میں نے جب سے خدا جوں سنجالا۔ والد صاحب مجھے مدرسہ سے جاتے تھے۔ اس طرح کھیل کود کا زمانہ بھی دارالعلوم ہی کے صحن میں گزرا ہے (مقدمہ نقادی دارالعلوم دیوبند ص ۱۰) یہ اس دارالعلوم دیوبند کا صحن تھا۔ جس کے اوسے میں ایک بار خود رقم نے حضرت مفتی صاحب سے سنا کہ ہمیں دارالعلوم کا وہ زمانہ یاد ہے جب مجھ سے لے کر لائی چہرہ امی کا صاحب نسبت بزرگ ہوا کرتا تھا۔

اور تفریح کے بجائے حضرت کی مجلس میں گزرنے لگے۔ رمضان المبارک میں حضرت کا یہ معمول تھا کہ تمام رات نوافل یا تراویح میں قرآن شریف سنتے تھے۔ دو سال حق تعالیٰ نے اس میں بھی حاضری کی توفیق عطا فرمائی۔ میری عربی تعلیم کا ابتدائی دور جو ۱۲۲۰ھ میں شروع ہوا۔ اس وقت دارالعلوم کے ناظم تعلیمات بھی حضرت ہی تھے اس لئے تعلیمی معاملات میں بھی آپ سے ہی مراجعت کی فوجت آنے لگی اور حضرت کی شفقت و کرم اور بڑھ گئی۔ ۱۲۲۲ھ میں میری تعلیم متوسط درجہ تک پہنچی تھی ہمارے دیگر دو کے اسباق تھے۔

۱۲۲۲ھ میں میں نے کوشش کر کے مشکوٰۃ و جلالین وغیرہ کے وہ اسباق پورے کر دیے۔ جس کے بعد دورۂ حدیث کا نمبر آتے۔ بتنا یہ تھی کہ اگلے سال حضرت شیخ کی قربت میں صبح بخاری پڑھنے کا موقع مل جائے گا۔ مگر اسی سال رمضان سے یہ غیر ممکن بنانے لگی کہ حضرت کا ارادہ سفر چلے گا۔ رفتہ رفتہ اس کی تیاریاں سامنے آگئیں، کوئی کتاب تھا، کہ ہجرت کر کے جا رہے ہیں۔ کسی کا خیال تھا کہ ترکی حکومت کی امداد کے لیے مغربہ ہم بڑی مسرت کے ساتھ یہ منظر دیکھتے رہے۔ بالآخر حضرت حج کے لیے روانہ ہوئے اور عالمگیر جنگ عظیم چھڑ گئی۔ ۱۳۲۲ھ پورا حضرت کا حجاز میں مرت ہوا۔ احقر نے اس سال اپنا دورۂ حدیث اس امید پر موقوف کیا کہ حضرت واپس آجائیں گے۔ دورۂ حدیث ال کے سامنے ہو گا اس سال فزون کی بقیہ کتابیں لے لیں۔ مگر بلکہ قضا و قدر وہ ۱۳۲۵ھ میں اسیر ہو کر مالٹا جیل بھیج دیے گئے اور ساری امیدوں پر پانی پھر گیا۔ ۱۳۲۵ھ میں احقر کا دورۂ حدیث حجت الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کے سامنے ہوا۔ ۱۳۲۵ھ میں احقر کا دورۂ حدیث ہمدرد تعریفیادرس نظامی پورا ہو گیا۔ چند فزون کی کتابیں باقی تھیں جو ۱۳۲۶ھ میں پورے ہوئیں۔ دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد تعلیم و تدریس، علمی تحقیقات کا شوق اکتب مینی سے دلچسپی بحث و مباحثے سب کچھ تھے۔ مگر نظریں اس جلس کو ڈھونڈتی تھی۔ جہاں دل کو سکوی و اطمینان ملتا ہے جس کا ذوق حضرت شیخ الہند کی خدمت میں چند روزہ حاضری سے پیدا ہو گیا تھا۔ اس وقت تھانہ بھون میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسیں مرجع خلائق ہو گئی تھیں۔ حضرت کے علمی کمالات تصانیف کے ذریعہ اپنے علمی حوصلے کے مطابق کچھ معلوم تھے۔ ہمارے گھر بہشتی زبیر سب لڑکیاں پڑھ سکتی تھیں خانتہ تھانہ بیوی اور وہاں کی مجالس کا حال والد محترم سے سنا کرتا تھا۔ حضرت کے دیوبند تشریف لائے کے وقت مجالس و عظیمیں بھی بڑی رغبت، دانتاد سے شریک ہوتا تھا والد صاحب نے ایک مرتبہ ہمارے گھر میں بھی آپ کا وعظ کرایا تھا جس کے بعض کلمات، ہمیشہ یاد رہتے

ہیں۔ والد صاحب اگرچہ حضرت کے ہمصر اور ہم سبق تھے مگر آپ کی زندگی اور تقدس و تقویٰ کے بہت منفعت تھے۔ والد صاحب دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے۔ شعبان کے آخر میں اس مدرسہ کی تعطیل ہوتی تھی۔ ان کا معمول یہ تھا کہ یہ تعطیل گنگوہی کی خدمت میں گزارتے تھے۔

۱۳۲۳ھ میں ان کی وفات کے بعد بھی معمول یہ رہا کہ گنگوہی میں مزار پر حاضر ہو کر حضرت کے بزرگوں کی زیارت کیلئے راہنہ و تہذیب و تہذیب و تہذیب کا سفر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ دونوں جگہ جے بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ راہنہ میں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب، پٹواری قدس سرہ کی پہلی زیارت حضرت والد صاحب ہی کی معیت میں ہوئی۔ اسی طرح ایک مرتبہ تھانہ بھون کی پہلی حاضری اس لاشوری دہ میں والد صاحب کی معیت میں ہوئی۔ اس حاضری میں حضرت کی زیارت اور بھون پر شفقت کا دھند لانا نقشہ نظروں میں ہے۔

گھر اس وقت کی کہ کوئی بات یاد ہے نہ سزاوارتہ تاریخ: (مقدمہ مجلس محکم الامت)

ظاہر ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ صرف جیسے ذہین اور مسلمہ الطبع پچھنے ان نورانی مجالس افتاء زمانہ اولیاء اور وقت علماء کے فیضان سے کیا کچھ نہیں اندکھا ہوگا۔ جب کہ بزرگ ہر جن شفقت تھے اور کچھ کھیل کود کے فطری تقاضا کو بھی چھوڑ کر انہیں کی مجالس کو اپنا مکان بنائے ہوئے تھارہ پاکیزہ اور پُرانوار اشاعت حضرت مفتی صاحب کے دل و دماغ میں رہی جس گئے اور وہی تقدس ان کے روحانی قلبی اور علمی و مذہبی حیولی پر سرسبز ہوئے۔ جس نے ان کی باقی زندگی کو تقویٰ و طہارت، اخلاص و بے نفسی اور علم و عمل کا قابل عقیدہ نمونہ بنادیا۔ اس دینی اور روحانی اعمال میں آنکھیں کھولنے کے بعد جب تعلیمی سلسلہ شروع ہوا تو علم دین کی ان نادرہ زندگیوں سے شرف و توفیق نصیب ہوا جن کی شاگردی ہر اکال اور ذیادہ شخص کے لیے بھی قابل فخر سرمایہ ہو سکتی ہے۔ جن صرف اپنے علم و دین میں امام تھے بلکہ ظاہر و باطن کے جامع اور مجروح فضائل و کمالات تھے۔ جن فضائل زمانہ اساتذہ سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے کتاب و استفادہ علوم و فیوض زلیا ان میں امام العصر اس المحدثین حضرت علامہ سید محمد انوار شاہ صاحب کشمیری مفتی ختم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب عثمانی مفتی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا سید امجد حسین صاحب شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی صاحب، سابق مہتمم حضرت مولانا محمد احمد صاحب ابن حضرت مولانا محمد قاسم انور، حضرت علامہ رسول خان صاحب، حضرت مولانا محمد نسیمی صاحب دیوبند، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بیادری رحمہم اللہ تعالیٰ جیسی عظیم المرتبت اور پاکیزہ شخصیتیں شامل ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے ابتدائی عربی صرف و نحو اور فارسی کی تہذیب و مجاہد میں اپنے والد محترم حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب دیوبند سے قرآن شریف معانقہ محمد عظیم صاحب سے فن مجاہد کے قواعد و ضوابط یہ قاری محمد یوسف صاحب میرٹھی سے، حساب و فنون ریاضی اپنے چچا جناب مولانا منظور احمد صاحب سے و العلوم میں حاصل کئے تھے۔ سولہ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند کے درجہ عربی میں باقاعدہ داخلہ اور ان علماء سے جملہ علوم و فنون میں سند فراغ کی جس کا تذکرہ کر چکا ہوں۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنے حدیث کے اساتذہ و ان کی منادات کا مفصل تذکرہ اپنی عربی تصنیف الاذیاد المسف علی الیاب الخفیہ میں کیا ہے (ص ۲۰۲-۲۰۹)۔ حضرت مفتی صاحب نے اطراف ماکر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نعمان رسد اور مولانا میں سند حدیث لی ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے اندر مرقدہ کے اساتذہ میں مقام کے تھے اور ان کے ساتھ جو تعلقات تھے اس کا اندازہ ذیل کے ایک اقتباس سے ہو جائے گا۔ حضرت مفتی صاحب، حضرت مولانا غلام رسول خان صاحب پر ایک مضمون کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

احقر کا والد مفتی نے عربی صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب سے پڑھنے کے بعد ۱۲۳۱ھ میں دارالعلوم دیوبند کے درجہ عربی میں باقاعدہ داخلہ و ترقی اساتذہ کرام سے استفادہ کا شرف حق تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ ان کی علمی قدر و منزلت سے قربت بعد میں واقفیت ہوئی کہ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے فن کا امام تھا۔ انہیں بزرگوں میں حضرت اساتذہ الاعلا مولانا مولانا خان صاحب بھی ہیں جن کی خدمت میں معاصرین اہل مختلف فنون کی بہت سی کتابوں میں تفسیر و تفسیر و کاشف حق تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ سلم العلوم، میرزا بہ و مالہ مع تہذیب و تہذیب اہل اللہ شریعہ منطبق میں اور میندی غلط میں آپ ہی سے سبقا سبقا پڑھیں محمد اللہ کا ابتدائی کچھ مدرسہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ سے پڑھا تھا۔ پھر تہذیب حضرت مدرسہ سے حاصل کیا۔ مزید اولین کا سبق شروع میں حضرت قاسم العلوم و الخیرات کے صاحبزادے اور دارالعلوم کے صدر مہتمم حضرت مولانا معانقہ محمد صاحب کی خدمت میں شروع ہوا تھا، پھر ان کو حیدر آباد کا مدرسہ شریعہ لایا، تو کچھ مدرسہ تاب الحی کا مدرسہ شیخ الاسلام مولانا عثمانی قدس سرہ سے پڑھا۔ پھر ان کو مدرسہ شریعہ لایا، تو کچھ فرصت نہ دی تو لہجہ جاریہ اولین بھی حضرت مولانا رسول خان صاحب سے پڑھی، اصول فقہ میں

صحابی حضرت خصوصیت کے ساتھ درس کے سبق کے بعد حضرت علامہ سے ان کے مکان پر
مذاہم فرمائی گئے کہ پڑھی۔ حضرت علامہ کو اس نہ چیز کا گرد پرست نہ شفقت و عنایت تھی مناجاد
کی صاحب علمی سے نہ رخ ہونے کے بعد انہیں اکابر اساتذہ کے آغوش میں بہنے سے کچھ اہل حق تعلیم
کے لیے انھیں کے سپرد ہو گئے۔ انہیں کی شفقتوں و عنایتوں کے زیر سایہ اس وقت میں میں حق تعالیٰ نے
ترقی معارفی۔ حضرت علامہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حق تعالیٰ نے برحق میں الیہ اہل حق تعالیٰ کے ان کے
درس سے ان کی فہم کی عنایت کو سمجھتا تھا۔ اس کے بعد وہ ہر علم و فن کی کتابیں مگر انہیں یاد تھیں وہ
کسی کتاب کے کسی مسئلے میں آپسے پڑھتی تھیں۔ تو اس کا ہم مستعملہ جواب شافی پا لیا۔ ان تمام کلمات
کے باوجود مرفوع شریعت سے بیگانہ گزشتہ شیخ کے غازی اور تلامذہ کے پکارتے تھے :

(سوانح حضرت مولانا رسول خان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مفتی صاحب کی طبعی ذہانت مسلسل محنت تعلیم کے ہنگام کے ان کو اپنے ان بے مثل اساتذہ کی
توجہ کا مرکز بنادیا تھا۔ ان کی شفقت و محبت خاص تھی۔ ۱۳۳۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے کہ حضرت مولانا حبیب
چراغ ناز میں دارالعلوم کے مہتمم تھے۔ انہیں ابتدائی تعلیم کے لیے اساتذہ مقرر کیا۔ پھر بہت جلد بڑے علیہ کے استاد
ہوئے۔ تقریباً ہر علم و فن کی کتابوں اور جامعوں کو پڑھا یا دارالعلوم میں تدریس کا یہ سلسلہ ۱۳۶۱ھ تک رہا۔ اس
عصر میں ہزاروں اشخاص ان سے مستفید ہوئے۔

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ سے تعلقات : حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ
الذہبی قدس سرہ کی وفات کے بعد حضرت تھانوی قدس سرہ کی طرف رجوع کیا اور آپ کے دست مبارک پر تجدیدیت
کی اس کا تذکرہ خود آپ کی اپنی زبان سے۔

یوں تو حضرت حکیم الامت سبکی مرقدہ انشرف حق صاحب قدس سرہ سے عقیدت و محبت کا تعلق اس
وقت سے تھا جب کہ حضرت اہل حق حرم برکات میں رہتے تھے۔ انھیں لائق بغضیت کے بہو و لعاب میں ہی مقام
بنتہ ہوئے تھے۔ کیونکہ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے محض میں مرید اور
تمام موجودہ بزرگوں کے بڑے معتقد تھے۔ لیکن ہی سے بزرگوں کے عادات اکثر ضایہ کرتے تھے جس
نے دل میں بزرگوں کی عظمت و محبت کا نقش غیر محسوس طور پر کندہ کر دیا تھا۔ ان محض سستی
حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے ساتھ چرک حضرت والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ شریک مدد الہم بہت

رہتے تھے۔ اور بے توقف تعلقات فراموشی کے نائنسے تھے ان کے حالات و فضائل و مناقب اکثر بیان فرمایا کرتے تھے۔

انہیں ہمیں ہی سے حضرت کے حالات و فضائل سن کر دل میں عظمت و محبت بکمال اللہ تعالیٰ قائم تھی۔ پھر کچھ ہوش سنبھالا تو نصیر میں "بشتی زیورہ" اصناف الہام و فیروز حضرت کی تصانیف پڑھیں اور دیکھیں ان سے اور بھی زیادہ عقیدت پیدا ہو گئی۔

اتھار کی دس ریات ۱۲۲۵ھ میں پڑی ہو گئیں۔ دس ریات سے فراغت کے بعد اب پھر یہ دلدار دل میں آئے ہوا کہ کسی شیخ سے تعلق قائم کرنا چاہیے۔ حضرت اقدس شیخ الہند کی مہارت و مہارت اس وقت اور بھی زیادہ شائق و شہید محسوس ہوئی مگر کوئی امر نصیر میں نہ تھا۔ اوقات خالی ضائع ہو رہے تھے۔ حضرت والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہ نے مشورہ کیا کہ "خلف نام اس سلسلے میں حضرت اقدس محکم اہمیت اقدس مرفوع سے تربیت و تعلیم حاصل کرو پھر بیعت اپنی خواہش کے مطابق شیخ الہند کی دلیلی کے بعد ان سے کر لیتا۔"

یہی قصد کر کے اتھار سب سے پہلے بعد از تربیت ۱۲۳۶ھ میں بخارا بھون میں حاضر ہوا۔ اور بے کم و کاست یہی مضمون عرض کیا کہ میں نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی درخواست کی تھی۔ حضرت نے فراغت از طالب علمی کے بعد وعدہ فرمایا مگر اب "نام میں تشریف لکھتے ہیں اور وقت خالی گزر رہا ہے۔" آپ نے تھلج و تربیت پابا ہوں اس میں اگر بیعت ہوا تو فراموشی ہو تو مجھے بیعت فرمادیں ورنہ میں نے بوجہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ نہیں بیعت و مصافحت کی دلیلی پر نہیں سے کرنا البتہ اسلحہ و اجابت میں سے بہت اس میں وزیر کو دیکھتے ہو کہ رہا کیا ہے میں اس کے لیے حاضر ہوں۔ پھر فرمایا۔ اب میں بتاؤں کہ اس مسئلہ میں تمہارا ذکر کیا کار ہو گا اور میرے ذکر کیا۔ تمہارے دو کام ہیں ایک اپنے حالات کی اطلاع دوسرے اس پر جو میں مشورہ دوں اس کا اتباع و وزیر کا یہ ہو گا کہ حالات کے مناسب جرحوں قدر نسبت سمجھیں گے اس کا مشورہ دے دوں۔ پس غلام تمہارا سے عمل کا دو لفظ ہیں طہار و اتباع پھر حضرت اقدس نے کچھ نصیحتات اور معمولات کی تلقین فرمائی۔ اور فرمودی نصائح کے بعد رخصت فرمادے۔ وہیں اگر کچھ ہندو ہی مسجد میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے خط و کتابت رہی مگر بہت کمی کے

ساتھ کہیں وقت تک اس طرز سے کچھ بچپن کی محنتیں نہ کر سکتے تھے۔ بعد ازاں اس کے بعد کچھ عرصہ میں حضرت شیخ الہند قدس سرہ تعالیٰ مالک سے رہا ہو کر تشریف لائے۔ اب تو اپنی خوش امداد حضرت والہ کی توجہ کے موافق حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے۔ بیعت کے لیے درخواست کی تو فرمایا کیا جلدی ہے کہ میں گے پھر ایک روز چند حضرات کی بیعت حضرت نے منظور فرمائی تھی۔ اور بعد مغرب ان کی وقت پر پہنچے اطلاع ہو گئی یہ بھی اس وقت پہنچ گیا۔ مسکرا کر فرمایا: تم بھی آگئے۔ بہت اچھا! انا کا کوئی شرف بیعت سے مشرف نہ ہوا.....

یہاں تک رمضان ۱۳۴۹ھ میں حضرت قدس سرہ (شیخ بہد) نے تدریس کا اس عالم سے رخصت فرمائے۔ حضرت کی وفات کا جو طعناں بھی دنیا کو تھا بعد جیسے خدا کو یاد ہو، تاگزیر تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک دوسرا طعناں بھی تھا کہ میں استفادہ سے محروم رہا۔ وفات کے بعد ایک مدت تک کربطبیعت پر ایسی اضطراب رہی کہ کام میں جی نہ تھا کسی کام کی ہمت اس کے بعد جب یہ حالت کچھ بہتری ہوئی تو اپنی فکر اس میں گھری۔ وہ اب پھر تھکا نہ بھونکا عزم کیا حضرت والہ ماجہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ میرے ساتھ چلیں اور حضرت میکرانہ امت (قدس سرہ) سے میرے بارے میں توجہ فرمائی کہ سفر شروع کر دوں والد صاحب کے ساتھ تھا نہ بھونکا حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت مجھے نعمت کا شوق تھا طبعی کہ ہے لیکن کام کرنے کی فرصت نہ تھی۔ کیونکہ کچھ تو خدمت منعیات ہوں کچھ شغل تعلیم و تفریح سے گھر میں ہوں۔ یہ سب میں پختہ دیر میں ہوں کہ اس طریق میں کوئی قدم نہ کر سکوں حضرت والہ نے بڑی شفقت سے فرمایا کہ تم سے یہ کس لئے کہ وہ کہ اللہ تعالیٰ کا رستہ موت اقویٰ کے لیے بہت منفعہ کے لیے نہیں پہنچاؤ کہ بزرگوں کا موقوف ہے۔

حق الوصول الی اللہ تعالیٰ بعدہ و خاص خلافتی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جبکہ اللہ کی عطا کی ہوئی نہیں کہ ایک ہی واسطہ کو ہمہ گیر کر لیں چنانچہ میں نے حضرت کی خدمت سے وقت کی وہ صرف دو چیزیں ہیں ایک تقویٰ کی پابندی اور سب سے پہلے خواہ نا چاہ ہو یہ کام کیا کہنی مجلس وغیرہ پھر فرمایا: تا فرس میں کن سا وقت فرج ہوگا۔ بلکہ میرا شاہدہ اور تجربہ یہ ہے کہ بہت سادہ وقت کی بات ہوگا اور کچھ وقت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ فرغ و وجہات و مگر خصلت کا نہیں۔

فراغت پر میں لازم نہیں کرتا البتہ معاشی سے بچنا ضرورت ہے سو اس میں کچھ ممکن نہیں ہوتی اور نہ کسی خدمت کی اس میں ضرورت ہے۔ ایک روز حضرت نے قیام کیا۔ بڑی شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے تھے۔ اس طرز تعلیم و معاملہ شفقت نے میرے قلب کے گرتے گرتے کہ حضرت کی محبت سے بھر دیا یہ واقعہ غالباً ۱۳۴۲ھ یا ۱۳۴۳ھ ہجری کا ہے۔ اس کے بعد مسلسل خدمت کا ثابت اندازہ و رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور تقریباً بیس سال حضرت اقدس کی خدمت میں معنوی اور محبت میں رہنے کی دولت حق تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ مگر حضرت اقدس سے کاپنی مثال وہی ہو گئی کہ بارہ برس (کبھی برس) وہی میں رہے بعد ہی پھر وہ حضرت کے کال اور اس پر کال شفقت میں کئی تردد نہیں ہو سکتا لیکن اس کو کیا کہیے کہ یہ

ماخذ ہمیشہ کے قرأت مشید
و نہ ہر دم و نہ اندھن صلت نعمت

(دہم اشرف کے چراغ حقائق)

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے حضرت تھانوی نور اللہ قدس سے اپنے تعلقات کے بارے میں جو کچھ مجالس حکیم الامت کے مقدمہ میں لکھا ہے۔ وہ بھی قابل دید ہے۔ لیکن اس کی تفصیل موزن، مفتی مزیع حبیب نے اپنے مقالے میں اس نہر کے صفحہ ۱۱۱ سے صفحہ ۲۰ تک بیان فرمادی ہے اس کے عاوض کی یہاں ضرورت نہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے احکام القرآن حزب الخامس کے ابتدائیہ میں لکھا ہے کہ احکام القرآن کا حصہ سورۃ الشعراء سے سورۃ ہجرات تک میرے حصہ میں آیا کہ حضرت تھانوی نور اللہ برقدہ کی خواہش کے مطابق قرآن کریم مذہب نفیہ کے سائل اجتماع یہ لے لال کو جمع کر دوں۔ احکام القرآن میں (اقتباز لغت) حضرت رشیدی دہلوی سید الملتہ نور اللہ برقدہ احکام القرآن و دلائل القرآن علی مسائل الفہام کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا (تھانوی) رحمہ اللہ تعالیٰ کو حضرت امام غفرلہ رحمۃ اللہ علیہ کی فہرست جو شدہ یہ شفقت تھا وہ ظاہر ہے ان کا وقت سے خیال تھا کہ احکام القرآن جیساں لسانی اور تفسیرات احمدیہ جیساں کیلئے خاص اپنی تہنیت اور ذوق قرآنی سے ان آیات اور ان کے متعلق مباحث و دلائل کو یکجا کر دیں۔

جن سے فقہ فنی کے کسی مسئلہ کا استنباط و اخراج ہو۔ لیکن یہ کام انہم نہ پانچا آخر میں یہ خدمت انہوں نے اپنے سر شرف خاص مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی کو سپرد فرمائی کہ وہ ان کی ہدایت کے مطابق اس کو تالیف فرمائیں۔ چنانچہ فقہی صاحب اس کام میں مصروف ہو گئے۔ ابھی حال ہی میں جب وہ مدرسے الگ ہوئے تو خفاہ انگریز میں مہاکرن صاحب اس کام کی تکمیل میں لگ گئے۔ مولانا روزانہ کی مجلس میں اس کے متعلق جو جو نکتے ان کو یاد آجاتے تھے۔ بیان فرماتے اور جناب مفتی صاحب اس کو اپنے مقام پر اگر قلم بند فرمائیے مولانا عبدالباری صاحب ندوی... مفتی صاحب مصروف کے عائد کی تعریف کرتے تھے کہ مولانا سے سن کر اپنے مستقر پر پہنچ کر اسی طرح قلبہ کر لیتے تھے۔ جس طرح مولانا نے اس کی تقریر فرمائی تھی:

(محارف عظیم کوثر جلد ۵۲ ص ۹۶-۹۷)

قرآنی علوم میں حضرت اقدس مولانا تھانوی سے استفادہ کے بارے میں مثلاً یہ اقباس نقل کر دی گئی۔ حدیث کی سند، روزی قبرہ ۱۲۴۸ھ کو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ سے اطراف محدث و مؤلف رشک ماحصل کی۔ حضرت نور الدین قدس کی سند کے الفاظ تبرکاً نقل کرتے ہوں۔

بسم الله الرحمن الرحيم وبعد الحمد والصلوة فإن في الله البصير ليعلم مولانا
الفاضل محمد شمع وصله الله من كل خير إلى المقام الرفيع. قد عرض على أطراف الصنيع
والمطالع برواية بحوث ورواية محمد ليفوز ببركات السند. وهو من عمل مني إلى
المجاميع في رسالتی السبع أسبابة التي هي إحدى رسائل الطيارة. ثم عارضة أهلاً لتفسير
مباني الأحاديث وهو فن الحديث والرواية وتحرير معانيها وهو فن الفقه الداراية
اجتنبه لتدريس تلك الصفات. ليعوم به حولها من الطلبة من لم يطف وأدعوا الله له و
أطلب منه الدعاء أن يوفق لخدمة الشريعة البيضاء لي ن بتمتينا اختتام وكان هذا
البيع وعشرين من ذوالقعدة سنة ۱۳۶۸ من هجرة سنية. دام صلى الله تعالى عليه وعلى
آله الكريم وأصحابه الغضام. مادامت النبأ وديام وانا محقر عبد الله العلام اشرف على
التهانوي الحنفى خطاً عنه الأثام.

حضرت فقیہ الملت کی تصنیفات کے تراجم اور ان کا فنی کمال

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد دوسرے بزرگ جہانگیر و محدث، فخر و رفیع، ادب و کلام، اصلاح معاشرت وغیرہ مختلف علوم پر مشتمل ہیں بعض کتابیں ہزار ہا جلد صفحات پر محیط ہیں اور بعض چند صفحات کی ہیں جنہیں موجودہ اصطلاح میں مقالہ مضمون کہا جاسکتا ہے۔ ہر کتاب مصنف کے عمیق علم و معلومات کی وسعت، علمی دیانت و ثقافت و اعتدال کا نمونہ ہے۔

حضرت مفتی صاحب کا قلم تین و چار ہونے کے باوجود سب روشنفکر مسلمان عالمی گیر و دیگر افراد معلومات کا گنجینہ ہے۔ جس سے ہر سیر الطبع قاری اپنے ذوق کی آبیاری کر سکتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی تحریریں نہ تو تنکا دینے والا انتخاب یا ابا تہ، نہ تشکیلی باقی رکھنے والا ایجاز، آپ کا کلام محتاط موضوع کے دائرے میں بہتے ہوئے ہر جگہ مواد کو سمیٹتا ہوا علم و حکمت کا زہر بکھیرتا ہوا ہوتا ہے۔ آپ الفاظ کی شان و شوکت و صمیمیت کے قابل نہیں لیکن جو کتنا چاہتے ہیں سبھی اور نثری موزوں پاکیزہ و معیاری اور سہل زبان میں کہتے چلے جاتے ہیں قاری اکتانے نہیں پاتا اور مصنف کا حسن اخلاص مضمون سے لگن، موضوع سے وفاداری، علم کا گہر، پیشکش کو سلیقہ اور وسعت مطالعہ اس کے دل و دماغ کو متاثر کرتا چلا جاتا ہے آپ کی نگاشات سادہ اور سہل ہونے کے باوجود ادبی پیشانی سے خالی نہیں۔ اور بعض مقامات پر سہل متغنی کا حکم رکھتی ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ قدس سرہ فطرۃ فقیہ النفس تھے۔ اس پر حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب قدس سرہ اور مجدد الملت حضرت عثمانی اعلیٰ اللہ تعالیٰ رحمہ اللہ نے درود گاہ اور فقید المآل فقہا اور صاحب فتویٰ بزرگ کی صحبت و تعلیم و تربیت نے سونے پر سہاگہ کا کر کیا تھا۔

اس وجہ سے دیگر محدثین و علماء پر مجبور تھے کہ باوجود آپ کے سہل جوہر اور کلمات فقہ و فتاویٰ کی سادگی میں کھلے اور سادے، مگر کمال و مقبہ میں تقدیر الہی اور زبان خالق نے مفتی غفرلہ بنا دیا جو اس فقیر کو دیکھ کر وحیل کے یلے میں حقیقت تھا۔ فقہت دینی کے یلے جس وسعت و کثرت فقہ کے جزئیات تک پر گہری نگاہ، وقت و نظر، سلامتی و امن، اصابت نے، احتیاط و تيقظ، استقامت و کثرت، صحبت و تربیت، تقویٰ و طہارت، اخلاص و بیہ نفسی، عمل و انصاف، راست گری و حق کرشمی،

غیر مجبائی ششہی طبیعت، مشدک کے لہو ماحلیہ سے واقفیت، ضروریات زمانہ اور احوال متقدّمہ سے
 باخبری کی ضرورت ہے۔ وہ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ میں بہر تہذیب و تہذیب "فتویٰ نوبین"
 کہنے کو ایک فن ہے۔ لیکن یہ فتویٰ نوبین بغیر فقہیت کے ممکن نہیں اور فقہیت میں مسازت مجملہ علوم پر
 گہری نگاہ اور عام علوم و دینیہ پر عبور کے بغیر ممکن نہیں۔ مشہور فقیر علامہ ابن کثیر نے مفتی نیکو لائق کے مقصد میں
 قدسی کی العادی سے نقل کرتے ہیں۔

اعلم ان معنى الفقه في اللغة الوقوف والاحاطة. وفي الشريعة. الوقوف
 الخاص. وهو الوقوف على معاني النصوص وإشاراتها ودلالاتها. ومضمراتها
 ومقتضياتها والفقير اسم للواقف عليه (بكر الزاوي ص ۱۰۰ مقدمہ)

ترجمہ: جانتا ہاں ہے کہ لغت میں فقہ کے معنی واقف ہونے اور احاطہ پانے کے ہیں اور شریعت
 میں وہ ایک نام واقفیت ہے۔ جس سے نفوس شرعی کے معنی اس کے اشاروں جن بقول پر وہ
 دلالت کرتے ہوں اس کے مضمرات اور حیران کا اقتضا ہو۔ ان سب کے واقف ہونا فقہ کہلاتا ہے اور ان
 مجملہ امور سے جو واقف ہو اسی کا نام فقیہ ہے۔ گویا یہ فقہیت، نفوس شریعت یعنی قرآن کریم میں
 پائے میں ارشاد نبوی ہے: لا تفسق عجاہبہ۔ (اس کے عجائبات غم نہیں ہوتے) اور کون حدیث
 جن کے بارے میں وہان نبوت گریا ہے بعثت جموع الکلم۔ (مجھے جامع کلمات کے ساتھ
 معوث کیا گیا) کے نہ صرف ظاہری معنی پر وقوف ضروری ہے بلکہ اس کے اشارات، دلالت،
 مضمرات اور مقتضیات کا بھی گہرا اور وسیع علم ضروری ہے۔ نفوس شریعہ سے استنباط اور مسائل
 کا استخراج ہر کہ وہ کام اور ہر شاکی وصحت و وسوس میں نہیں، علوم قرآن، علوم حدیث اور ان کے
 متعلقہ مجملہ علوم کا علم ضروری ہے جس میں ادب و بدعت اور مجملہ علوم کیہ آجبات ہیں کہ اس کے
 بغیر قرآن و حدیث کے ظاہری معنی بھی کسی کے بس کی بات نہیں۔ پس مفتی کے بیہ فقیہ ہونا ضروری
 ہے اور فقیہ کامل کے لیے علوم اسلامیہ کی وسوس اور گہرائیوں کو سینا ضروری ہے۔ حدیث شریف
 میں آتا ہے۔

لا یقوم بیدر اللہ إلا من ساء
 وہی کو دسی شخص کا کافرا کہ کتبہ جو یک

من جمیع جوانانہ کائنات میں نہایت بزرگوار اور عظیم الشان ہو۔

پس فقیہ کامل کے لیے مستند محدث اور مجدد علم اسلامیہ کا ہر جزو اور حقہ اصول فقہ اور اس کے محتویات و جزئیات کا علم رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ ہر قدم پر غرض پاک اندیشہ ہے۔ یا یوں کہیے کہ علوم قرآن و حدیث و فقہ تو ان میں ایک کے بغیر دوسرے کا عبور ناممکن ہے۔ اور ایک میں بصیرت کے بغیر دوسرے میں مذاقت و شکل، قرآن و حدیث اصول و منابع میں اور فقہ ان کے ثمرات و نتائج جہ توفیق میں توفیق کے بغیر حدیث کا سمجھنا مشکل ہے۔ اور حدیث میں مبادی کے بغیر قرآن دانی و اہم ہے۔ اور ان علوم تک رسائی کے لیے دیگر متعلقہ علوم (ادب و بلاغت و علوم وغیرہ) کی ضرورت ہے۔ غرض فتویٰ نویسی و فقہ ہست کے لیے ایک کامل مفتی اور ماہر فقیہ کو جملہ علوم اسلامیہ پر عبور کی ضرورت ہے۔

غیر برکن مجموعہ دور میں جب کہ نئے نئے مسئلے نئے نئے سوال سامنے آتے ہیں بقول حضرت سید الشہداء نور اللہ مرقدہ "مغزلی تمدنی قوانین اور اسلامی فقہ اور احکام کے درمیان تطبیق اگر ممکن ہو اور قانون اسلامی کی ترجیح اگر تطبیق ناممکن ہو صدر درجہ نازک کیجی ساتھ ہی حد درجہ ضروری کا درجہ ہے" اس کے لیے ایسے وسیع النظر اور عمیق افہامی اور بینار علماء کی ضرورت ہے جو اس جیسے شیر کا حصول ممکن کر دیں اور اسلامی قانون کی فوقیت، اہمیت، وسعت و آفاقیت کا دنیا سے آواز کر والیں۔ غیر یہ کہ ایک مجدد معتمد تھا۔ جو طویل برگیا۔ عرض کر رہا تھا کہ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ میں "فقاہت" اور فتویٰ نویسی کی صلاحیتیں کما حقہ موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موصوف سے فقہ اور فتاویٰ کی جو حیر العقول خدمت لی اس کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ دیوبندی مدرسہ فقہ کے قادی کا جو عظیم الشان ذخیرہ منصفہ مشہور ہو آیا۔ اس کے دربار میں ائمہ فقہ و فتویٰ کا ریل یعنی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس روح اور مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کی ترویج و ترتیب نو اور تدوین جدید حضرت موصوف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ذریعہ ملے گا کہش یہ ذخیرہ غنی فتاویٰ کا عظیم ذخیرہ بنی میں منتقل ہو جائے تو مادی عالمگیر کی طرف عالم اسلام بھی اسی سے مستفید ہوگا۔ حضرت مفتی صاحب کے جانشین کے معاصروں کی بات بھی ہے کہ ان کا نام ہوگا۔

(اشرف)

مذہب کے ماہر فتویٰ کا اخص جی کتب فقہ و فتاویٰ پر ہے۔ مابقی مفتی کے لیے وہ کفایت کر سکتے ہیں لیکن ایک ماہر و مقلد کامل مفتی و فقیہ کے لیے فقہ و جہات عرض کی ضروری ہے۔ (اشرف)

ہوئی۔ دوسری طرف فتاویٰ کا ایک ضخیم ذخیرہ جو رد لکھنؤ سے مجاوزتہ حضرت کے قلم کا بیعت ہے۔ اس میں بعض فقہی مسائل مستقل کتابوں کی حیثیت رکھتے ہیں جس کا مجموعہ ایچ الفتح کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہو گیا ہے۔ عادات و نوازل، مسائل پرچیں، مصائب کے علمی و ادبی فقہی و فقہی عادات حاضر سے باخبری طریق سلف اور بزرگوں کی روش کی پیروی کا نذر پیش کیا ہے۔ اور خصوصاً اند شرعی تقاضوں کی حرمت کا پاس رکھتے ہوئے وقتی مصلحتوں پر ترجیح دیتی ہے۔ وہ سلف کی یاد دہانہ کرتی ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے حضرت مفتی محمد امجد علی کے جن فتاویٰ کو تبریب و ترتیب جدید کے ساتھ شائع فرمایا ہے وہ امجد علی کے نام سے تین ہزار چار سو پینتالیس صفحات پر مشتمل چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئے ہیں۔ حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب قدس سرہ کے فتاویٰ (عزیز الرحمن) ترتیب جدید کے ساتھ مکتوب فتاویٰ دیوبند کی سنی دو جلدوں پر محیط ہیں اور صفحہ ۱۶ کے بعد دواۓ سرسویا کے فتاویٰ دیوبند کی دو آخری جلدیں (امجد الفتح) حضرت مفتی صاحب کے ان فتاویٰ کے ایک حصے پر مشتمل ہیں جو اسٹول نے ۱۳۴۹ھ سے ۱۳۶۲ھ تک تیرہ سال میں دارالعلوم دیوبند کے صد مفتی کی حیثیت سے دیے دکل فتاویٰ تقریباً پچاس ہزار تھے، یہ فتاویٰ آٹھ سو پچیس صفحات پر مشتمل ہیں۔

برادر محرم جناب مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دارالعلوم امجد الفتح (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند) اخیر کے ان فتاویٰ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

یہ آپ و حضرت مفتی محمد رفیع صاحب کے قلم سے نکلے ہوئے قدیم و جدید تقریباً ایک لاکھ فتاویٰ ہیں سے تقریباً ایک ہزار کا مجموعہ ہے۔ جو منظر عام پر آیا ہے باقی بہت بڑا ذخیرہ دارالعلوم دیوبند کے دفاتر میں اسی طرح ایک عظیم ذخیرہ دارالعلوم کراچی کی پچیس جلدوں میں محفوظ ہے۔ ان فتاویٰ کی حیثیت کہ بت میں قلیا غرض کہ کتبوں صرف آٹھ لاکھ کافی سمجھا جوں کہ اگر علماء دیوبند اور حضرت حکیم اہل بیت تھانوی نے ان پر اعتماد فرمایا ہے۔ اور ان فتاویٰ کی اشاعت سے پہلے حضرت مفتی صاحب نے اپنی توانیغ

لے کاش جناب مفتی محمد رفیع عثمانی ان کو ذخیرہ خفیہ کر تبریب اور کتابی صورت میں شائع فرماتے تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ مرحومہ کے باقیات مصاحف میں اضافہ فرما دے ان کے بدلے صدقہ داریہ ہوتا اور بارہ سو روپے کا بھی ایک چڑی دینی خدمت ہوتی۔ (امشرف)

اور احتیاط کے پیش نظر حضرت مولانا مفتی سعید محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدظلہ مفتی سہیل نور اور بعض دیگر علماء سے بھی نظر ثانی کرائی اور ان کے مشوروں سے بعض اصلاحات بھی فرمائی ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند زیر المصنف ص ۱۷)

آگے بڑھنے سے پیشتر حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے قلم ہی سے پہلے عزیز الفتاویٰ اور بھروسہ اعلیٰ مفتیس کی تدوین کے متعلق کچھ سن لیجئے۔ ارقام فرماتے ہیں۔

یہ کتاب عزیز الفتاویٰ اس ذمیرہ فتاویٰ کی پہلی قسط ہے جو دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مفتی استاذ العلماء عماد الاولیاء رامتپور محترم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب عثمانی دیوبندی قدس سرہ کے قلم سے نکلے اور دارالعلوم کے جسطرح کی چھوڑ ختم مبدول میں مدون ہوئے جن میں سے دو مبدول کے فتاویٰ بخیر کمرات اس مجموعہ میں آئے ہیں۔ یہ فتاویٰ پہلی دفعہ ماہنامہ مفتی دیوبند میں ۱۳۵۲ھ سے ۱۳۶۱ھ تک قسطوں آٹھ مبدول میں شائع ہوئے۔ آخری نے اس کی ترتیب و اشاعت کا اہتمام کیا تھا۔۔۔

(حضرت مفتی عزیز الرحمن کے قلم سے ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۲۵ھ تک پچیس سال کی طویل مدت میں ہر باب کے متعلق تمام ضروریات اسلامیہ پر مشتمل ہزارہا فتاویٰ تحریر میں آئے۔ دارالعلوم دیوبند کی مرکز و شہرت کی وجہ سے مہات و مشکلات کا رجوع اس طرف ہوا۔ اور جن مسائل کو علماء و ارباب فتویٰ لائیں سمجھتے یا ابھی اختلاف کی بنیاد پر طے نہ ہو سکتے وہ یہاں بھیجے جاتے۔ اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کا ہر جواب خدا و علمی قابلیت اور تعلقی فی الدین کا ایک خاص مظہر ہوتا تھا۔ اس لیے یہ مجموعہ فتاویٰ نہ صرف علوم کے لیے بلکہ علماء و ارباب فتویٰ کے لیے بھی ایک نہایت مکمل رہبر و رہنما ہے۔ جو دارالافتاء کی تیرہ چودہ ضخیم مبدول میں محفوظ و مدون ہے۔ لیکر چونکہ اندراج فتاویٰ کا حسب ترتیب سوال کیا جاتا ہے اور ابواب و فصول کی ترتیب اس میں قائم نہیں کی جاسکتی اس لیے کسی خاص فتویٰ کا اس عظیم الشان ذمیرہ سے نکالنا اور اس سے فائدہ اٹھانا مشغور ہو گیا تھا اور اسی بنیاد پر یہ علمی جواہرات کا رفیعہ تقریباً بیکار رکھا ہوا تھا اور ضرورت تھی کہ اس کی ابواب فقہی پر ترتیب دی جائے۔ تاکہ بوقت ضرورت ہر مسئلہ کا استخراج آسان ہو سکے۔

نیز کثرت مشاغل کی بنیاد پر اس نقل کی مطابقت اصل کے ساتھ نہ ہو سکے کی وجہ سے تمام فتاویٰ غلط کتابت سے بریز دیں۔ ضرورت ہے کہ اس پر نظر ثانی کر کے تصحیح کی جاوے۔ ماس

کا روئے خلق کرمت سے یہ خیال تھا کہ اساذرحق اللہ علیہ کی یہ عمر بھر کی کوئی جو کرائفہ علمی زلف پر شرف ہے
 اگر اس طرح محبوب اور منصب بھر کر شائع ہو جاوے۔ تو اکابر دارالعلوم کی تجویز مطلوبہ رد و رد ۱۲۰۴ھ کے
 مطابق عام اہل اسلام اور علماء و اہل فتنہ کے لیے ایک سناریت پیش رہا منید ذریعہ ہو جاوے۔ اور
 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صدقہ جاریہ کام میں لگ جاوے۔ اس کام کی اہمیت و کثرت اور احراہی مسلمی
 بے بغاوتی اور ہجوم مشاغل میں اس پر اتمام کر شرف رکھتے تھے۔ تاکہ حق تعالیٰ نے المفتی کے نام
 سے ایک ماہوار رسالہ کے اجراء کی صورت بعض اکابر اور بہت سے اجاب کے دل میں ڈالی۔ جس
 میں کام کی تہیہ پر نظر کر کے ہمت بڑھی۔ تو بنا ہذا تعالیٰ اس کام کو شروع کیا۔ اور اس اشاعت
 میں جو امور بطور اصول موضوعہ زیر نظر رہے۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) جس قدر جلدیں موجود ہیں۔ ان کو ابتداء سے بتدریب سنیں شروع کیا۔

(۲) ترتیب الجواب فقہیہ پر رکھی جسکی فہرست ہر جلد کے شروع میں لکھ دی گئی۔

(۳) بالفعل ہر جلد کی ترتیب جدا جدا رکھی گئی۔ مثلاً ایسا نہیں کیا گیا کہ ابتداء سے ۴۵۵ تک کے تمام
 رجسٹروں سے کتاب الطہارت کے مسائل کا انتخاب کر کے ایک جگہ لکھا جائے۔ پھر اسی طرح
 کتاب صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ کا کیونکہ اس صورت میں طول بہت ہے۔ بلکہ ایک جلد سے طہارت
 کے مسائل کا انتخاب کر کے لکھ دیا گیا۔ پھر اسی جلد کے مسائل صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ لکھ کر مکمل کر دیا گیا اس
 کی تکمیل کے بعد دوسرے رجسٹر کی اسی طرح مرتب کیا گیا۔

(۴) ایک جی منڈا اگر کوئی جگہ آیا ہے تو کمرست کو حذف کر دیا گیا۔

(۵) افلاک و کتاب کی اصلاح اگر بہت بد و بدیقین ہو سکی تو صحیح کر کے شائع کر دیا گیا اور جس مسئلہ
 میں صحت مشکل ہوئی اسے ترک کر دیا گیا۔

(۶) بعض جگہ صحت ضرورت فائدہ و حاشی کا اضافہ بھی انتہائی طرف سے ہوا۔

(۷) اگر کسی مسئلہ میں حق کو علمی طور پر کوئی شبہ ہوا تو دوسرے اکابر کے مشورے کے بعد اس کی اشاعت
 یا عدم اشاعت کا فیصلہ کیا گیا۔

اسلئے مذکورہ کے تحت صرف دو رجسٹروں کے فتاویٰ، ہمارے مفتی دیوبند کی آٹھ جلدوں میں
 شائع ہوئے تھے مگر ان میں ترتیب و ترتیب کا پورا اہتمام نہ ہو سکا۔ اور قلت و ساقی کے سبب

تعمیم بھی پوری نہ ہو سکی۔ اغلاط کتابت سب رو گئے۔ اب جمادی الاولیٰ ۱۲۹۲ھ میں اس کی طبع ثانی کے وقت برخود دار عزیز مولوی محمد رفیع مدد مدرس دارالعلوم کراچی سے اس کی کمر تعمیر کرائی گئی۔ وہ اس طرح کہ مفتی کی پوری آٹھ جلدوں کے سب فتاویٰ کو ابواب غنیہ پر یکجا مرتب کر دیا گیا۔ اور کہیں کہیں حواشی کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

انفرض جب مفتی صاحب کے فتاویٰ کی اشاعت کا فیال آ یا۔ حضرت سیدی حکیم الامت قدس سرہ سے بطور مشورہ عرض کیا۔ حضرت نے سنت پرند فرمایا اور اشاعت کی ترغیب دی۔ ساتھ ہی یہ مشورہ دیا کہ اپنے فتاویٰ کا ایک سلسلہ اس کے ساتھ شائع ہوتا ہے تو بہتر ہے۔ اور میرے تحریر کردہ فتاویٰ کا نام بھی حضرت قدس سرہ نے امداد المفتین تجویز فرمایا۔ کیونکہ خود حضرت کے فتاویٰ کا نام امداد الناس فی رکھا چا چکا تھا۔ اور پھر خاتما تھا۔ بعد میں جب فتاویٰ کا کام حضرت مولانا محمد امجد ظہیم کے سپرد ہوا تو ان کے فتاویٰ کا نام حضرت نے امداد الاحکام تجویز فرمایا۔ پھر مولانا عبدالکرم صاحب گتسل نے جب خاتما میں فتاویٰ کا کام شروع کیا۔ تو ان کے سلسلہ فتاویٰ کا نام امداد المسائل رکھا۔ اسی سلسلہ امدادیہ کے نفاذ کے ساتھ احقر کے محمود مسائل کا نام امداد المفتین رکھا گیا۔ اور ۱۳۵۴ھ میں بنام خاتما فی فتاویٰ کے دونوں سلسلوں کی اشاعت شروع ہو گئی۔ حضرت الاستاذ مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب کے فتاویٰ بنام عزیز الفتاویٰ اور احقر کے محمود مسائل بنام امداد المفتین شائع ہونے لگے۔ پندرہ سال بعد اللہ علیہ سلسلہ جاری رہا۔ اور دونوں سلسلوں کی آٹھ آٹھ جلدیں تیار ہو گئیں۔ اس تمام سعی میں عزیز الفتاویٰ کی اشاعت تراصل مفتی دہلوی۔ اور اپنی فتاویٰ کو شائع کرنے سے میرا مقصود یہ تھا کہ اہل ملک کی نظر سے گزریں گے تراصل ہو جائے گی۔ چنانچہ اب جلد اول و دوم کی طبع ثانی کے وقت یہ دونوں جلدیں حضرت مولانا عبدالکرم گتسل مفتی تھا۔ بعد میں اور مولانا محمد سعید صاحب مد ظہم مفتی منظر العلوم سہارنپور کے لیے پیش کیں حضرت مولانا محمد سعید صاحب مد ظہم نے کرم فرما کر ان کا شیعاب طاعت فرمایا۔ اور چند مواقع میں اصلاحی مشورے بھی تحریر فرمائے۔

جو اپنی اپنی جگہ بطور حواشی کے ثبت کر دیے گئے۔ اور بعض مواقع میں ان کے مشنوں کے موافق اصل کتاب میں ترمیم کر دی گئی۔ اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ احقر کے کثیر القدر فتاویٰ پر حضرت (میاں جی) مولانا اصغر حسین محدث دارالعلوم بھی نظر فرماتے تھے اور اہم فتاویٰ میں سید حیکم الامت قدس سرہ کی نظر اصلاح کا بھی شرف حاصل ہوا۔ مگر انہوں نے کام کرنے کے وقت اس کو اہتم نہ ہو سکا کہ ایسے سب

فتاویٰ پر ان حضرات کے دستخط یا کم از کم ان کی نظر سے گزرنے کی کیفیت کھردری جاتی۔ بعض پر کبھی کسی بعض پر نہیں۔ ہر حال اب ان حضرات اکابر کی نظر اصلاح کے بعد امید ہو گئی کہ یہ مجموعہ بھی ایک مفید مجموعہ ہو جائے گا۔

وما ذلک علی اللہ بجزیرۃ

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی خدمات و تعداد فتویٰ کی کثرت کے بارے میں مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کی یہ تحریر بہت اہم ہے۔

”آپ کے فتاویٰ کی جو چار جلدیں شائع ہوئی ہیں وہ بارہ سال (جب کہ آپ صمد مفتی دارالعلوم دیوبند تھے) کے مجموعی فتاویٰ کا پندرہواں حصہ بھی نہیں۔ اگر وہ سب فتاویٰ شائع کئے جائیں جو آپ نے اس تیرہ سالہ دور میں تحریر فرمائے تو وہ ساٹھ ضخیم جلدوں میں سما سکیں گے اور جو فتاویٰ اس زمانہ میں درج رہے ہیں جو آپ نے صمد مفتی دارالعلوم دیوبند کی حیثیت سے تحریر فرمائے ہیں پھر اس کے بعد ۱۳۶۲ھ میں جب آپ دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ ہو گئے۔ تو غلام و خاص کے بجز ثروت رجوع کے باعث اور حضرت مفتاویٰ کی ہدایت کی بناء پر افتاء کا سلسلہ اب بھی برابر جاری رہا۔ تحریری بھی اور زبانی بھی۔“

”افسوس ہے کہ ۱۳۶۲ھ سے ۱۳۷۱ھ تک (نوسال کے عرصہ میں) جو فتاویٰ جاری کئے گئے ان کی نقل جبرٹوں میں باقاعدہ محفوظ کی جاسکی نہ ان کی تعداد کا صحیح اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔“

۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۹ء تک آٹھ سال کی مدت میں دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء سے (حضرت مفتی صاحب مدظلہم کے قلم سے) ستر ہزار نو سو بارہ فتوے جاری ہوئے ان کے علاوہ مجلسی فیصلوں اور زبانی فتوؤں کی تعداد بڑے شاہد

(بھارت ہائڈرآباد میں عربیہ منہل پاکستان) (فتاویٰ دیوبند ج ۳ ص ۱۳۱)

اس سے پہلے نوسال اور بعد کے ستر سال کے فتاویٰ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ سال سے چند گھنٹے پیشتر تک یہ عالی خدمت جاری تھی۔ حمد للہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ

مفتی صاحب کے فتاویٰ کی اہمیت و قدر کا ہر کی نظر میں ہے۔ حضرت مجدد الملتہ نذیر اللہ مرقہ قدس اس زمانے کے رئیس الفقہاء اور امام المتقیین تھے۔ جس پر آپ کی فتویٰ کہیں شاہد صل میں حضرت مفتی محمد شفیع

رحمۃ اللہ علیہ کہ فتاویٰ کے بارے میں حضرت تھانوی قدس سرہ کا اہم و حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ کے لیے اس دور میں جس بڑی سند ہے۔ بارہ آپ نے متعدد مخطوطات کی فقہی تحریریں اور فتاویٰ میں سب سے زیادہ پسند حضرت مفتی صاحب کی علمی تحقیق کو فرمایا۔ کئی بار اپنے ذاتی معاملات میں ان سے استفتاء فرمایا اور اس پر عمل فرمایا ایک بار اس قسم کے ایک ذاتی معاملہ کے استفتاء کے جواب میں حضرت مفتی صاحب کے فتویٰ شے پر انہیں خط میں اقرار فرمایا۔ آپ کا فتویٰ بڑا اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و راز کو سے پڑھ کر خوشیاں ہوئیں۔ ایک تراس کی کہ علم حاصل ہو دوسری بات کی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے بعد بھی کام کرنے والے موجود ہیں۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کو حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ اور مفتی سائل پر تصویر اور تعریف کی عبارت کی مقام پر ملتی ہیں۔ تطویل کا اندیشہ ہے اس لیے مختصر قین عبارتیں نقل کرتا ہوں۔ حضرت مفتی صاحب کے رسالہ نیا پست الارباب فی غایت ہند پر مستقلاً تقریظ و عمل السبب فی فصل النسب کے نام سے تحریر فرمائی اس کے مرتب چند بیٹے و خوارجات کے لیے کافی ہیں ارشاد ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب نے یہ رسالہ لکھ کر میرے پاس بھیج دیا۔ مطالعت اس کی ناغیت کا مشاہدہ کر کے بے حد مسرت ہوئی اور دعا دی تھی۔ بہرحال یہ رسالہ کے کافی دانی ہونے کے بعد کچھ کہنے کی حاجت نہ تھی مگر چونکہ حلو ان کے تفاوت سے بھی بعض اوقات نفع میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے چند سطریں بصورت فوائد مقررہ کے لکھ کر اس واد کو پورا کرتا ہوں کہ آپ رسالہ کو پورا کر لیں پھر میں اس کا تمہہ لکھ دوں گا (جواب الف، ص ۱۱۱)

صحت قبل کے بارے میں حضرت مفتی صاحب کے ایک فتویٰ کی تصدیق و تصویب پر یہ الفاظ رقم فرمائے بعد الحمد والصلوۃ۔ میں نے اس فتویٰ کو دیکھا منذ زیر بحث میں کافی دانی پایا جس سے میں حنفی حنفی متفق ہوں اور سہولت تعبیر کیلئے اس کو تفسیر المقال فی تبیین الاستقبال لاعتق کر رہا ہوں ہوں آپ کے رسالہ وصول الانصار الی وصول الکفار پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اقرار فرماتے ہیں۔ مولوی محمد شفیع صاحب نے اصول تکفیر میں ایک مختصر اور جامع دافع و رافع رسالہ لکھا بعض اجزاء میں میں بھی اچھا تھا مگر ان کی تقریر و تقریر سے قریب مسد صاف ہو گیا وہ مختصر تبصیر صاحب کے نام سے لے اس کا نام رکھتا ہے وصول الانصار الی وصول الکفار

حضرت مفتی صاحب کی اس فقہی بصیرت اور فتاویٰ پر اعتماد کی وجہ سے حضرت تھانوی قدس سرہ

نے ہر ایک تصنیف کی ضرورت محسوس فرمائی اور اس نعل یا صنعت کی وجہ سے یہ کام نہ کر سکے تو اس نے تصنیف کا کام حضرت مفتی صاحب کے سپرد فرمایا مثلاً نبات اللباب والجرم الصوت اور میزان تجزہ وغیرہ اسی طرح احکام القرآن کا کام بھی دیگر علما کے ساتھ حضرت مفتی صاحب کے حوالے فرمایا اور ان بھون میں بلا کر پینے پاس رکھا اور اپنی نگرانی میں یہ کام شروع کر دیا اسی طرح اپنی بعض دیگر تصانیف میں ان کو کسی وجہ میں شریک فرمایا شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ کی مبادلت شان اور علمی مقام سے کون ناواقف ہے باوجود حضرت مفتی صاحب کے اساتذہ ہونے کے فائدہ کی جگہ اس میں ان پر عبور کرتے اور اس کام کو ان کے سپرد کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

”حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ اہل حق کے اساتذہ اور مرقی تھے مگر غایت قاضی سے فتویٰ کا کام اہل حق کے سپرد فرماتے تھے۔ اوزان شرعیہ پر آپ کا سال شاہنشاہ ہوا اور حضرت علامہ عثمانی نے تقریباً تصدیق فرماتے ہوئے ارقام فرمایا۔ برادر محترم جناب مولانا مفتی محمد شیعہ صاحب کایہ رمال میں نے مرصعہ مع محفوظ مستند ہوا اس قدر تحقیق و کاوش آپ ہی کا حصہ تھا۔ حق تعالیٰ الخیر سے مجھے اس کے ضمن سے اتفاق ہے۔ سیدی و سندی حضرت سید اہلسنت علامہ سید میلان ندوی نور اللہ مرقدہ اتفاق حضرت پاکستان تشریف لائے قیام پاکستان کے سلسلہ میں کوئی فیصلہ نہیں ہو رہا تھا دونوں حکمران کے علاوہ اور عثمانی اپنے ملک میں اس مسئلہ کو غایہ کرنا چاہتے تھے اس کا کش اور کشمکش کا فیصلہ اس طرح ہوا کہ ایک دن فیصلہ حضرت والا قدس سرہ کی خدمت میں حاضر تھا حضرت مفتی صاحب نے تشریف لائے باقول میں آپ کی بقوت اور بدوستان والہی کا تذکرہ چل نکلا۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا و لا سلام آکر مجھ بدوستان ہوا، سمجھ میں نہیں آتا، حضرت مفتی صاحب کی اتنی سی بات پر آپ کو پاکستان میں مستقل قیام اور ہجرت کے بارے میں شرح صد ہو گیا اور پاکستان میں مستقل نمبر کے کاغذ فرمایا۔ حضرت سیدہ الاقدس سرہ کی نظر میں حضرت مفتی صاحب کی فقہی رائے کی جو قدر تھی اس کا اندازہ وقت اس ایک واقعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس طرح بندہ کی موجودگی میں حضرت مفتی صاحب نے حضرت والارحمۃ اللہ علیہ سے جمعیت علماء اسلام کی صدارت قبول کرنے کے لیے فرمایا۔ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اولاً انکار فرمایا، حضرت موسیٰ کے اصرار پر فرمایا کہ جمعیت فدا شمس کی ہر اسے کو خود صاحب ہوا تھا، اس کے اثر کی وجہ سے قبول کرے گی

اس لیے صلوات قبول کرنا مشکل ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا ہمارے اکابر کا مسلک یہ ہے کہ حق بات قبول کریں اور غلط کر دو۔ اس پر حضرت والد رحمہ اللہ تعالیٰ خاموش ہو گئے گویا صلوات قبول فرمائی۔ رسالہ "اذعان شریعہ" کی تصدیق و تصدیق کے سلسلہ میں رقم فرمایا۔

"رسالہ مقدار شریعہ" نظریہ گذار بری ضروری تحقیق فرمائی۔ آپ اجازت دیں تو اس کی تصدیق و تصدیق میں شائع کروں میں خود اس میں بہت ترقی و ترقی ترقی کے حساب سے بچے فطرۃ نکاح و نیک اس کے کبھی اور کبھی از سر میلان ہوتا تھا مولانا سجاد صاحب مرحوم کی بھی تحقیق مولانا عبدالحی صاحب فاضل علی سے مختلف تھی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

حضرت تھانویؒ کے علاوہ دیگر بزرگوں کی سنی نمونہ کلمہ دہی ورنہ اس دور کے جملہ اساطین فقہاء اور مفتیان عظام حضرت مفتی صاحب موصوفؒ کی فقہیت اور فتاویٰ فریسی کی عمارت و کمال پر متفق تھے وذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء۔ عرض فقر و قادی میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت مفتی صاحبؒ جانشینی میں کرکھی کو کلام نہیں ہو سکتا۔

چونکہ بات چل پڑی ہے اس لیے فقر و قادی فریسی کے بارے میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بعض اہم اور ضروری تصانیف و رسائل کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کو اس فن شریف کی جس قدر خدمت کی توفیق عطا فرمائی تھی اس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ عصر حاضر کے ایسے مسائل جو موجودہ معاشرتی، نظریاتی، تمدنی، سیاسی و اقتصادی وغیرہ ضروریات سے پیدا کر رہے اور ان کی تفصیلات کتب سلف میں نہیں ملتی ان پر اپنے خارج رسائی فرمائی ہے اور بعض مضامین پر بار بار لکھا ہے اگر نئی تحقیق سامنے آئی یا علماء نے توجہ دلائی تو علمائے ربانیہ کی طرح اپنی سسے سے رجوع فرمایا۔ اس سلسلہ میں آپ کے بے شمار فتاویٰ کے علاوہ آپ کی مستقل تصانیف تحقیقی مقالات اور رسائل میں صرف فقر پر آپ کی تصانیف ایک سو کے قریب ہیں جن میں سے بعض چند صفحات پر مشتمل ہیں تو بعض سیکڑوں صفحات سے متجاوز ہیں۔ شانہ ہی زمانہ حاضر کا کوئی مسند جو جس پر فقیر الملک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اعلیٰ کے مطابق اپنی سسے کا اظہار فرما کر دینی اور فقیہی جہنم نہ فرمائی ہو۔ حتیٰ یہ ہے کہ بڑی بڑی اکادمیاں اس کام کے کرنے سے قاصر ہیں جو اس زاویہ شہر و کوشش بے گیم ہونے کیلئے کر کے دکھا دیا۔ ذلک من فضل اللہ علیہ وعلیٰ الناس وبنی۔ کثر الناس لا یشکرون دیوسف۔ اس کا شامت مسلمہ کے تمام طبقات اور خصوصاً جاہل

طبقاتِ تجاہل پاروں کو جانتا اور قدر کرتا۔ تو آج بعض نام نواز علماء اور العین کی کتابوں کی تلمیح نہیں
حق نہ سچ سے دور نہ کر دیتی۔ والی اللہ المشتکی و هو المستغاث۔

یوں تو حضرت مفتی صاحب کی فقیہانہ افتادہ طبیعت کی بناء پر ان کی اکثر کتابوں میں ان کا یہ
رنگ جھلک پڑتا ہے لیکن جو کتابیں اور رسائل فتاویٰ دیوبند (امداد المقتنین) کے علاوہ اہم ہیں ان کا
جہالی تذکرہ کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس برباد نشین فقیر نے امت کے خزانہ علمی و فقہی کو کتنا
گراں باریکا۔

۱۔ اعظام القرآن عربی۔ حضرت مخدومی نور اللہ مرقدہ کو مذہب حنفی سے جو شغف و اشتغال تھا
اس کا تقاضا تھا جسے بعض ایسے زمانہ کے حنفی مسلمانوں نے دیکھ کر دیا
تھا کہ فرقہ و مسلک حنفی کے اولیٰ کو قرآن و حدیث سے مزید مدد مل اور منفعہ کیا جائے اس کے لیے حضرت
نور اللہ مرقدہ نے حمائے کرام کی ایک جماعت کو مقرر فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب کی تحفیں یہ تھیں کہ
انہیں اپنے ہاں طوائف اور سورۃ الشعراء سے سورۃ النجرات تک کام سپرد کیا اور مسائل کے دلائل وغیرہ
خود بھی بیان فرماتے تھے اور حضرت مفتی صاحب اپنی جگہ پر اگر انہیں ہو جو مقدمہ کر لیتے تھے۔ (کہا قال
محدثی محمد اللہ تعالیٰ ازخیر برائے اپنی تحقیقات کے ساتھ انہیں یہ آیات کے ذیل میں جمع کرنے جاتے
تھے۔ اس سے اعظام القرآن کا دو کا نام انجام پڑا جس کو دیکھ کر انسان استعجاب و حیرت و مسرت
کے جذبات میں گم ہو جاتا ہے۔ بعض آیات کے ذیل میں تحقیق کا استنباط و استنباب، مزاج کی
کثرت مصنف کی احتیاط اور انصاف فقیہانہ شرف نگاہی و دقیقہ رسی مواد کو سمیٹنے ہوئے مستقل مسائل
کی صورت اختیار کر لیتی ہے جس کی داد وہی لوگ دے سکتے ہیں جن کا ان مباحث میں وقت گزرا ہو۔

فصل دوم فی تفسیر القرآن کی تفسیر اسمعیلیہ و تفسیر ابو الدیثمہ کے عنوان
سے ۴۸ صفحات پر دو مختلف فصلوں میں کی گئی ہے پہلی فصل کا نام "الاصحیح عن المذاہب" اور دوسری
فصل کا نام "کشف الغمار عن وصف الغیار"۔ ان فصلوں کی وسعت و غن و غلبہ و ارجحہ اولیٰ کا استنباط
اور قول فیصل مصنف کے علم و وقوف و فہم کے بارے میں قاری کو مسرت آمیز حیرت میں ڈال
دیتا ہے اور بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ شاید اب کوئی مصنف اس پر انداز نہیں کر سکے گا۔ یہ علمی
عجز پر سے سرگھٹنے میں کمال ہوا (اعظام القرآن ص ۲۲۰)

طوائف کا خوف قلم کو روکتا ہے ورنہ اس عجیب کتاب کے بعض مواد کو نقل کرنے کو بے اختیار
یہ حنفی کتابت پہل فرماتی دیوبند و امداد المقتنین، کو دیتا ہے۔

میں چاہتا ہے احکام القرآن جلد خامس و سادس دوسرے شمارے سورہ مجرات تک میں تقریباً چار سو عزائمات کے تحت علوم و معارف کا خزانہ جمع کر دیا گیا ہے جس کا اندازہ کتاب کے پڑھنے ہی سے ہوتا ہے مثلاً سیاحان علیہ السلام کے طریقے کی کوئی مثال نہیں ملے گی کہ تو اس کے تحت جس قدر کی ضرورت ہو گی اس کے تحت کیسے کیا گیا ہو سکتا ہے۔

نفاذ فرمائیے۔ ۱۔ الخلفاء معتز بن الدین۔ ۲۔ جواز ارسال الكتب الى المسترکین۔ ۳۔ رعایۃ الادب۔ ۴۔ ملوک مذہب۔ ۵۔ من ادب الکتاب ان کثر او دلت فی غافۃ۔ ۶۔ غافۃ فی الکتب سیاحان فی انی لسان کان فی اسی نظ۔ ۷۔ من السنۃ اتیم اسم الکتاب علی اسم الکتاب ایر فی الکتب۔ ۸۔ السنۃ تعذیم بلفظ علی مضمون الکتاب۔ ۹۔ يجوز دفع کتاب فی بعض آیات القرآن الی المشرک۔
(احکام القرآن ص ۱۹۰)

حقیقت ہے کہ یہ کتاب اسلام کے فقہی و علمی خزانہ کا ایک بیش بہا مفتی ہے۔

۲۔ جو اربعہ فقرہ دو جلدوں میں ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور اسم بالاسم ہے اس میں حضرت مفتی صاحب کے چالیس نادرفقیہی رسائل کو جمع کر دیا گیا ہے جو وقت کے اہم مسائل کے بارے میں عجیب و غریب محققانہ فقہی مباحث اور ان کے دینی احکام پر مشتمل ہے یہ مجموعہ حضرت مفتی صاحب کی فقہی بصیرت و ترقی رسی علمی عمق اور وسعت فنی و فوہم پر دلیل قاطعہ و شاہد ساطع ہے ہر رسالہ میں مسلک و دلائل قریب سے منقوع و مدلل فرما کر اس کے شرعی حکم کو انتہائی وضوح کے ساتھ بیان فرمایا ہے شراہتے واضح اور ان اتنی شلفہ ہے کہ قاری کے سامنے سے شک و ریب اور اشکالات کے پردے اٹھ جاتے ہیں اور مسئلہ اپنی حقیقت کے ساتھ اپنے اصل حکم میں جلوہ گر ہو کر تسلی و تسفی کر دیتا ہے اور دل گراہی دیتا ہے۔

اوجھڑوہ کہتا گیا اوجھڑا گیا دل میں

شریہ جو نہیں سکا کبھی دھوکے باطل میں

طراوت کا اندیشہ ہے ورنہ ایک ایک مضمون پر تفصیل بات کر کے اس کے مزید کیا جاتا۔
مجموعہ عزائمات اور محکمہ تعارف پر استغناء کہتا ہوں قارئین عزائمات کے تنوع اور بلقانونی ہی سے مجموعہ کی جامعیت اور وسعت و رنگارنگی اور صنف کی جامعیت و وسعت و فنی پر عبور کا اندازہ کر لیں گے۔
۱۔ رسالہ وصول الافکار فی اصول الکفر۔ یعنی تکفیر کے اصول۔

اس رسالہ میں افراط و تفریط سے بچ کر کفر و اسلام کا معیار بتایا گیا ہے اور اس بات کی وضاحت

کی گئی ہے کہ کیا کسی مسلمان کھڑے جانے والے شخص کو مدینہ راجہ ز اسلام کہہ سکتا ہے؟ اور وہ کونسی گمراہیاں ہیں جو انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہیں۔ مزید برآں اس شخص میں پیکر الہی، مہرانی اور خلفانی فرقوں کی صحیح دینی حیثیت بتائی گئی ہے۔ فقیر کے نزدیک ہمارے العصر حضرت شیخ الحدیث علامہ ابن کثیر قدس سرہ کی کتاب الفوائد کے بعد اپنے موضوع پر دودھ حاضر کا انتہائی جامع جامع و نافع بصیرت افزا رسالہ ہے جسے قدیم کے علاوہ جدید طبقہ کے ہر اس شخص کو پڑھنا چاہیئے جو کفر و اسلام کی حدود اور کفر کا مسئلہ سمجھنا چاہتا ہے۔

۲۔ تحذیر الامام عن تغیر رسم الخط من مصحف الہام یعنی قرآن کا رسم الخط اور اس کے احکام۔ اس رسالہ میں حضرت عثمان کے اتباع کے متعلق تمام مذہبی احکام جمع کر لیے گئے ہیں مزید برآں موجودہ دور میں مغربیت کے زیر اثر یا مقامی ان بلویوں کی وجہ سے جو بائیں طرف سے کسی بات میں ان سوالات کے جوابات بھی آگئے ہیں کیا حق پرلی جو حضرت عثمان کے مطابق ہے اسے اور کسی زبان کے کلمہ خط میں وہ کامل ہوا جنس روس ہو یا کوئی اور کھانا سکا ہے یا نہیں؟ اور کیا ایک صفحہ ایک کالم پر عربی تین قرآن کریم اور بالعقل ترجمہ کرنا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ان اموہ میں یہ رسالہ موجود دودھ کے حبس سے اشکالات کا کافی جواب دے گا۔

۳۔ حیاتیہ القرآن عن تغیر الرسم واللسان کیا قرآن مجید کا صرف ترجمہ بشع کیا جا سکتا ہے؟ اس مسئلہ کے بارے میں جو فیوض کی تقلید سے بعض مسلمانوں کے ذہن میں رغل میں آنے لگا ہے آثار الہیہ کے مآئید کی روشنی میں دافعی کیا گیا ہے۔ رسالہ اپنے موضوع پر قابل دید ہے آفریں و تنبیہ کے عنوان سے حضرات کا طرز و غرض پیش کر دیا ہے اور متعجب دین کے لیے سرور منیش اور آیت طہریت سے مسئلہ شخصی، دیگر شہر سوڈیٹھ سو سال سے یہ مسئلہ مقلدین اور غیر مقلدین میں محکرات اور ازیت اختیار کرتے ہوئے ہے۔ اس کے بارے میں مستقل رسائل لکھے جانے کا اہتمام رہا ہے۔ اپنے استاد حضرت مفتی عزیز الرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ کے تقلید کے بارے میں چند پیش کردہ سوالات، جواب حضرت مفتی صاحب نے اپنے زمانہ طالب علمی میں دیا تھا۔ طالب علمی کی یہ تحریر حضرت مفتی صاحب کی "استاذی" اور "پختہ کاری" کی دلیل یا چریت نہایت کی طرف مشیر ہونے کا واضح ثبوت ہے چند بعد کی تحریریں اور حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا ایک خط اور حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کہ چند افادات علیہ علی شامل کر دیے گئے ہیں

رسالہ برادری و بصیرت افزا اور تقلید کی اہمیت پر برائی مائع ہے۔
 ۵۔ اتمام الخیر فی الافتناء بذهب الغیور۔ دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کے حدود و اصل میں اہل
 علم اور اہل فتویٰ کی رہنمائی کے لیے اس موضوع پر عربی میں ایک یادداشت ہے جس کے آخر میں موضوع
 کے تحت سے دیے گئے ہیں کہ اگر کرنی تشرین اور راسخ العلم عالم اس بنایت نازک اور اہم موضوع پر
 کھنچا جائے۔ تو حدود و قیود کی رعایت کے ساتھ وہ اس مسئلہ کی شرائط کو مانع کر سکے۔ اہل علم کے
 یہ یادداشت بہت کارآمد ہے۔ کاش اہل علم میں سے کرنی شخص اس کام کو سمجھ لے اور آگے بڑھ لے
 جانی اقول کے لیے صدقہ جاریہ کے ثواب کے ساتھ نوازل و حوادث کے اس دور میں امت کی
 صحیح رہنمائی کرے۔

۶۔ فتویٰ جماعت اسلامی۔ جناب مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے بارے میں حضرت مفتی
 کا آخری فتویٰ ہے۔ مودودی صاحب کے عقائد اور کتب پر پچھلے چالیس سال سے مختلف علماء
 محققین نے کھنچا۔ مودودی صاحب نے انبیاء علیہم السلام صلی علیہ وسلم اور سلف صالحین کو جس طرح
 اپنی تقلید کا نشانہ بنایا ہے۔ وہ ہر دور و زمانہ مسلمان کا سینہ چھلنی کھنکھانے کے لیے کافی ہے۔ ہمارے حضرت
 الاستاذ علامہ سید محمد رفیع الرحمن رحمہ اللہ کے آخری عمر کے رسائل اوقات و المودودی اس بارے میں
 حرف آخر ہیں۔ حضرت مفتی صاحب اپنے انتہائی نرم و معصی زناج و محققانہ رویہ کے باوجود اپنے قلبی
 کرب کو روک نہیں سکے اور اپنی آخری فتویٰ نے اس فتویٰ میں ظہور فرمادیا۔ کاش مودودی صاحب
 عمر کے اس آخری دور میں کسی نام شفیق کی آواز پر لبیک کہہ کر اپنی غلطیوں کا اعتراف اور اعلان حق
 کر دیتے کہ **وَالْحَقُّ أَحَقُّ أَنْ يَتَّبَعَ**۔

۷۔ بیروہ شد کا فتویٰ اختلاف۔ یہ ایک نادر اس کا دیباچہ ہے جس میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا
 اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک مسئلہ کے بارے میں ایک دوسرے کی رائے سے علمی
 وجہ کی بنا پر شرع صدر نہ ہونے کی نسبت تھانوی کی بے نقاب اور حضرت مفتی صاحب کو شیخ کے آداب
 کی رعایت کے ساتھ مسئلہ میں اختلاف کا ذکر ہے جو آج کل کے زائفین اور تفریق کے لیے سر
 بصیرت ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ ادب و احترام کی جملہ حدود و قیود کو بے رخی رکھتے ہوئے بھی
 اہل علم کے درمیان اختلاف ہو سکتا ہے۔

۸۔ تقدیل لہادی فی تفہیل الایادی۔ درست برسی اور قدر برسی دسمبر ۱۳۳۴ء
 اس رسالہ میں پہلے حضرت شیخ محمد عابد سندھی کے ایک خطہ جس میں انہوں نے سب کی توفیق کی

ہے پھر انصاف اور اقرار فقہ سے اس بات میں اقباسات جمع فرما کر بے نظیر تحقیق کی گئی ہے رسالہ کا سبب کتابت بھی عجیب ہے۔ اور رسالہ بھی عجیب وغریب اور مندر میں قول آخر و احوال۔

۹۔ مرد و بیعت کی گئی اور اس کی شرعی حیثیت اور موجودہ دور میں علیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت کے نام پر یہ کلمات کا جو شیراع ہو رہا ہے اس بارہ میں قابل دید رسالہ ہے۔

۱۰۔ مرد و صلوة و سلام کی شرعی حیثیت اور ایک استغناء کا جو بے حد جس میں بعض ایماں کے گھٹنے ہوتے دور و سلام کے طریقوں کی خیر اور اس بارے میں صحیح عقیدہ اور طریقہ بتایا گیا ہے بڑا مفید رسالہ ہے۔

۱۱۔ مساجد کی نئی تشکیلات اور ان کے مفاد بہ اس رسالہ میں ایک استغناء کا جو بے حد جس میں مساجد کی اسلامی ہیئت کے باقی رکھنے اور موجودہ دنیا کے معابد اور دیگر ایسی ہیئتوں سے روکا گیا ہے جو مفاد پیدا کرنے والی ہوں۔

۱۲۔ نتیجہ المقال فی تصحیح الاستقبال۔ سمت قبلہ سمت قبلہ کی شرعی حیثیت اور سمت معلوم کرنے کے طریقے کے بارے میں ایک معجزہ کا احوال ہے جس کے ساتھ بعض دیگر حضرات کی تحریریں بھی شامل ہیں مشرقی صاحب کے قبلہ کے بارے میں غلطی کا بھی خوب رد آیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی ریاضی دہشت دانی کا بھی بہترین نمونہ ہے غمیوں کے ساتھ اسی صفات پر مشتمل ہے۔

۱۳۔ رفع الملامۃ عن الیقیم عندہ و یتیمۃ۔ اقامت کے وقت مفتی صاحب کھڑے ہوں اقامت نماز کے وقت امام اور امت ہی شروع اقامت کے وقت کھڑے ہوں یا بعد میں موزن کے کے کس کلمہ پر ایک ذوقی مسئلہ روزل طریقہ شرعاً نایاب میں افضل اور اول ہونے میں اختلاف ہے بعض مقلدوں نے اس مسئلہ کو بھی ماہا النزاع بنایا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اور آیت اللہ وفات سے اس کا محققانہ و منصفانہ اور علمی و فنی فیصلہ لکھا ہے جو بے طبقہ کے دیکھنے اور عمل کر کے جانتا ہے۔

۱۴۔ دفع النصار من احکام النصار۔ حرف ضار کا صحیح مخارج اور اس کے احکام و حرمت الفواد کا صحیح مخارج کیا ہے غار کے شاہرہ بہ نام وال کے اہل علم کے لیے چونکہ اس کا تلفظ صاحب ہے اس لیے یہ مسئلہ مدلول سے بحث کا موضوع بنا رہا ہے کہ کیا اہل علم اگر صحیح تلفظ کریں یا نہ کریں تراس کا کیا حکم ہے اور کیا صحیح مخارج کے اذان کرنے سے نماز ہوگی یا نہیں۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے علامہ آٹوی کا رد و المعانی سے ایک فتویٰ نقل کرنے کے بعد اپنے معلوم عقیدہ اور حرف

نہا ہی سے اس پر سیر حاصل اور مدخل بہشت کی سب اور آخر میں خلافت فتویٰ نقل کر دیا ہے۔ چونکہ
ہر نماز میں ضاد کا غلط ہونا ہے اور اس کی ضرورت شدید ہے اس لیے اسے اصل گنے دیا ہوں
تحریر فرماتے ہیں۔

۴ خلافت فتویٰ الغرض صرف فتاد اپنے مخرج و صفات کے اعتبار سے علماء حاصل ہوا ہے
دوسرے سے بالکل جدا ایک مستقل حرفت ہے اس کو جس طرح دال سے بدل کر (عوام کی طرح)
پڑھنا غلطی ہے اسی طرح علماء حاصل بدل کر (بعض قرار نہ ان کی طرح) پڑھنا بھی غلطی ضرور ہے لیکن
فساد نماز کے بارے میں فتویٰ اس پر ہے کہ اگر جان بوجہ کر ٹیپے پر دوائی سے وجودہ مد الفعل ہونے
کے لیے تغیر کرے کہ ضاد کی جگہ دال یا ظاد حاصل پڑے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بوجہ ناواقفیت
اور تیز زبانی سرزد ہو جائے اور وہ اپنے نزدیک یہی سمجھے کہ میں نے حرف ضاد پڑھا تو نماز صحیح ہو جائے گی
جس کا اصل یہ ہوا کہ عوام کی نماز تو بلا کسی تفصیل و تفتیش کے ہر صبیح ہو جاتی ہے خواہ ظاہر میں بالکل
زاد وغیرہ کیونکہ وہ قادر بھی نہیں اور سمجھتے بھی نہیں کہ ہم نے اصلی حرف ادا کیا ہے اور قرار مجبورین اور
علماء کی نماز کے جو انہیں تفصیل مذکور ہے کہ اگر غلطی تصدیق پڑے دوائی سے ہو تو نماز فاسد ہے اور سبقت
سانی یا عدم تیز کی وجہ سے ہو تو جائز و صحیح ہے (تنبیہ) لیکن نماز کے جواز و عدم فساد سے یہ ثابت
نہیں ہوا کہ سب حکم ہو کہ ہمیشہ غلط پڑھتے رہنا جائز ہوگی اور پڑھنے والے گناہ کا بھی ذمہ ہے بلکہ اپنی
قدت و گنہ گشتی کے موافق صحیح حروف پڑھنے کی مشق کرنا اور کوشش کرتے رہنا ضروری ہے ورنہ
گناہ گار ہوگا۔ اگرچہ نماز فاسد ہو اور جو براعتہ صلاۃ ۲۳۹، ۲۴۰ یہ رسالہ دیگر علماء کے فتاویٰ کے ساتھ مضمون
پر مشتمل ہے۔

۱۵۔ الامجدی فی حلیۃ العروۃ۔ فہر جامع عربی زبان میں کیوں ہے۔ (صفحت ۲۲)

جدید طبقت کے ژولید وہ غ کی یک کج یہ بھی ہے کہ خطیب جمعہ ملکی زبان میں ہونا چاہیئے اس
رسالہ میں اس کا کافی دشانی جواب ہے۔ رسالہ کی اہمیت کے لیے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ رحمۃ
کی تعظیمی الفاظ کا کافی ہے۔ بعد الحمد والصلوة میں نے رسالہ مولانا جامع کائنات سلمیٰ مولانا محمد شفیع صاحب
مدس مفتی مدس والعلوم دایرہ دار فیضہ نہایت شوق و رغبت سے دیکھ جیسا کہ ایک جہاں تک جہاں تک
سکتا ہوں کہ اس موضوع پر پہلے نظیر ہے اللہ تعالیٰ اس کو نفع اور شہادت کا دافع فرمائے نہ.....
۱۶۔ قنوت نازلہ۔ وعاد کا طریقہ اور متعلقہ مسائل۔

۱۷۔ احکام رمضان المبارک و مسائل زکوٰۃ مختصر رسالہ دس صفحات پر مشتمل ہے اور عامۃ الناس کے فائدہ کے لیے لکھا گیا ہے۔

۱۸۔ حکم الاسقاط فی حیلۃ الاسقاط (سات صفحات)۔ میت کی فوت شدہ نماز، روزہ و حج، زکوٰۃ اور دوسرے واجبات کی ادائیگی یا کفارہ کس طرح ادا کیا جاسکتا ہے جس سے وہ گناہ سے بیکار ہو جائے اس مسئلہ میں بعض عقلاؤں میں موجود حیلہ اسقاط کا مدلل شرعی رد کیا گیا ہے اور تقدیر نماز و روزہ وغیرہ کے صحیح مسائل و احکام درج کئے گئے ہیں۔ صوبہ برہم پور کے دیسی عقلاؤں میں اس رسالہ کی شہرت کی بہت ضرورت ہے۔

۱۹۔ رویت ہلال کے شرعی احکام۔ ۸ صفحات۔ یہ مختصر رسالہ حضرت مولانا حفص احمد عثمانی، علامہ محمد رفیع بنوری رحمہما اللہ تعالیٰ اور مفتی رشید احمد صاحب کے اشتراک سے امت کو اس مسئلہ کے بارے میں اقتدار سے بچانے کے لیے لکھا گیا حکومت اور عامۃ الناس سب کے لیے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔
۲۰۔ اشراج الأوقاف فی المحازین والمکاتیل۔ اذنان شرعیہ

۲۸ صفحات کا یہ مقالہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی کاوش، تحقیق و فقہانیت کا ایک عظیم و اہم اور قابل فخر شاہکار ہے جس کی دار اساطین علم نے دی ہے۔ اس مقالہ میں مدہم و بنار، مساع، ذرائع، میل و غیرہ کی مکمل تحقیق اور سر و تبار اوزان و پیمانوں کے مطابق ان کی تشریح و توضیح کی گئی ہے ہمارے جدیدہ ریاضی دان کا شہما سے ان بوریا نشین فضلاء کی ان غفرتوں کو جانتے اور قدر کرتے۔
۲۱۔ احکام عید الانبیاء و قربانی۔ یہ مختصر رسالہ ہے جو علامہ الناس کے فائز کے لیے عشرہ ذی الحجۃ کے فضائل، تجریر تشریخ، نماز عید، قربانی کے وجوب و احکام وغیرہ پر لکھا گیا ہے۔

۲۲۔ رفع الصلحی عن جلد و الاضاحی۔ چرم قربانی کے احکام اور بعض بریلوی علماء کے اس فتنے کے جواب میں ہے کہ چرم قربانی فروخت کر لینے کے بعد بھی اغنیاء کو دینا جائز ہے۔ دلائل قویہ سے ثابت کیا ہے کہ چرم قربانی فروخت کرنے سے پہلے تو خود بھی استعمال کر سکتا ہے اور اغنیاء کو یہ بھی دے سکتا ہے اور فقراء و مساکین پر صدقہ بھی کر سکتا ہے لیکن اگر وہ یتیم و یتیموں کے عوض فروخت کر دیا تو خواہ کی قیمت سے فروخت کیا جو اس کو صدقہ کو دینا واجب ہو جائے اور اس کا منہ ف صرف فقراء و مساکین ہیں اغنیاء کو دینا یا ملازمین و مددگاروں کی تنخواہوں میں دینا جائز نہیں۔ (۱۰ ص ۱۰)

۲۳۔ (لواقیت فی احکام الوقیۃ۔ یعنی مواقیت احرام اور ان کے مسائل) (صفحات ۲۸)
 اس رسالہ میں مواقیت کے بارے میں علمی و فقہی دلائل کے ساتھ عدد و حرم میں داخل ہونے والوں
 کے لیے احرام باندھنے کے مقام کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مشرق و ہندوپاک
 سے ہوائی جہاز میں آنے والوں کو تو جہاز پر سوار ہوتے ہی احرام باندھ لینا چاہیئے۔ بھری جہاز والے اگر
 ٹیلیم کے محاذ پر آتے یا نہ آتے تو بستر پر حضرت الاستاذ علامہ بڑی نور اللہ رحمہ اللہ کی بھی رہنمائی ہے
 اور حضرت مفتی صاحب کے نزدیک بھی احتیاط اسی میں ہے تفصیلات رسالہ میں دیکھی جاسکتی
 ہیں رسالہ اپنے موضوع پر خوب ہے۔

۲۴۔ منہج الخیر فی الحج عن العنید۔ حج بدل اور اُس کے احکام۔ (۲۳ صفحات)
 اس رسالہ کا اصل موضوع یہ ہے کہ حج بدل کرنے والا قرآن یا تمتع کر سکتا ہے یا نہیں ذیل میں
 دوسرے مسائل بھی جمع کر دیے گئے ہیں۔ حاصل فتویٰ یہ ہے جہاں تک ممکن ہو حج بدل میں افراد اقران
 کیا جائے۔ بعض مجبوروں میں تمتع کی بھی گنجائش ہو سکتی ہے۔

۲۵۔ عائلی قوانین پر تبصرہ۔ (۲۸ صفحات)
 یہ رسالہ صدر ایوب مرحوم کے دورِ اقتدار میں نافذ ہونے والے ان غیر شرعی عائلی قوانین پر دینی
 اور فقہی لحاظ سے ہمدرد گرفت ہے جس میں تیسرے کی میراث، تعدد ازواج، طلاق، جھڑپ
 کا نکاح، نکاح کا جبرائش وغیرہ پر فوری علمی و فقہی اور عملی تجاویز آگئی ہیں اور ان رسالے زمانہ قوانین کی شجاعت
 واضح ہو گئی ہے اور پھر قہارِ تباریز پیش کی گئی ہیں۔ کاش اہل حکومت عدلے ربانی تین کی اپنی مصلحت
 سفارشات کو مان کر اُمت کو غیر دینی قوانین کے ظلم سے بچاتی۔ رسالہ ہر قانون دان اور موضوع سے
 دلچسپی رکھنے والے کے لیے پڑھنے کے لائق ہے۔

۲۶۔ نابالغ کے نکاح میں سود اختیار۔ (صفحات ۸۸)
 یہ فتویٰ اس مسئلہ کے بارے میں ہے۔ باپ نے بچی کے مصالح کا خیال رکھ کر بغیر نکاح کر دیا ہو تو
 اس کے فسخ کی کیا صورت ہے۔

۲۷۔ ذہایات الامرب فی خایات النصب ۱۔ اسلام اور نبی اذیتا۔ (صفحات ۶۲)
 یہ نبی احکام کے بارے میں ایک اہم رسالہ ہے جس میں تین عزائمات پر علمی اور دینی بحث کی گئی

سچے دنیا ساداتِ اسلام کی حقیقت اور انساب اور پیشوں میں تغافل (۲) نسب پر تفاخر (۳) دوسرے انساب کی طرف جھکی نسبت کرنا۔ رسالہ مونس پر عجیب و مفید حدیث کا ذخیرہ ہے بعض کو تاہ فہموں نے رسالہ کے بعض عبارت کو نہ سمجھ کر شکایت کی تھی۔ اس کا جواب حضرت عکرمہ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "رفع الغلط لدفع الشطط" کے نام سے لکھا وہ رسالہ کے ضمیمہ کے طور پر پیش کر دیا گیا ہے۔

۱۲۸۔ حکم الزواج مع اختلاف دین الزواج۔ مختلف المذہب زوجین کے احکام۔ (صفحات ۲۱) یہ مقالہ حضرت تھانوی کی تالیف۔ ایملہ النازہ کا ضمیمہ ہے جو ان کے ارشاد پر لکھا گیا زوجین اگر مختلف المذہب ہوں یا ان میں کوئی مرتد ہو جائے۔ ان کی مختلف صورتوں کے احکام بتائے گئے ہیں۔ ۱۲۹۔ اعلام السؤل عن اعلام السؤل۔ علم نبوی کی تحقیق۔ (صفحات ۱۰) حضرت ائمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے بارے میں بعض عصری سوالات کا جواب اور جھنڈے کی تحقیق ہے۔

۳۰۔ طریق السداد فی عقوبۃ الازیاد۔ مرتد کی سزا اسلام میں۔ (صفحات ۱۵) اس مختصر رسالہ میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قادیانیوں کے اس غلط دعویٰ کی تردید کی ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔

۳۱۔ شریعت اسلام میں غیر مسلموں کے ساتھ معاملات۔ (صفحات ۱۵) اس رسالہ میں مقدمہ ہندوستان کے حالات کے پیش نظر غیر مسلموں کے ساتھ معاملات کی شرعی نوعیت اور حدود و قیود بتائے گئے ہیں۔ رسالہ بہت نافع و جامع ہے۔ ۳۲۔ وقایۃ المسلمین عن ولایۃ المشکین۔ ملکی سیاست میں غیر مسلموں کے ساتھ اشتراک عمل کی حدود شرعیہ۔ (صفحات ۵۴)

یہ رسالہ تحریک پاکستان کے زمانہ میں لکھا گیا یکم غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کے سیاسی حقوق میں جن فتنی مباحث پر مشتمل ہے اور جس کی تحقیق سے لکھا گیا۔ اس بنا پر دینی اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عظمت کے علاوہ ان کی سیاسی بصیرت کا بین ثبوت ہے۔ ۳۳۔ نور السراج فی احکام العشر والحزب۔ عشر و خراج کے احکام۔ (صفحات ۱۰)

یہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی کتاب "اسلام کا نفاذ برائے انسانی" کا چھٹا باب ہے لیکن
عشر و خراج کی حقیقت و مسائل کے بارے میں متقل حشیت لکھتا ہے اپنی نوعیت میں خاصہ
کی چیز ہے۔ اور اس عنوان پر اسلامی اقتصادیات سے ہر دو پچی لکھنے والے کے مطالعہ کے قابل ہے۔
۳۴۔ انتحابات میں دوث، دوث اور امیدوار کی شرعی حیثیت۔ (صفحہ ۷)

پہلے مرنوع پر جامع و مانع اور ناپیت مفید مباحث اور احکام پر مشتمل قابل دید مضمون ہے۔
۳۵۔ قانون اسلامی بابت پڑھ دوامی صفحات ۱۲)

دوامی اجارہ کے بارے میں طاہر شامی اور دیگر فقہاء کی عبارتوں جو کہ اکثر مضرب میں کے مطابق
کلام و تحقیق کرنے کے بعد اس مسئلہ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے مروجہ زیندیل
اور پڑھ دوامی کے بارے میں خوب رسالہ ہے۔

۳۶۔ زیندارہ بل۔ ۲۰ صفحات

غیر منقسم ہندوستان میں حکومت برطانیہ کی طرف سے زمینوں کی شخصی ملکیت کے خلاف
ایک بل پیش ہوا تھا۔ اس پر تنقید کے لیے یہ مقالہ لکھا گیا اس میں شخصی ملکیت کے بارے میں اسلام
کے موقف کو واضح کیا گیا تھا دیگر علماء کے فتاویٰ بھی ضمیمہ میں شامل ہیں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ
کے یہ مختصر افلاک آج بھی ہر مسلمان کے لیے اشتراکیت کے لیے سرگزیر ہے۔

۱۱۔ امنوس اس کا ہے کہ مسلمان جن کے ہاتھ میں قرآن مجید کا دور و روشن نظام ہے کہ بدعت
و تروکھا جاسکتا ہے کہ دنیا کا امن مجید اور ہر باشندہ ملک کو اطمینان اگر ہو سکتا ہے تو صرف اسی
کے تحت ہو سکتا ہے وہ بھی اس رو میں بہہ جاتا ہے کہ اشتراکیت کا اصول قرآن مجید
اور تعلیمات نبوی کریم سے مکمل بغاوت ہے جب شخصی ملکیت ہی کو جرم کہہ دیں تو پھر کزوة و بدعت
اور حج و اوقاف جن کا دار ہی شخصی ملکیت پر ہے اور جن سے قرآن و حدیث ہر پڑا ہے ان کا قہر
ہی ختم ہو جاتا ہے۔ غبار استیلا کے سوال ہی پیدا نہیں رہتا۔ اس اصول کی غایت خدا تعالیٰ اور
اس کے رسول سے مکمل بغاوت ہے۔

۳۷۔ رباحۃ لتقطیع من شراۃ لصنعة و لتایف۔ حق تفسیر اور حق بیکار کی شرعی حیثیت

(صفحہ ۴)

اس مختصر رسالہ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اپنی کسی تصنیف یا ایک بار کو کسی سے رجسٹرڈ کروا کر دوسروں کو اس کی اشاعت یا منسلک سے روکنا جائز نہیں۔ مندرجہ سرکاری درجہ نظم اور اشتراکیت پر بھی مختصر مفید نتیجہ آئی ہے۔ ۱۳۶۴ھ کی تحریر ہے۔

۲۸۔ احکام القمار۔ (صفحات ۲۰۰)

موجودہ دور میں معاملات میں طرح طرح کا جوا اور قمار کی صورتیں رواج پا گئی ہیں۔ اس رسالہ میں ان کی تشریح و ترمیم اور کتاب و سنت و فقہ کے مطابق ان کے شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ گھوڑ دوڑ وغیرہ کے بارے میں بھی فتویٰ لکھا ہے۔

۲۹۔ تفصیل الاحکام الملاس باع الفاسدة والعمال المحرام۔ ۱۰۰ جائز معاصات پر تصنیف کا ایک خاکہ صغریٰ۔

حضرت مفتی صاحب کی درودندہ دل نے مسلمانوں کی معاملات میں خلافت شرع کو آمیوں اور اسلامی قانون کے بارے میں غفلت کو نشیوں کو دیکھتے ہوئے ایک نہایت مفید کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا جس کا وجہ سے مکمل ہو سکا۔ مجرور کتاب کے عنوانات بہت اہم ہیں کاش کوئی اہل علم اس خاکہ میں رنگ بھر سکے اور سب سے اہم حضرت مفتی صاحب کے لائق صاحبزادے جناب محمد رفیع عثمانی صاحب ہیں

۳۰۔ اسلامی ذبیحہ۔ (صفحات ۵۶)

اسلامی ذبیحہ اور اس کے احکام کے بارے میں ایک نہایت ہی مفید، جامع و نافع مقالہ ہے جو موجودہ دور کے اسلامی ذبیحہ کے بارے میں اٹھائے ہوئے سوالات کا شافی جواب ہے۔

۳۱۔ احکام الخطاب فی بعض احکام الخلی و الخطاب۔ دارمی کے خطاب اور کثرات وغیرہ کے احکام (صفحات ۱۵)

دارمی کے لکھنے، کثرات، اس کی مقدار اور مختلف رنگ کے خطاب کے بارے میں ایک شائع و نافع رسالہ ہے جو ہر ایک کے دیکھنے کے قابل ہے۔

۳۲۔ تفصیل الکلام فی مسألة إلعانة علی المحرام (عربی صفحات ۱۰)

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے احکام القرآن (جلد خامس و سادس) کے ذیل میں آیات

قرآنی مرقلا رب بما أنعت علی فلن اکون ظمیرا للمجرمین کے تحت نظر و معیت کی اعانت اور اس اعتبار سے معاملات میں فساد کے بارے میں خطا کے تفصیلی احوال اس باب میں ملے تھے۔ بعد میں اس کا غنا و عدم الاستبانۃ بمعنی استب و الا حانۃ تراجم القرآن میں شائع ہو گیا۔ لیکن اصل رسالہ شائع نہ ہوا اس کی اہمیت کے پیش نظر اسے شائع کر دیا گیا ہے۔

۴۲۔ ناجائز کاموں میں تعاون کی شرعی حیثیت۔ (صفحات ۶)

مذکورۃ الصمد عربی رسالہ کا اردو خلاصہ مزدست کی وجہ سے شائع فرمایا ہے۔ بڑی مفید تحقیقات اور خیال افزا بالکل پرشکل ہے۔

۴۴۔ آداب الاغیاء۔ اخبارات و جرائد کی مذہبی ضرورت، اسلامی اخباروں کے لیے شرعی دستور العمل۔ (صفحات ۱۵)

موجودہ دور میں اخبار مبنی جس طرح گھر گھر عام ہو گئی ہے اور اس کے مفاد ہر جہد پھیل گئے۔ حضرت حکیم الامت ذواللہ مرقدہ نے اخبارات کی فراہمیوں پر اخبار مبنی کے نام ان مفاد کی نشانی دی فرمائی تھی اور صحیح اخبار نویسی کے اصول و ضوابط بتائے تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنی عبارت میں ان کو دوبارہ مرتب کیا اور حضرت محمد رفیع عثمانی سے کھڑائی کروائی۔ اردو سببوں اصول بیان فرمائے۔ بڑا مفید رسالہ ہے۔ کاش ہمارے اخبارات ان آداب کی کچھ رعایت کر لیتے۔

۴۵۔ القول السدید فی تحقیق میراث الحنفیہ المقلوب بارغام العنید۔ پوتے کی میراث (صفحات ۱۲)

موجودہ دور کے متجددین نے اسلام کے معتقد قوانین میراث کے خلاف ورزی کرتے ہوئے نام نہاد جہد کی نام پر تہم پوتے کی میراث کا فقرہ اٹھایا۔ حضرت مفتی صاحب نے ان تمام غلط دعویٰ اور مفالوں کا دینی اور فقہی اور عقلی لحاظ سے سکت اور ثانی جواب لکھتے۔ آخر میں دیگر حاکمی تصدیقات شامل کر دی گئی ہیں۔

حضرت مفتی صاحب ذواللہ مرقدہ کی فقہی تصانیف کو ایک تعارف نامہ جناب بارہ بکر مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے جواہر الفت کے آخر میں شائع فرمایا ہے۔ موصوفی کی مناسبت اور افادیت کی وجہ سے اپنے مضمون میں شامل کرا ہوا۔ گو اس کی کچھ رقم کی تحریر کے ساتھ اس کی شمولیت اس کے

ساتھ ریشم کا بیونہ ہی ہوگا۔ پہلی قین کتابوں میں سے، فتاویٰ، العلوم دیوبند اور احکام القرآن عربی کا ذکر و گنتہ چہیت قسری کتاب "اسلام کا نظام الامنی" کا ذکر مستعد آ رہا ہے اس لیے معنی رفیع عثمانی صاحب مفلک کی قسمت میں سے جو معنی کتاب ہے، یہ عربی زبانوں اور ترتیب کی صورت کی وجہ سے وہی نمبر برقرار رکھا ہے۔ حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب کا عنوان ہے حضرت مفتی صاحب کی مفتی تصانیف جو الگ کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں پھر، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔ ۲۔ احکام القرآن عربی، ۳۔ مدار کا نظام الامنی کا ذکر ہے پھر قدرت حسب ذیل ہے۔

۴۔ آلائت مبدیہ - اس میں لاڈل سپیکر، گرگرمون، نوٹوگرافی، ہوائی جہاز، ریڈیو، ایکس رے، ٹیلی گراف وغیرہ آلائت مبدیہ سے متعلق پیدا ہونے والے جدید مسائل کا شرعی، نیز ایٹم کے ہون میں خون پھینکے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

۵۔ آلہ مکتبہ الصوت - لاڈل سپیکر کو اذان، خطبہ اور نماز میں استعمال کرنے کے متعلق شرعی احکام، علمائے دیوبند، تھانہ بھون، سہارن پور اور دہلی وغیرہ کی قدیم و جدید تحقیقات کا خلاصہ و کافری فیصلہ پہلے یہ رسالہ الگ شائع ہوا تھا اب مندرجہ جدید کا جزو دین کر شائع ہوا ہے۔

۶۔ رویت ہلال - پاکستان اور دوسرے ملک میں یہ مسئلہ عرصہ سے معرکہ آلود بنا ہوا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے اس مسئلہ کی پوری تفصیل شرعی اصول کے مطابق لکھی ہے۔ چاند کے طالعے میں شرعی حقیقت اور متعلقہ شرعی احکام کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

۷۔ مسئلہ سود - سود کی شرعی تعریف، قدیم طرز کے مباحی سود اور جدید قسم کے تجارتی بنکوں کے سود کی منقل تحقیق اور عارضات کا جواب، قرآن مجید کے اندراجات انیس سو کے متعلق آئی ہیں ان کی مفصل تفسیر اور حرمت سود کے متعلق، ہم احادیث، سود کی دینی و دنیاوی خرابی و برابری کا مفصل بیان، اس موضوع پر نہایت شافی و کافی تصنیف ہے۔

۸۔ بیونہ زندگی - اس مسئلہ کی مکمل تحقیق شرعی اصول پر کی گئی ہے آخر میں دیگر علماء کرام کی تصدیق ہے۔ ۹۔ پراویڈنٹ فنڈ - پراویڈنٹ فنڈ پر نکتہ و تاہیب جوئے یا نہ جوئے کی تحقیق اور اس فنڈ پر سود کے نام سے ملنے والی رقم کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔

۱۰۔ اسلام کا نظام تقسیم دولت - سرمایہ داروں کی کمزور نم کے درمیان اسلامی نظام کا اعلیٰ و بہتر نمونہ

دو فیہ نظاموں پر نئی حیثیت سے بحث، اس موضوع پر بہترین مقالہ ہے۔

۱۱۔ اسلامی نظام میں معاشی اصلاحات کیا ہوں گی؟ اسلامی کو معاشی نظام کیسے ہے۔ اور اس سے موجودہ معاشی مسائل کیوں کر حل ہو جائیں گے؟ حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے اس سوال کا سادہ، عام فہم اور دلنشین جواب اس رسالہ میں دیا ہے، اس کے مطالعہ سے عام پڑھا لکھا انسان ایک نظریہ یہ جان سکتا ہے کہ اسلام موجودہ نظام معیشت میں کیا بنیادی تبدیلیاں لائے گا۔ اور سوشلزم کے برعکس اُن کے ذریعہ سرمایہ داری کی خرابیوں کو انداز کس طرح جوکے گا؟

۱۲۔ قرآن میں نظام زکوٰۃ، زکوٰۃ کے متعلق آیاتِ قرآنی کی تفسیر، زکوٰۃ کن اصول پر قائم ہے اور اس کے نصاب اور مصارف کا تعین اور شبہات کا جواب۔ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں حضرت محمد رفیع عثمانی نے زکوٰۃ کے مفصل احکام درج کئے ہیں۔

۱۳۔ اخصائے انسانی کی پیوندکاری۔ سرجری کے ذریعہ ایک انسان کا عضو دوسرے انسان کے جسم میں لگنے کی شرعی حیثیت کی مفصل اور مدلل تحقیق۔

۱۴۔ ضبط ولادت۔ اس کی شرعی حیثیت اور مرد و عورت کے خاندانی منصوبہ بندی پر شرعی اور اقتصادی حیثیت سے مکمل بحث ہے۔

۱۵۔ تصویر کے شرعی احکام۔ تصویر کشی اور استعمال تصاویر سے متعلق قرآن و حدیث کے احکامات اور مفصل احکام، فوٹو کی تصویر اور چھوٹی چھوٹی تصویریں اور آرمے دھڑکی تصویروں کے احکامات مع جوابِ شبہات۔

۱۶۔ ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں۔ کفر اور اسلام اور مسلم و کافر کی شرعی تعریف کسی انسان کو اسلام سے خارج کرنے میں کیا اعتبار لازم ہے۔ اس کے کیا اصول ہیں؟ اہل قبلہ کو کافر نہ کہنے کی مکمل تشریح اہل قبلہ کے معنی، قرآن و حدیث کے دلائل اور صحابہ و تابعین اور ائمہ دین کی تصریحات نہایت تفصیل سے لکھی گئی ہیں۔ یہ کتاب درحقیقت حضرت علامہ سید محمد امجد شاہ صاحب قدس سرہ باریق صمد قدس ذیالعلوم دیر بند کی ضخیم کتاب الکفار الملعونین کا اردو میں خلاصہ ہے۔

۱۷۔ آداب سفر مع احکام سفر۔ سفر شرعی کی تعریف، مسافر اور مسافر کے احکام، آداب مسافر و عیسیٰ جو احادیث اور کتب سے جمع کی گئی ہیں۔

کا نام "امداد المقتبین" ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم کے مندرجہ ذیل رسالہ "امداد المقتبین" کا جز ہی کر شائع ہوئے ہیں۔

۲/۱۔ الإفصاح عن تصرفات المحرم والمفاح۔

مقتات وراواح کے تصرفات کے متعلق تحقیق (امداد المقتبین کتاب الایمان والعقائد)

۲/۲۔ روع الناس عن محدثات الأعراس۔ مروجہ عروس منارات کے شرعی احکام ہذا امداد المقتبین۔

کتاب الایمان والعقائد، تہذیب عانتہ

۲/۳۔ ما مولى القول في ظل الرسول۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ پڑتا تھا یا نہیں اس کی تحقیق (امداد المقتبین کتاب السیر والمناقب)

۲/۴۔ موزوں پر مسج۔ یعنی رسالہ نبیل الکرم فی المسج علی الجوارب۔ جس میں کپڑے کے موزوں پر چڑھ چڑھا کر مسج کرنے کے متعلق مفصل تحقیق ہے کہ کس صورت میں مسج جائز ہے کس صورت میں جائز نہیں۔ (امداد المقتبین کتاب الطہارۃ)

۲/۵۔ احکام لإعلام بالتكيد وإعلام۔ مجتہدوں، تراویح اور نوحوں وغیرہ کے نزدیک لوگوں کو نذر کے لیے اٹھانا اس کے متعلق حکم شرعی۔ (امداد المقتبین کتاب الصلوٰۃ)

۲/۶۔ تنقیح لمغال في تصحيح الاستقبال۔ اس میں سمت قبلہ سے متعلق علماء مشرق کی پیدا کردہ غلطیاں کا واضح جواب بھی ہے اور اس مسئلہ کی مثبت اذانیں مکمل تحقیق بھی۔ فتاویٰ دارالعلوم میں اس کا صرف دو حصہ درج ہے جو حضرت مفتی صاحب مدظلہم کا تحریر فرمودہ ہے اور جواہر الفقہ میں اس حصہ کے علاوہ بعض دیگر علماء کے مقالات بھی اسی کے ساتھ شامل کیے گئے ہیں۔

۲/۷۔ القول القريب في اجابة الاذان بين يدي المخطيب۔

جمعہ کی اذان کا جواب دینا اور بعد کی دعا پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ اس مسئلہ کی ذمہ داری تحقیق۔

(امداد المقتبین۔ باب الحجۃ والعبادین)

۲/۸۔ اماطة التشكيك في اناطة الزكاة بالصليك۔ زکوٰۃ کا مومن زکوٰۃ کی رقم تملیک کے بغیر خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ اور ادا زکوٰۃ کے لیے تملیک ضروری ہے اس مسئلہ کی مفصل اور متل بحث اس رسالہ میں بیان کی گئی ہے۔ اور شبہات کا جواب دی گئی ہے۔ (امداد المقتبین کتاب الزکوٰۃ)

۱۲/۴۱۔ انجلیش سے روزہ دار نہ ہو۔ نہ کی تحقیق۔ اور نہ کہ یہ میرا اصل قابل بحث مسئلہ ہے۔
(ادارہ المفتین، کتاب الصوم)

۱۲/۴۵۔ خیر الامور فی قدر المسعود۔ عورت دیکھ کر ہرگز نہ متعلق کھل تحقیق۔
(ادارہ المفتین، کتاب النکاح، باب الجناز والمهر)

۱۲/۴۶۔ افحاشة العرف مقام الثبوت فی سقوط بعض الحقوق، باسناد۔ عورت کی سکوت سے
مہر معاف ہوگا کہ نہیں؟ اس مسئلہ کی تحقیق یہ کہ نہیں ہے۔ یہ بحث بھی آگئی ہے کہ اگر کسی کی معافی ہے
یہ دافع کا سکوت بیان کے قائم مقام کہ ہوگا، کہ نہیں۔
(ادارہ المفتین، کتاب النکاح، باب الجناز والمهر)

۱۲/۴۷۔ رفع نفوس فی حکم یمین مؤبہ ونفوذ۔ اگر طلاق کر کسی کام کے نہ کرنے پر متعلق کیا تو کہ
بیک نہ کرنے سے طلاق واقع ہوگی۔ اس مسئلہ کی مکمل تحقیق۔
(ادارہ المفتین، کتاب الطلاق)

۱۲/۴۸۔ حکم الانصاف فی الطلاق الغیر افضاف۔ شوہر نے جس طلاق کی منافی بیوی کی بجائے اپنی
طرف کی ہو۔ وہ واقع ہوگی کہ نہیں؟ اس کا مفصل مدلل حکم، یہ رسالہ درحقیقت حضرت مولانا
انور شاہ کشمیریؒ کی تصنیف ہے۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے اُسے تبرک و افادہ کے لیے
ادارہ المفتین کا جز بنایا ہے۔ (ادارہ المفتین، کتاب الطلاق)

۱۲/۴۹۔ نيل اسرام فی حکم المسجد یعنی بالہائی الحرم۔ اہل حرام مسجد کی تعمیریں گناہ کی مختلف
صورتیں اور ان کا حکم۔ (ادارہ المفتین، کتاب الوقف)

۱۲/۵۰۔ الاودی بالقبول فی وقت انعامہ علی الارض المنقول۔ لا وارث زمین پر حکومت قبضہ
کر کے کسی کو دیسے اس کو وقت کرنے کے احکام۔ (ادارہ المفتین، کتاب الوقف)

۱۲/۵۱۔ توضیح کلام اہل اللہ فی ما اہل بہ غیر اللہ۔ بتوں یا قبروں کے نام پر پھوٹے ہوئے
جانوروں کے متعلق شرعی احکام۔ (ادارہ المفتین، کتاب الصيد والذبايح)

۱۲/۵۲۔ سبۃ تعلیم یعنی العاقلۃ الرضیۃ فی سجدۃ الخیۃ۔ سجدۃ تعلیم کے متعلق مفصل بحث و تحقیق۔
(ادارہ المفتین، کتاب المحطرات والاباحۃ)

۲۴ - اشباع کلام فی معرفت لصدقہ من اہل حرم - مال حرام کو صدقہ نہ کرنے کے متعلق مفصل فقہی
ادوار المقنین - باب ارباع فاصد و مال حرام -

وہ فقہی رسائل جو احکام القرآن عربی کا جز بن کر شائع ہوئے ہیں

یہ رسائل عربی زبان میں ہیں ان کا ترجمہ انگریزی میں ہوئے کہ انشاء اللہ انوریت کا ترجمہ اور وسیع ہو جائے
بہر تفصیل الخطاب فی تفسیر آیات الحجاب - فقہروں کے ہر دے سے متعلق یعنی آیتیں قرآن کریم میں
آئی ہیں۔ ان سب کی تفسیر اس رسالہ میں کی جا رہی تھی۔ اور پروردگار شریف سے متعلق بائیں سے زیادہ
روایات حدیث اور صحابہ و تابعین اور اندریں کے ارشادات جمع کر کے ہر دے کے احکام مثل و مفصل
بیان کئے گئے ہیں اور حق نفس کے شبہات کا شافی جواب دیا گیا ہے۔

۲۵ - السی الحلیث فی تفسیر لہو الحدیث - آیت قرآنی "وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ بِمَدِينَةٍ"
کی ميسو تفسیر ہے۔ جس میں گناہ بچنے اور سماع کی مفصل بحث ہے۔

۲۶ - کشف الرب عن علو الغیب - یہ علم غیب کے مناسبات قرآنی ارشادات پر مبنی اور ائمہ
فقاء و صحابیہ کی تحقیقات کا مجموعہ ہے۔

۲۷ - تکلیل الجور بسبایع اہل القبول - اس میں سماع نوری کے مکرر انوار مشرق پر قرآن و سنت اور
اندریں کے ارشادات کی روشنی میں تحقیقی بحث کی گئی ہے

۲۸ - کشف الغناء عن وصف الغناء - اس میں غناء و غناء امیر اور متبعی کے بارے میں قرآنی آیات
کی تفسیر اور احادیث کی تشریح کر کے نیکو مدلل کیا گیا ہے۔

۲۹ - اماطة الشغب فی کراہة المہو واللعب - اس میں متعطلیوں کے احکام قرآن و سنت
کی روشنی میں جمع کئے گئے ہیں۔

۳۰ - تنقیح کلام فی احکام القسوة والسلام - یہ رسالہ آیت "ان الله وملائکته یستلوی علی النبی"
کی ميسو تفسیر ہے۔ جس میں درود و سلام کے احکام تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

یہ کل پچاس فقہی تصانیف ہیں علاوہ انہیں پینتالیس فقہی رسائل جو اب دفتر میں آگئے ہیں اس طرح
صرف فقہی موضوعات پر حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی تصانیف کی کل تعداد پچاس ہو گئی۔ اور یہ بھی
موجودہ تلاش و جستجو کا نتیجہ ہے جو کتا ہے۔ کچھ اور رسائل بعد میں مل جائیں۔ جن تک برس و تہہ نہ کہ

تقریر ہو۔

یہ سب تصانیف حضرت داؤد ابجد مدظلہ کی فقیہانہ بصیرت کا ناقابل فراموش گواہ اور اس صدی کا عظیم علمی سرمایہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ طالبانِ علم و عمل کو ان سے ہمیشہ استفادہ کی توفیق بخشے اور محقق کو بھی ان طالبانِ علم و عمل میں شامل فرمائے۔ وما ذلک علی اللہ بھین۔

اسلام کا نظام اراضی مع فتوح الہند احکام اراضی پاکستان و ہندوستان

حضرت مفتی صاحب زادہ مدظلہ کی غیر کتابوں میں اس کا شمار کیا جاسکتا ہے۔ خوراک ایک بار فقیہ سے فرمایا تھا کہ اس کتاب پر مجھے بہت زیادہ محنت کرنی پڑی ہے۔ مسلمانوں کے عہد کی ہندوستان کی پوری تاریخ، مسلمان فرمانرواؤں کے فرامین و فیروہ تلاش کرنے اور پڑھنے پڑے؛ اور حقیقت یہ ہے کہ کرنی ایک نفل محقق بھی ایسی کتاب پر فخر کر سکتا ہے۔ علامہ مناظر اس گیلانی کے یہ الفاظ اس کتاب کی فیضیت و افادیت کے لیے کافی ہیں۔ کہ "ارضی کے متعلق اسلامی و تاریخی میں جو منفرد معلومات پائے جاتے ہیں مولانا نے وہیں اور علم و فن کی بڑی خدمت ان معلومات کو اس کتاب میں جمع کر کے انجام دی۔ جہاں تک خاکسار کی رسائی سے اس کی بنیاد پر کہہ سکتا ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق جو ہر معلومات تقریباً اس کتاب میں سمٹ گئے ہیں مجھے اس کی بھی خوش ہوئی کہ قرآن و سنت اور فتنی کتابوں کے ساتھ ساتھ مولانا نے تاریخ اور معاشیات کی کتابوں کی معلومات سے مسائل کے حل کرنے میں بجائے استراذ کے کافی نرد و لٹایا ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے اس کتاب میں ارضی کے متعلق جس اربعہ باب و اختوار سے کام لیا ہے وہ انہی کا مقصد ہے کتاب کا پہلا حصہ حجہ البراب پر مشتمل ہے جس میں تقریباً ڈیڑھ سو کے قریب ذیلی مضامین ہیں۔ البراب یہ ہیں۔

باب اول :- تمام دنیا کے لیے اسلام کا فرق اراضی۔

باب دوم :- مشفقہ ہندوستان کے اراضی و احکام۔

باب سوم :- انگریزی عہد میں اراضی ہند کی حالت و فیروہ سے متعلقہ احکام۔

باب چہارم :- تقسیم ہند کے بعد اراضی پاک و ہند کے احکام۔

باب پنجم :- اراضی اوقاف

باب ششم :- عشر و خراج کے احکام۔

دوسرا حصہ فقہ البند پر مشتمل ہے۔ اصل کتاب اسلام راضی کے کہنے کے سلسلے میں حضرت مفتی محمد
کوچہ آبادی کتب کے ذخیرہ کو کھنگان پڑا۔ اور اسلامی دور کی فتوحات کی تاریخی حالت آتی سے مفتی صاحب
کے قلم فیض پر غنیمت فوج الہند کے نام سے جمع فرما دیا ہے۔ کتاب کا یہ حصہ بھی مفید و عجیب و دلچسپ
معلومات پر مشتمل ہے۔

مگر حضرت مفتی صاحب کا مقصود تاریخ نگاری نہ تھا۔ لیکن فتوحات اسلامی کے سلسلے میں ایسی نایاب
تفصیلات آگئی ہیں۔ جن سے معاصرانہ نہیں خالی ہیں۔

اسلام کا نظام اراضی ہماری فقہ و قانون کے جاننے والوں، تاریخ دان طبقہ اور اقتصادی ماہرین کے
لیے بھی معلومات علمی اور فوائد سفر کا ذخیرہ ہے۔ کم فہمی کہتے ہیں اسی قدر دلچسپ ہوں گی۔
حضرت مفتی صاحب کی دیگر اہم تصنیفات: حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی دیگر سواسو سے
زائد تصنیفات میں چند اہم تصنیفات کا تذکرہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

تفسیر بیان القرآن :- حضرت محافی رحمۃ اللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے جامع العلوم اور جامع المعانی
والفضائل بنایا تھا۔ آپ ہر دینی علم و فن سے فطری مناسبت اور اس میں مہارت و کمال کا درجہ رکھتے تھے۔
آہم آپ کو جن علوم میں خاص الخاص مہر و تفصیلت حاصل تھی۔ وہ فقہ و تفسیر اور حدیث و تصوف تھا
آپ کا تفسیر کا لکھ اللہ تعالیٰ کی خاص مہبت اور عطیہ تھی۔ آپ کے چار نگوسے اوپر مراعات اور مہنات
کے بے پایاں و فائز تفسیری فوائد کے بیش بہا جواہر سے مالا مال ہیں اور ان میں بعض ایسے قیمتی اور نایاب
افادات ہیں۔ جن سے بڑی بڑی ضخیم تفاسیر خالی ہیں۔ آپ کے بعض مستفیدین اور ان کے تلامذہ نے
ان میں سے بعض افادات کو مستقلہ جمع بھی کیا ہے۔ لیکن ہنوز وہ کار تشنہ تکمیل ہے اس سلسلہ میں
آپ کا بڑا کارنامہ اردو کی اشرف التفاسیر تفسیر بیان القرآن ہے جو بارہ جلدات پر مشتمل ہے۔ اردو
ترجمہ و تفسیر کے علاوہ حلق افادات کے نام سے اہل علم کے ایک نفع مند و بزرگست و اعجاز و تفسیر
کے نکات مستقلہ شامل ہیں۔ اس تفسیر کی تحریرات اور تصحیف حضرت علامہ شاہ کشمیری رحمۃ اللہ
سید الملک علامہ سید سلیمان ندوی جیلو اسلامیہ کو رکھے ہیں۔ لیکن یہ تفسیر اپنی منہدی پرواز کی وجہ سے عام
کے استقامت سے اونچی ہے علامہ کو اس کی افادیت خاصہ کو عام کرنے کا خیال یا فقیر کے مرنے اول
اوشیح قیم حضرت سید الملک ندوی رحمۃ اللہ مرقدہ نے بندہ کی آخری معجزی کے اگست ۱۹۵۲ء میں فرمادیا تھا۔

کہ اگر کرنی اس سائنس میں آجائے تو جی بہت سبب ہے کہ "بیان القرآن" کو ہر لوگوں کے مفاد کے لیے آسان زبان میں لکھا کرادوں۔ اور اس کا نام "تفسیر البیان" رکھوں فقیر نے آدھ لکھ کر سعادت سمجھا کر عرض کیا کہ اگلے سال ایم۔ اے سے فارغ ہو کر حاضر ہو جاؤں گا لیکن تقدیر الہی کو منظور نہ تھا حضرت کے وصال نے اس منصوبہ کو پورا ہونے نہ دیا لیکن کارکنانِ قضا و قدر کو کچھ اور بھی منظور تھا۔ اور اس عظیم کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست خواجہ تاج حضرت مفتی محمد شفیع قدس سرہ کو منتخب فرمایا تھا جن سے قدرت نے بغیر کسی پہلے طے کردہ منصوبہ کے یہ کارے کیا اور ظاہری صورت یہ پیش آئی کہ ریڈیو پاکستان والوں نے جمعہ ۳ شوال ۱۳۶۲ھ مطابق ۲ جولائی ۱۹۵۴ء کو حضرت مفتی صاحب سے اتنا س کی کہ وہ ہر جمعہ کو ریڈیو پاکستان پر قرآن کریم کی خاص خاص آیات کی تفسیر معارف القرآن کے نام سے کر دیا کریں۔ یہ سلسلہ شروع ہوا اور تقریباً دس سال تک جاری رہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی کو حضرت مفتی صاحب کی اس عظیم الشان اور شہرہ آفاق تفسیر کی تمہید و پیش خیمہ بنا دیا ہے۔ جو اب اردو کی اُچس تفسیر تفسیر "بیان القرآن" ہونے کے بعد وہ بے شمار ایسے مستند مفتی ماسک القرآن پر مشتمل ہے۔ جن کی نظیر دوسری متداول تفسیر میں نہیں ملتی۔

بھو اللہ تعالیٰ ! اللہ تعالیٰ نے مفسر مقام کی بابرکت زندگی میں ہی اس تفسیر کی تکمیل کا عظیم عہدہ آپ میں کرادی جو ۵۶۶۴ صفحات پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات ہی میں اُسے خواص و عوام میں قبولیت بخشی۔ غور کیلئے صرف اخص الخواص میں سے ایک شخص کی رائے

پیش کرتا ہوں اہل علم سے استاذنا بوقت العصر سید محمد یوسف البنوری نور اللہ مرقدہ

بینیۃ البیان فی شئی من علوم القرآن کے جدید ایڈیشن میں نئی تفسیر پر تبصرہ کرتے ہوئے حارف القرآن کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں۔

اول:- معارف القرآن للأستاذ الکبیر مفتی	پہلی تفسیر ان جدید تفسیر میں استاد ذکیر مفتی
الاکبر مولانا الشیخ مفتی محمد شفیع	عظیم مولانا شیخ محمد شفیع دیوبندی کی آخری جلد میں
الدیوبندی طالت حیاتہ المبارکۃ فی	ہے جس کا مدح حکیم امامت شیخ مولانا تقی کی
عافیۃ فی ثنائی مجلہات مکتبہ	تفسیر بیان القرآن ہے جسے حضرت مفتی صاحب نے

کی نقابستہ اور دینی مسائل سے شغف ہر جگہ ان کا ساتھ دیتے تھے۔ جس کا یہی ثبوت اس تفسیر کے وہ بیان کردہ مسائل جس جوہر آیت کے ذیل میں مندرج ہیں۔ غالباً حضرت مفتی صاحب نور اللہ مدظلہ کی یہ دینی و قرآنی خدمت جس کے لیے طرغیہ الرفات کے زمانے میں جو افاقوں کے ساتھ کئی مسائل پر مقدمہ کیا، ان کی مہلت طلب فرماتے ہوئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کی قبول و مبارک زندگی کے عظیم ترین کاموں میں شمار ہوگی اور شاید ان کی تصنیفات میں سے اُمت کو سب سے زیادہ نفع اور دائمی فائدہ دہی تصنیف کہیں ہے اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مدظلہ کے اس کا نامہ کر ان کے درجات کی بلندی کا سبب اہد آبد الآباد ملک صدقہ جاریہ فرمائے۔ اور اس سے استفادہ کی اُمت کو توفیق دے۔ اُردو کا دینی کتب خانہ اس عظیم و مفید اور سہل و منفیہ تفسیر سے مالا مال اور ایک بے بہا کتب خانہ بن جائے گا۔

التصنیف بے اکتاف توفیق نزل المیسرہ اور طائیفی استعار کے معجزہ و پروردہ متنبی۔ سیلہ کذاب مرزا غلام محمد قادیانی کے بلند بآگ دعاوی باطلہ، دجل و قیس، احمق باطل و باطل محی اور تحریفات سے علمائے اُمت اور مد مندان اُمت کے قلوب کو بے یمنی اور بے قرار کر دیا تھا۔ مختلف اوقات میں اس کے مختلف دعوے، کبھی نقلی نبوت، کبھی برہمنی نبوت، کبھی نبوت کاٹھ کبھی نبی مرسل، کبھی افضل الرسل، کبھی مسیح مرعد، کبھی مدعی معبود غرض مرزا صاحب کے متون مزاج کی رنگارنگی ان کے دعوؤں سے ظاہر ہوتی جاتی تھی۔ اور ساتھ ہی وہ اُمت کو مسلح حقائق، ختم نبوت، نزول مسیح، ظہور مدعی کا انکار اور اس پر دلائل فاسدہ کا طوفان جمع کرتے جلتے تھے مرزا صاحب کے ان غلط اور جھوٹے دعوے جس کی حقیقت علی سطح پر ہزیمات و ہزیمات سے زیادہ نہ تھی۔ انگریز کی سرپرستی میں جاہل اور دنیا پرست اشخاص کی گڑبڑ کا سبب بننے لگی اور یہ قیام و جل بست سے سادہ لوح انسانوں کی گڑبڑ کا سبب بن گیا۔ ان حالات میں اُمت کا جو طبقہ مقابلہ کے لیے علمائے میدان میں آیا اور ”مرزائی ٹولہ“ کے ”تار عنکبوت“ کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا اس کی صفت اول کے زعماء میں امام العصر محدث جلیل علامہ سید ابوالحسن علیہ الرحمۃ رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ جنہوں نے کئی کتابیں تصانیف کی تھیں کہیں۔ مرزا صاحب کا یہ دعوے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علی نبیائہ و علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا چکے ہیں۔ اور ان کا نزول دوبارہ نہیں ہوگا۔ اس بارے میں حضرت کشمیری نور اللہ مدظلہ نے پہلے ایک کتاب ”حقیقۃ الإسلام فی حیاة عیسیٰ علیہ السلام“ و رضوان المبارک ۱۳۴۳ھ میں لکھی اس کتاب میں انہوں نے

حیاتِ مسیح میرا ستارہ امدان کے نزول کے بارے میں قرآن کریم کی آیات اور اس سے استنباط اور اشارات قرآنیہ پر گفتگو فرمائی۔ احادیث کا استماع نہیں کیا گیا۔ نہ انہیں بنیاد بنایا گیا۔ استطرذ احادیث مبارکہ ذیل طرز پر آئیں اس ساتھ آپ نے ایک دوسری کتاب کا مراد اکٹھا فرمایا جس کے متعلق ارشاد فرمایا :-
 وفردت جزؤ آخر لیسرد و اخبار والا نادر مستویة محصاة (نفعۃ العبد حمید ص ۱۶)

اس رسالہ کا نام "التقریر بآقا ترقی نزول المسیح" رکھا اس کے بارہ میں حضرت اقدس مہر محمد رفیع البھٹوی فرماتے ہیں :-

"التقریر بآقا ترقی نزول المسیح" رسالة لطيفة
 حکمت فی ۱۴۴ صفحه جمع الشیخ احادیث
 نزول عیسیٰ علیہ السلام من جمیع المغان
 من کتب الحدیث مما انفصلت الیه نظرہ
 الوسیع وفکره العاثر. وطالع التفریح بما جلدت
 کثیرہ من المسانید والجوامع والصحاح و
 والمعالم مستویة حتی جمع سبعین حدیثاً
 فی هذا الباب بین الصحاح وحسان وقد
 زاد قدراً کثیراً علی من سلف من الأئمة

من الأئمة ممن حاولوا فيه التأنق، حتی
 إن القاضي الشوکانی لم یقدر فی مسالته
 التوضیح فیما تواتر فی المنتظر والمهدی والمسیح
 بأن جمیع اصغر من تسعة وعشرین حدیثاً
 مع سعة إطلاعه وکثرة النخائر القيمة
 من مکتب الحدیث فی بلادہ وضم إلیها من
 آثار العصاة رضی الله عنهم فی هذا الباب
 پر جو احادیث جمع کر چکے تھے اس پر مزید ایک
 کثیر تعداد کا اضافہ فرمایا۔ میان ایک کہ قاضی شاکانی
 اپنی مصنفت "الدرکب" حدیث کے مستند
 ذخائر کے ان کے ہاں موجودگی کے باوجود اس بارے
 میں انہیں احادیث سے زیادہ جمع ذکر کئے تھے۔
 علامہ کشمیری نے ان احادیث کے ساتھ ان تیس
 آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی جمع فرمایا تھا۔ میں پر

ما أطلع عليها وهي نحو ثلاثين أشرافاً جادات
رسالة مليّة حافلة في بابها يقيمة بين
أترابها رتبها أحد أصحابه مفتي دارالعلوم
الديوبندية محترمنا ومولانا محمد
شفيع الديوبندية دام فضله
رقعة الجبر ص ۱۰۰ (طبع جدید)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب روضۃ الشریعہ
بھی تصریح کے مقدمے میں علامہ کشمیری کی کتاب
”عقیدۃ الاسلام فی حیاة علی علیہ السلام“ کا ذکر فرماتے ہیں۔

إذ أنه لم يسرد فيه نواحيث الباب بأسرها
روماً ولا اعتماداً وتختيماً على النفاذ —
ولما كان في جميع هذه الأحاديث فائدة
جسيمة. ومنفعة للناس عظيمة جعلها
جزءاً من رأسه جمع جميع ما انتهى إليه
النظر في الكتب الحديثية التي يمكن
الإطلاع عليها واستوعب سائر المجلدات
مسند أحمد في المطالعة لتفريع هذه الباب
فجاء بحمد الله منها ما لم يطلع عليه
كثير من العلماء المتقنين فضلاً عن الأقران
والأقرباء حتى إن القاضي الشوكاني —
من علماء القرن الثامن عشر — لما ضمت
في هذا الباب رسالة سماها التوضيح فيها
قوت في المنتظر والجمال واليسع يبيّن

کیسے علامہ قدس سرہ نے اس کتاب (عقیدۃ الاسلام)
میں اختصار کر لکھا دیکھتے ہوئے اچھڑنے والوں پر جو
ہلکا کرنے کی غرض سے اس ”عنوان“ کے پس میں مبالغہ
کا ذکر مقرر نہیں کیا کیونکہ اس سلسلہ کی احادیث
کا کٹ کر ایک بڑا فائدہ اور لوگوں کے لیے مفید نفع
رکھتا ہے۔ اس لیے اسے اس صورت نے ایک مستقل
رسالہ بنایا اور ان تمام احادیث کو جمع فرمایا جو ایک
اُن کی نظر میں کتب حدیث میں پہنچی ممکن تھی۔ اور
اس بارے میں منبر احمد کی جلد مجلدات کا اشیاعاً؟
مطالعہ فرمایا اگر اس باب کی احادیث کی تحریر کر سکیں
اور اس میں کچھ اللہ تعالیٰ اتنی کثرت تھوڑی اس حدیث کو
جمع فرمایا کہ مستفید علماء میں سے بھی بہت سے اس
سے آگاہ نہ ہو سکے تھے۔ ہم مصروف اہم امور کی
توجہ ہی نہیں بیان تک کہ قاضی شاکانی جو اچھڑ

الْمَرْآتِيَهُ مَعَ تَفْصِيلِهَا مَثَل ۛ ۛ ۛ
 الْأَحَادِيثُ لَا مَبْرَأِيَهُ السَّحِيفُ وَالْتَعَصِيفُ
 وَالْمُتَرَفِّعُ ! وَلَوْ يَا قَوْمَانِ مَنَّهُ لَفَتَحُوا
 وَلَا تَقْطَعِينَا وَلَوْ هَمَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا
 مَوَدَّ

کرتا سب سے تو قرآن آیات میں سے کرتی آیت
 مع اس کی ایسی تفسیر کے جو ایسی ادا و نیت سے
 جو ہم نے پیش کی ہیں۔ وہ اپنی گنہگار
 پیش نہ کرے نہ قرآن و سنت تفصیل و ذکرین
 کے ساتھ مقابل میں لائے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ
 اس کا ادنیٰ ترین جز بھی پیش نہیں کرے گا۔ مگر
 وہ سب اس کام کے لیے ایک دوسرے کے درگاہ
 بھی بن جائیں۔

حضرت مفتی صاحب نے کتاب مذکور (طبع عربی) پر فائدہ جلیلہ کے تحت ایک مدغیب
 اور قادیانی دعوائی کے خلاف ایک مسکت بات کہی ہے جس کا انودہ نامہ کے لیے نقل کرنا ضروری
 سمجھتا ہوں۔

اس اذکار میں کچھ پہلے کہا جا چکا ہے۔ اس سے آپسے یہ مان لیا ہو گا کہ تقدیر الہی نے اس
 امت میں کسی مدغیب کی بعثت کو قطعاً نہیں فرمایا بلکہ نبوت کے نام سے جو چیز بھی مرسوم ہو گئی
 سیدہ الرسل خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کلیتہاً ختم فرمادیا گیا۔ اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے
 کہ اگر کسی سنہ نبی کا آنا معتقد ہو تو قرآن کریم اور نبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہایت یلغ اور
 انتہائی واضع الفاظ میں اس سے بڑھ کر بیان فرمایا ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث نے سیرۃ مسیح علیہ السلام کو
 بیان کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو لوگوں میں اسلام سے پہلے اور اسلام میں زیادہ معروف شخصیت
 تھی۔ بخلاف المتنبی الجدید مرزا غلام احمد قادیانی کے کہ مرزا صاحب ایک غیر معروف شخصیت ہے۔ پس
 لہذا اس کی استیاج اور ضرورت تھی۔ کہ اس کا نام اس کے والدین کا نام اس کی پیدائش اور وقت پیدائش
 اس کی عمر اس کا علیہ و بنیت مانگ اور اس کے افعال و اسطق اور اس کے زمانے میں لوگوں کے احوال
 اس کا وقت وفات اور جائے مرغن و غیرہ کو سیرۃ المسیح علیہ السلام کے ذکر سے زیادہ شددہ کے ساتھ بیان
 کیا جاتا۔ پھر جب ان میں سے کوئی چیز بیان نہیں کی گئی بلکہ اس کا ارشاد مکمل نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کے خلاف

فصوص کثرت و تراستے وارو ہوئے۔ اور نبوت و رسالت کے قطعی انقیاع اور نبوت و رسالت کے وحی کے کفر پر آیات قرآن اور احادیث متواترہ نے جیش کے لیے فیصلہ کر دیا۔ اور باوجود اس کے کہ فصوص کثرت و سنت نہ ان تمام امر جن کی امت قیامت تک (شرقاً) ممتد ہوگی کا معاملہ کر یا ہے۔ اور مجدد استوں کی فہم کی قیامت کیلئے ہو گئی ہے۔ تاہم کسی نبی جدید کے آنے کا کرل معمول اشارہ یا اولی نشان کسی نہیں بتایا اس وجہ سے ہمیں یقین کامل کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ حضور الزما کے بعد کسی نیا نبی اصلاً نہیں آسکتا۔ کتاب کے فوائد جلیلہ کا صرف اس مختصر اقتباس میں اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب صرف نزول حضرت علیہ السلام کے بارے میں ہی تحقیقات نامہ اور معلوماتیہ ہیں اور فصوص ساطعہ پر مشتمل نہیں بلکہ قیامت کی دس بڑی علامات کے بارے میں میں مصدقہ دستخط معلومات کا گنجینہ ہے۔ جدیدیٹیشن جسے علامہ عبدالفتاح ابرغلو نے بہترین حواشی و تعلیقات اور امتیاع کے ساتھ اور طباعت کی عمدہ کاریوں کے ساتھ شائع کیا ہے جو ۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر لاٹیریری میں پینچنے کے قابل ہے۔ کتاب کے آخر میں حضرت مفتی صاحب کے نہایت مفید اردو سالہ سیسہ موعود کی پیمانی کو عربی میں ترجمہ برائے عزیز و محترم مولانا محمد تقی عثمانی زاوٹ معالیہ کے قلم سے ”جدولی کا شیت بالقرآن والسنة من امارات المسيح الموعود عیسیٰ علیہ السلام“ جو بیس صفحات پر مشتمل ہے ضمیر کے طور پر لگا دیا گیا ہے جس کی طرح عیسیٰ علیہ السلام اور المتنبی الکذاب سلمہ پنجاب مرزا اعظم احمد لغتہ اللہ کا اقیار و تصدیق و رد میں کی طرح نمایاں ہو جاتا ہے۔

کاش محمد ختم نبوت پاکستان اس عظیم کتاب کا اردو میں بھی ترجمہ کر دینی تو اس کی خدمات عظیمہ میں اضافہ ہو جاتا۔

ختم نبوت کا مل

جیسا کہ چلے کر چکا مرزا غلام احمد کے بے سرو پا و فودی انداز کے باطل دلائل اور بدین اسلام میں رخنہ اندازی کی کمرہ کو کوششوں نے حکایت کو عقیدہ ختم نبوت اور دیگر مسودہ دینی عقائد کی علمی و ملی مخالفت کے

یہ مجبور کر دیا۔ وقار عظیم اسلام اور نظریہ ختم نبوت کی صداقت کا کام ازلہ تعالیٰ سے بن علیم و پاک مینقول
سیلہ ان میں ہمارے حضرت مفتی صاحب نور اللہ قادری ہیں۔

ایک بار تحقیق ختم نبوت کے لیے سرکاران حضرت علامہ محمد رفیع صاحب بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ حضرت مفتی صاحب کی دیادت کہ یہ باہر غری ہوئی۔ حضرت مفتی صاحب عارفہ قلب میں مبتلا
تھے۔ تادیبیت کے خلاف اس وقت کی کوششوں میں وہم و فکرت پر تحسروا فوس کا اظہار فرمایا۔ ہمارے
علامہ بنوری صاحب نور اللہ مرقدہ نے بواکما آپ حضرت شاہ صاحب علامہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ اس راہ میں جو کچھ کیجے ہیں، ہمیں وسادات اب کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ اوکا قال۔

ردہ تادیبیت اور تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں آپ کی جو کتابیں ہیں اس میں ایک بے نظیر کتاب
ختم نبوت کامل ہے۔ غیر سمجھتا ہے کہ جو بھی سلیم الطبع قاری اس کتاب کا مطالعہ کرے گا اس سے مرزا
غلام احمد مرزا نیت کے دعویٰ کے جھوٹ بنے میں ادنیٰ شک بھی نہیں رہے گا اور حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم کا ہر اقتبار سے خاتم النبیین ہونا اظہر من الشمس ہو جائے گا۔

ختم نبوت کا مسند اثبات بدیہی اور اجماعی ہے کہ بقول حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اس
پر دلائل صحیح کرنا اور اس کا ثبوت پیش کرنا ایک بدیہی کو نظری اور کمالی جوتی حقیقت کو پیچیدہ بنانے کے
مترادف معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ اس مسئلہ کا ثبوت پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسا کوئی شخص مسلمانوں کے سامنے
لا ایلہ الا اللہ کا ثبوت پیش کرے۔ (ختم نبوت ص ۷)

تاہم مرزا غلام احمد تلوینی اور ان کے متبعین نے اس قطعی اور اجماعی مسند میں خلاف و شقاق کا
دروغ کھول دیا اور غلام کی جہالت اور مغربی تعلیم سے متاثر دینی تعلیم سے بیگانہ افراد کی تادیبیت سے جائز
فائدہ اٹھایا اور اس مسئلہ میں ان میں سے بعض کے دلوں میں طرح طرح کے اوہام و شکوک پیدا کر دیے۔
اولن کی نظر میں اس بدیہی مسئلہ کو نظری بنا دیا۔ اس لیے اہل علم و اہل دین کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا کہ ان
کے شبہات و شکوک دور کئے جائیں اور قرآن و حدیث کی صحیح روشنی ان کے سامنے لائی جائے۔ اس وجہ
سے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ کتاب کھنی پڑی۔ چونکہ تصنیف کتاب سبب مرزا غلام احمد تادیب کا
دعویٰ اور ان کے مختلف ادعا کے متصادم تو ال ہیں۔ اس لیے کتاب کے شروع میں مرزا غلام احمد تادیب کے عنوان

ادوار کے مختلف دعوای کو پیش کیا گیا ہے۔ پہلا دورہ جس میں وہ ختم نبوت کے عقیدہ میں جمہور مسلمانوں کے ساتھ متفق تھے۔ دوسرا دور جبکہ انہوں نے ختم نبوت کے معنی میں تحریفات شروع کیں اور اپنے غور و اقسام نبوت سے بعض کا انصہرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری ہونا بتایا و اس جاری رہنے والی نبوت کے مدعی بن گئے۔ تیسرا دور جبکہ وہ کھلے بندوں تشریحی اور غیر تشریحی نبوت کے سلسلے کو جاری قرار دینے لگے اور خود کو صاحب شریعت نبی بتلایا۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے تین عنوانات کے تحت میں دلائل قویہ پیش کیے۔

۱۔ ختم النبوة فی القرآن حصاد ص ۱۶۵

اس حصہ کے شروع میں پہلے تفسیر قرآن کے صحیح معیار اور اس کے صحیح طریق پر کام کیا ہے۔ پھر نانویں آیت کریمہ سے ختم نبوت کے ہر پہلو کو ثابت فرمایا ہے۔ عربی پہلی آیت:

ما کان محمد ابا احد من رجاکم	نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مرید میں
ولکن رسول اللہ و خاتمہ النبیین و	سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام
کان اللہ بکلی نسی علیہما د	انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور ہے اللہ تعالیٰ

ہر چیز کا جانتے والا۔

پہلا نکل دشواہد کا جو عظیم ذخیرہ جمع فرمایا ہے وہ ہر نصف مزارع کے لیے اس موضوع کے بارے میں کفایت کرتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے اس آیت کی تفسیر خود ان کریم سے اور احادیث مبارکہ و آثار صحابہ و تابعین سے اور پھر ائمہ مفسرین کے اقوال سے کی ہے۔

ایک جگہ خاتم نبیین میں جمہور کے بیان کردہ معنی کی، میدان میں محدود و بکا نام کہنے کے بعد تشریف فرماتے ہیں چوتھے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے ہی ختم نبوت کے وہی معنی بالفاظ مختلف منقول و روایات میں جو کہ عرض کئے گئے یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اگر قلب میں کوئی احساس اور فاضل میں سمجھنے کا کچھ اور ہے تو کوئی مسلمان بڑا کوئی منصف مزاج کافر بھی ان چوتھے حضرات صحابہ کی شہادتوں کے بعد بارے دعویٰ کے ثبوت میں کسی قسم کا شک و شبہ

نہیں کر سکتا۔ در نہ پھر بدعت و ضلالت کسی بشر کے قبضہ میں نہیں۔
 بَلِ الْاِنَّمَارُ بِبَدِ اللّٰهِ يُصَيِّرُ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ

حضرت مفتی صاحب نے ائمہ تفسیر کے ایسے جامع مسکت اور شافی وافی تفسیری کلمات نقل فرما دیے ہیں، جسے اگر کافر مخالف بھی نظر انصاف سے دیکھے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آیت سے آخری نبی ہونے اور نئے نبی کے نہ آنے کے بارے میں کوئی خبر نہیں کر سکے گا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہر نقل کردہ اقتباس دیکھنے کے قابل ہے جس کی جامعیت و خوبی کا اندازہ کتاب کے پڑھنے سے ہو سکتا ہے۔

اس کے آخر میں تادیبالی شبہات کا مفصل جواب دینے کے بعد انہیں حلیہ کیا ہے کہ اسے مرزا کی جاہلت اور اس کے متقدم دارکان، اگر تمہارے دھوئی میں کوئی صداقت کی بو اور قلوب میں کوئی غیرت ہے تو اپنی ایجاد کردہ تفسیر کو کوئی شاہد پیش کرو، اور اگر ساری جاہلت مل کر قرآن کے تیس پاروں میں سے کسی ایک آیت میں احادیث کے غیر حضور و فتر میں کوئی ایک حدیث میں، اگرچہ ضعیف ہی ہو، معارف تابعین کے بے شمار آثار میں سے کسی ایک قول میں یہ دکھلا دے کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی عمر سے انبیاء بنتے ہیں۔ . . . لیکن میں بھول اللہ توفیق اعدا تا کہہ سکتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب اللہ ان کی ساری امت مل کر ایڑی چوٹی کا نندہ لگائیں، تب بھی ان میں سے کوئی ایک چیز پیش نہ کر سکیں گے۔
 دلو حکان بعضہم لبعض ظہیرا۔

اس محمد میں حضرت مفتی صاحب نے کل ۹۹ آیتیں تفسیر کے ساتھ ختم نبوت کی دلیل میں پیش کی ہیں اور پھر ارشاد فرمایا ہے "مسئلہ ختم نبوت کا ہر پہلو قرآن مجید کی روشنی میں واضح ہو چکا، اس کی ننانوے آیتوں نے ہر سوتے ہوئے کو بیدار اور بیدار کو ہوشیار کر کے خدا کی حجت اہل عالم پر تمام کر دی۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی ختم نبوت پر ایمان نہ لاتے تو اس کی قسمت، فباہی حدیث بعدہ یوزن ۳۳ کے بعد وہ کوئی سی بات پر ایمان نہ لائیں گے۔"

واللہ اعلم، ختم النبوة فی الحدیث ہے۔ اس محمد میں مفتی صاحب نے دو سو دس احادیث کو پیش

کیا ہے اور آپ کی ختم نبوت کو ثابت کیا۔ اس حصہ کے شروع میں یہ ثابت کیلئے ہے کہ "احادیث ختم نبوت کے متواتر ہونے میں کوئی شبہ نہیں" بلکہ یہ بھی علوم ہوتا ہے کہ اس کا تواتر بھی اس درجہ کا تواتر ہے جس درجہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات اور قرآن مجید کا تواتر ہے۔ (۳۳)

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے احادیث صحیحہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی غلطی، بزرگی، شرعی، غیر شرعی، عقلی یا منطقی نبوت کا ابطال کیا ہے۔ دلائل کا یہ عجیب ذخیرہ دیکھنے کے قابل ہے۔

اس کتاب کا میسر حصہ ختم النبوة فی القرآن ہے۔ یہ حصہ بھی حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مغربی علمی وسعت مطالعہ اور وقت نظر کا نمونہ ہے۔ جس میں اجماع صحابہ، اجماع امت سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نئی نبوت کے اجراء کا ابطال کیا ہے۔ سب سے پہلے اجماع کی حقیقت بیان فرماتے کے بعد لکھا ہے کہ اجماع میں سب سے مقدم اور سب سے زیادہ قطعی اجماع صحابہ ہے۔ ۳۴۔

پھر یہ ثابت کیا ہے کہ صحابہ کرام کا سب سے پہلا اجماع مسند ختم نبوت پر اور اس کے منکر کے تردید واجب القتل ہونے پر ہوا ہے۔ ۳۵۔ اس کے علاوہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان امتی جلیل القدر صحابہ کے اس گرامی نقل کئے ہیں جو ختم نبوت کے شاہد ہیں۔ اجماع صحابہ کے بعد محدثین کرام، مفسرین عظام، فقہائے عظام، صوفیائے عظام، متکلمین فہام کے اقوال اور شہادتوں سے پوری امت کا رد و نال سے آج تک اس متفقہ اور مسلمہ عقیدہ پر جمع ہونا ثابت کیا ہے حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ کاوش حیرت انگیز علمی اور دینی خدمت ہے، جس کے بعد کوئی منصف مزاج شخص ختم نبوت کا انکار نہیں کر سکتا۔

امت کے اس عظیم دینی علمی دلائل کے ذخیرہ کے پیش کردہ کے بعد کتب قدیر نبوت و نبیل خیرہ سے ختم نبوت کو ثبوت پیش کئے ہیں۔ ان جملہ منقولی دلائل کے بعد عقلی دلائل سے مرزا کے اکاذیب و

دعاوی کا قلع و قمع اور ختم نبوت کا اثبات کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں مزارعین سے مندرجہ ذیل پہلے سے کہ ان آفتاب کی طرح روشن بنیاد و مقصود اور برائین واضح کو بغیر تعصب و خود غرضی کے دیکھیں تاکہ ان پر واضح ہو جائے کہ اس مادی دنیا کے عظیم ذرائع کسی بھی غیر شرعی یا ظلمی یا برائی یا غرضی یا مجازی یا جنوی یا غیر مستقل نبوت کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔ اور نبوت کی ہر قسم کا کمی انقطاع آفتاب کی طرح واضح ہے۔ چار سو صفحات کی اس کتاب کے مندرجات کو نہ داخلی و قاصر رقم کیسے ہیچھے۔ چار لفظوں میں بتانا کہ کیا کیا ہے کہ قرآن و حدیث اور اثبات ختم نبوت پر اردو میں ایک نہایت ہی قابل قدر و عظیم و مستند و لائق تامل و مطالعہ کتاب ہے۔ جو مصنف علامہ کی فصیلت کی آیات بنیاد میں شمار کی جاسکتی ہے۔

حدیث المحدثین فی آیت خاتم النبیین

یہ کتاب حضرت مفتی صاحب نور الدین قادہ کا جوانی کی عمر کا ۱۱ صفحات کا قدیم تاریخی کتاب ہے جو امام العصر حضرت محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کے ارشاد پر لکھا گیا اور جب نابغہ ابدہ حضرت علامہ محمد امجد بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری عمر میں ایک لاکھ چھ سو اکر ہائے عرب میں تصحیح کرنے کا منصوبہ بنایا اور جس پر حضرت انور شاہ کشمیری، حضرت مفتی عزیز الرحمن، حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی، حضرت مولانا اعجاز علی مولانا محمد حمید اللہ بجنوری جیسے اساتذہ کرام و فضلاء کی تائید سے پرتغالیہ موجود ہیں۔ حضرت کشمیری قدس سرہ انقطاع نبوت اور ابطال قدایانیت کے بارے میں کتاب کے فوائد کا تذکرہ کرنے کے بعد اپنی تعریف کے انہیں لکھتے ہیں۔

وہاں: سائلہ فضیوۃ حدیثہ آپ کے سامنے یہ ایک رسالہ پیش ہے (جو انقطاع نبوت کلامیہ فقہیہ و بعد ذلک اور قدایانیت کی تفسیری، حدیثی، اصولی و دلائل پر مشتمل ہے۔ مزید برآں یہ رسالہ اولیٰ ہے اس کے الفاظ اول و سراۃ الروح فی البدن و یقع و انعم میں ایسے راز کرتا ہے جس جیسے بدن میں روح

یہ کتاب کے شروع میں حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی کے ارشاد پر یہ صاحب کے دعویٰ باطل ہوئے نقل کر دیے ہیں۔

فی قلب المؤمن بحلادة الابحان اور ایمان والے کے دل میں اس کا مزہ دین کی حلاوت
و جبری فی العرونی کحسن اللہیں کی طرح محسوس ہوتا ہے اور اس کے اثرات رگوں میں
خاص دورہ کی طرح گردش کرتے ہیں۔ (علاء)

ان بزرگوں کی ان بیش بہا تقاریف کے بعد اس کتاب کے بارے میں اس نگار کا کچھ لکھنا جرات نہ
تحصیل حاصل ہے۔ تاہم تعارف کے طور پر چند باتیں عرض کئے دیتا ہوں۔

۱۔ ابتدا میں مرزا صاحب کی کتابوں سے اس کے نبوت وغیرہ کے دعوئ کا اتنا تذکرہ اجمال کر دیا گیا
سے کہ ۱۶ مانتی کبیر کے دجل و دھواہی باطلہ اور جمیع و فریب سے قاری کو مقصد حد تک آگاہ کر دیتا ہے۔

۲۔ پہلے باب میں ختم نبوت کا اثبات قرآن عظیم کی آیات کبیرہ سے ہے۔ تیسری آیتیں نقل کر کے ان
کی شرح کی گئی ہے جس میں آیت ما کان محمد با احد من دجن مکہ مکس۔ سون للہ و خانم منینین

کی تفسیر سب سے زیادہ شرح و بسط سے ہے جو کتاب کے پچاس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور جس میں قرآن
کی صحیح تفسیر کا معیار بیان کرنے کے بعد ایت کی تفسیر (۱) لغت عرب (۲) قرآن مجید (۳) احادیث مبارکہ
(۴) آثار صحابہ و تابعین (۵) اقوال ائمہ مفسرین سے کی گئی ہے۔ اور آخر میں ازملہ انبہات کے عنوان سے
مرزا نیوں کے شبہات باطلہ و تحریفیات و امیہ کا مثبت و مسکت جواب دیا ہے۔

۳۔ دوسرا باب ختم نبوت کا اثبات احادیث مبارکہ سے ہے اور پھر ان احادیث کی شرح اور فوائد
متعلقہ لکھے گئے ہیں۔ اس باب کی تمہید ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے

لا یخفی علی المسلمین ان الاحادیث کسی دہر خمس و شتق فی شخص پر یہ بات مخفی نہیں
الواردة فی حدیثنا بسیار کثرت سے ہے کہ ختم نبوت کے باب میں احادیث اس کثرت سے
تقدی راسلک فی نوانہا المعقوی وارد ہوئی ہیں کہ شمار سے زیادہ ہیں اور اس میں

نہ حضرت مسلم و غیرت مولانا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تخریجہ بخوان میں ہی ملے پر حدیث نبوی بعدی کو حتمی
لحد سے متواتر ہے اور اس کے ساتھ کو کافر قرار دیا ہے۔ وغیراں رہے کہ وہاں تلبایاں و بیوہ حضرت موصوف کی اس
کتاب کی بعض باتوں کو سیاق و سباق سے کاش کر دھکی کرتے ہیں کہ الیاذ باللہ حضرت مولانا موصوف انحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو اسے نبوت کے قائل تھے۔ قلنہ اللہ علی انکارہم۔

بل بعتھا کاذب تبلغ مبلغ التواتر الغفل

ایضا حق قال ابن حزم لا بدلسی ان

تواتره کتواتر القرآن العظیم ونبوة

علیه اصولہ والنسلیہ حیث صرح

فی العلل مء ۱۲۰

وقد صرح عن وصول الله علیه و

سلم بنقل نكاد الفی عند نبوة

اعلامه وکتابه انه خیر من

نبی بعدی الخ

وقال ابن کثیر ما مرتفع به

هذا بعض الفاظه وبذلك

وردت الاحادیث المتواترة عن

رسول الله صلى الله علیه وسلم

من حدیث جماعة من الصحابة

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

فقد اعلیٰ احد مشوحاته فا

صرحوا بكونها متواترة بحسب الاجماع

کوئی شک نہیں کہ یہ احادیث معنوی تو ترک پہنچی ہوئی ہیں۔

بلکہ ان میں سے بعض تو تر نفی تک پہنچ چکی ہیں۔ یہاں تک

کہ علامہ ابن حزم اندلسی نے کہہ کر ان کا تواتر ایسی واضح ہو

رہا کہ جسے جب کہ قرآن عظیم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

نبوت کا۔ جیسا کہ انہوں نے حل میث پر تصریح کی ہے

کہ یہ مراحت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کثیر المتواتر

حضرات نے نقل کی ہے جن کثیر المتواتر حضرات نے آپ

کی نبوت، معجزات، اور کتاب کو نقل کیا ہے۔ انہوں نے آپ

کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اور ابن کثیر نے جو کہ ہے اس کی تفصیل گزیر چکی

ہے اس کے بعض الفاظ یہ ہیں "آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے خاتم النبیین ہونے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے معاذیہ متواتر وارد ہو، جو صحابہ کی ایک

بڑی جماعت سے نقل کی گئی ہیں۔ پس مذکورہ بالا جماعت کے

معاذیہ اور مضامین جنہوں نے خود نبوت کی ان حدیث کے متواتر

ہونے کی مرآت کی ہے جس پر ایمان لانا واجب ہے اس سے

تقریباً نبوت کے منکر کو کافر کہا جائے گا۔ جیسا علامہ سید ابوالحسن

ہاکی عبارت کا مستحق مدارج ذیل ہے۔ سو گزشتہ احادیث و آثار انہیں میں، اطلاق اور مسموع ہے تب تو غایت زانی ظاہر

ہے ورنہ تسلیم اور غایت زانی بدلتا، امر فی غرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل افت منی بمنزلہ ہارون من

موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی اور کائنات، جہاں ہر جہز مذکور اسی خطہ خاتم النبیین سے ماور ہے۔ اس باب میں کافی ہے کہ ہر کہ نبیوں

تواتر تک پہنچی ہے۔ پھر اس پر اجماع متفق ہو گیا۔ گو اضافہ مذکور سند تواتر منقول نہ ہوں۔ مگر یہ تواتر وجود تواتر معنوی ایسا ہی ہو گا جیسا

تواتر حدیث کا تواتر نفس و تر وغیرہ۔ باوجودیکہ اضافہ مذکور کلمات تواتر نہیں جیسا کہ اس کا وہ ہے ایسا ہی حدیث کا تواتر بھی کافر ہے۔

(تخصیرہ ذوالن ص ۷)

بہ ولد اکفر وامنکودہ فقد قال
السید الاولوسی مانعہ وکونہ
مقلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین
ما نطق بہ الکتاب حدیث
بما السنۃ واجمعۃ علیہ الامۃ
فیکفر مدعی خلافہ یقتل ان امر

نے کہا ہے جس کی جہارت یہ ہے۔ "سنو نور صلی اللہ
علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ایسی دینی بات ہے جس کے
بارے میں قرآن مجید، تصریح فرماتی اور حدیث نبویہ
صاف طور سے ان کو بیان فرماتا۔ اور اس پر تمام امت کا
اجماع ہے۔ اس لیے اس کے منکر کو کافر سمجھا جائے گا۔
مورارہ کر کے تو قتل کر دیا جائے گا۔"

اس کے بعد سترہ احادیث مجہمین سے، آٹھ باقی صحاح ستہ سے اور، سادہ حدیث کی کتب معتبرہ سے کل
۱۶۲ احادیث نقل کی ہیں جن میں سے ۴۶ احادیث ایسی ہیں جن سے ختم نبوت کے معنی متعین ہوتے ہیں۔
۴ تیسرے باب: ختم نبوت کا ثبات اجماع امت سے ثابت کیا ہے۔ اس باب کے شروع میں حضرت مفتی
صاحب رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں۔

فأعلموا ان کلامہ الامیۃ من لدن محمد
النبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان یومنا
هذا قد جمعت علی ان کل نبوة بعد
بیمینا صلی اللہ علیہ وسلم تحت منہ ومنقطۃ
وکل من ادعی ذلک کان کاذبا باجماع
الجمیع وقد مننت الذہور وانقضت
القرون وهو علی ذاک صدا

جان کر امت میرے محمد پر نور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے عہد سے آج دن تک اس بات پر متفق و مجتمع ہے کہ نبوت
کی ہر قسم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعاً ختم اور
کلیتہً منقطع ہے اور جس نے بھی کسی قسم کی نبوت کا
دعویٰ کیا۔ وہ ان سب کے اجماع کے مطابق کافر
و کمال ہے۔ اور اسی متفقہ عقیدہ پر زانے اور مدین
گزن گئیں کہ وہ قائم و دائم اور متفق ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقہ نے اس کے بعد شواہد مبینہ سے صحابہ کا جماع دلی نبوت کے
انوار و قتال پر نقل کیا۔ یہ پوری سید قابل مطالعہ ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

فعلمن من الماسبیہ وعقائد الصحابہ
علی ان دعوی النبوة لہو من غیر کتاب
وشریعة مع تسلیو نبوة خاتمہ
انہ نبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام

مید کے واقعہ سے اور نبی برہنہ اللہ عنہم کے اس سے
قتال (اور اس کے قتل کرنے سے) معلوم ہوتا ہے کہ
اگر نبوت کا دعویٰ بغیر کتاب و شریعت کے قائم لایا
علیم اسلام کی نبوت کے ماننے کے ساتھ بھی کیا

ارنداد کفر بقتل مدعیہ جات تو یہ دعویٰ ارتداد کفر ہے اور اس کا مٹی

قتل کیا جائے گا۔

اس تہید کے بعد چونکہ اہل دین و کبار صیہ کے اسمائے گرامی نقل کئے گئے ہیں جنہوں نے حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اہت مرتوت کی تصریح فرمائی ہے۔ اور نبوت کے نام کا ہر حال میں بات پر بھی
ہو سکے، اعتقاد قطعی کو بیان فرمایا ہے۔ اس کے بعد اہل امت و اکابر عہد و فقہاء مفسرین اور صوفیہ
کے اقوال اس کی تائید میں نقل کئے ہیں۔ جو ہر انصاف پسند شخص کے لیے حجت و طبع و بیان صالح ہیں۔
اور اس کی تسلی و تسفی سامان ہیں۔ آخر میں کتب اہم سابقہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیا
ہونے کو ثابت کیا ہے۔ کتاب ۳۳۷ میں تصنیف ہونے کے باوجود اپنے موضوع پر مغرب مفید
نافع اور چرچے چرچے کرنے کے لائق ہے۔ اس ایک سو پندرہ صفحات کی کتاب میں حضرت مفتی صاحب
نور اللہ مرقہ نے اس عنوان پر قرآن و سنت اور اسفار و کتب ائمہ امت کا عہد و خدو صریح پیش کیا ہے۔
بندہ سمجھتا ہے کہ جو شخص بھی غلوئے ذہن اور حق کو شی کی نیت سے اس کتاب کو چڑھے گا۔ اس کیلئے
یہ کافی و کافی ثابت ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مقام صحابہ

حضرت محمد پر کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی پاک ہستیاں انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانیت
کا خلاصہ و سرا امتیاز، ارشد و ہدایت کا مینار و انعام ان انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ
نگاہ کرم کی ہر دہلہ اور آپ کی زندگی کا ذخیرہ ہیں۔ یہی قدسیوں کی جوہریت آپ کے علم و عمل کی حامل
و امین و داعی و ان کی زندگی کی شاہد و گواہ ہے۔ نفوس و ذہن، قرآن کریم و احادیث نبویہ کے پہلے
راوی صحابہ کرام ہی ہیں۔ اگر ان کی دیانت و تقاضا کو موجود کر دیا جائے تو اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ
الصلوات علیہ وسلم پر سے اعیانہ بالذات، عقربہ کا سب سے حکم ذریعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اور
دین تو یہ کہ عظیم ترین سند ہمت سے جاتی رہتی ہے۔ اس لیے مسیہ بر کرم رضی اللہ عنہم کی دعوات عالیہ
نرمی تاریکی شخصیات نہیں۔ بلکہ ان کی حیثیت "دینی" ہے اور دین کی اسناد کی سب سے مضبوط
اور سنہری کڑی وہی ہے۔ امت کے نزدیک یہ مسلمہ اور متفقہ امر ہے کہ اسناد دین ہیں۔ اس لیے

صحابہ نہ صرف دین کے راہی ہیں، بلکہ خود دین اور حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے نشانی اور نظیر ہیں اور حقیقتاً اسلام کی برتری و حقانیت کا ثبوت ہیں جن کی فضیلت پر نصوص قرآنیہ اور ارشادات نبویہ کافی ہیں۔ یہی تو قدیموں کی وہ جماعت ہے جن کا تذکرہ ہم سابقہ کے صحیف کی زینت بنا۔ جو کبھی فاران کی چوٹیوں سے اتر کر کبھی تورات و انجیل کے اوراق کی زینت بنی۔ اس سینے کی زندگی کو امت نے ہر دور میں اجماعی طور پر تنقید سے بالا سمجھا کر انیس صدی اور ثقافت "قرار دیا۔ اور ان کے اسوہ اور نمونہ کا اپنے کو محتاج سمجھا اور ان کی زندگیوں کے نقش و نگار کو ان کی مجموعی زندگی کے حسین چوکھٹے میں اس طرح سجایا کہ ان کی ہر ادائے دیوانہ پر دل نے مرتبہ کہ "ان کے جتنا دی مش جرات" کو انھوں نے و نیک نیتی پر محمول گردان کر کے حوالہ خدا کیا۔ سکوت اور حجب ظن کو اپنا شیوہ بنایا اور ان کی مشاہدات میں بھی راسخ بنی کہ ایسے نمونے تلاش کیے جس کے پیش کرنے سے باقی لوگ قاصر ہیں۔ ان کی زندگیوں کو صرف تاریخی نزائیات کے رطب و یابس سے نہیں پرکھا گیا بلکہ انھیں قدوہ، اسوہ اور نمونہ ہی سمجھ کر ان کی زندگیوں اور ان کے نقوش قدم کی جستجو یافت ہوئے۔ انہوں نے ان کے اہل سنت والجماعہ کا پیشہ یہ مسلک رہا کہ انہوں نے زانفین، روافض و ماصید اور فرقہ فساد کی تاریخ تک کی نام مجروح، غیر متدل، موضوع و باطل روایات سے محبت خیر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حاملین میں برکے اس خجندی و خفا و طبع پر کوئی آنچ نہیں آئے دی۔ اور ان کے متعلق ہر بات کامل احتیاط سے کہی اور ہر قدم پھونک پھونک کر رکھا اور معرفت صحابہ کو ایک خاص علم قرار دیا اس پر لے شمار بیش بہا کتابیں لکھیں اور حقیقت یہ ہے کہ سید الانبیاء حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب قرآن کریم اور آپ کی احادیث مبارکہ کا تقاضا بھی یہی تھا کہ آپ کے تربیت یافتہ و جنمیں کتاب اللہ نے والدین مودہ کے الفاظ سے نوازا کہ تورات و انجیل میں بھی ہر بات نقش قرار دیا ہے۔ صحابہ کے بایں میں انتہائی حرم و احتیاط کی جائے کہ حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی تھی۔

اللہ اللہ فی الصحابی لا تتخذوہم
غرضاً من بعدی فمن اجتہد
فیہی اجتہد ومن ابغضہم
فیبغضی ابغضہم ومن اذاہو
فقد اذانی ومن اذانی فقد

اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ میرے صحابہ کے بارے
میں خبردار نہ ہو۔ میرے بعد انھیں (اپنے) تشیع
طاقت و تنقید کا نشانہ نہ بناؤ کہ اصل بات یہ ہے
کہ جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے
ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو

اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ
(جمع الفوائد ج ۲)
ابحوالہ نرمدی عبداللہ
(ابن صفعل)

تو اصرار میرے بغض کے باعث ہے ہی ان سے بغض
رکھا اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا
پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ
کو ایذا پہنچائی اور جو اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانا چاہتے
تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو مذاب میں پکڑے۔
حضرت صبرام رضی اللہ عنہم کہہ رہے ہیں حضرت الاستاذ ابوالخیر محمد بن علی بن موسیٰ بن ہشام
مرقہ نے عقبات کے قدم میں خوب لکھا ہے۔

اذا قلنا الرجل انه صبی وانه صوب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحیك
به مزینة وفتيلة في قوة ايمانية
شدة بقیة وكمال خلاصة حق علمه
حسن علمه جاد في مبدیة ايسار
عند امد وذه في الدنيا فكاننا
انبتنا كل كمال وجمال وكل فضل
ونيل فاذن ذلك ابلغ تعبیرا وجوه
لاجات فضل وكمال قال سيدنا
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
عنه ذلك اصحابی الجلیل
الذی قاله فيه سيدنا الفاروق
رضی اللہ عنه "كهنف ملي
علما وفتها" في اصحاب سيدنا
الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اولئك اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جب ہم کسی شخص کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ وہ صحابی
ہے یا اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
اٹھائی ہے تو صحابی کی قوت ایمان و شدت یقین
کمال اخلاص و عملی کراؤ، حسن عمل جہاد اور اللہ تعالیٰ
کی مرغوب چیزوں کی ترجیح اور دنیا سے بے رغبتی میں
فضیلت و کمال سمجھنے کے لیے یہ لفظ صحابی، میرے
لیے کافی ہے۔ گویا (جب ہم کسی شخص کو صحابی یا اس
کے لیے صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے
ہیں، تو اس شخص کے لیے ہم ہر کمال حسن و فضیلت و
شرافت کو ثابت کر دیتے ہیں۔ ذکر لفظ صحابی میں یہ
سب کچھ موجود ہے۔ اس طرح صحابی کے لفظ کا
استعمال فضل و کمال ثابت کرنے کے لیے بیش تر
اور مختصر ترین تعبیر ہے۔ صحابی جلیل سیدنا عبداللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ، جن کے بارے میں سیدنا فاروق
اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ علم و فہم سے بھرپور
مقبول ہیں ان (ابن مسعود) کا ارشاد ہے وہ اصحاب

کانوا افضل هذه الامة ابرها قلباً
واعمقها علماً واقبلها تكلفاً اختارهم
الله لعبيته نبيه صلى الله عليه وسلم
ولا قامه دينه فاعزوا الفخر ففعلوه
واتبعوه هو على انزله وتسكوا بها
استطعنوا من اخلاقه ومبوه
فانعموا كانوا على الهدى مستقيمين
(صباغات)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس امت میں سب سے افضل
تھے۔ جن کے دل سب سے پاکیزہ۔ جن کا علم سب سے
گہرا ہے جو سب سے کم تکلف کرنے والے تھے۔
اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
کے لیے چاہا تھا۔ تاکہ وہ ان کے دین کو قائم کریں پس
ان کی فضیلت کو پہچانوں۔ ان کے نقش قدم پر چلو اور
جس قدر مکس جہان کے اخلاق اور سیرت کو مضبوطی
سے پکڑ کر وہ مدت راستے پر تھے۔

”صحابہ کا مقام“ کوئی کیا بیان کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء مطہرین اسلام کے بعد سرتاج مخلائق
زبہ کائنات اور نزوۃ فضائل بشریت تھے۔ دنیا کا کیچڑ تھا کہ ان قدسی مہستیوں کو ایک قرن سے
زیادہ سنبھال سکتا ہے۔

”مئے عشاق گئے وعدہ نہ دانہ کر۔ اب انہیں ڈھونڈ چسپراخ زرخ زربا لکر
”ہمت ہمیشہ اس سرحد پر خیر الہم طبع کی انتہائی قدردانیت کرتی رہی اور ہمیشہ اسے ایک
”مقام خاص“ کا حامل سمجھ کر ان نجوم برایت سے فیض پاتی رہی اور اپنی ”زبان و قلم“ کی تنقید و تحریض سے
ہمیشہ اسے بالا سمجھا۔ اور اہل سنت والجماعت کا ایک خصوصی امتیاز یہی سمجھا گیا کہ وہ مٹا لائن صحبت نبوت
اور والدین سے کہ اس نزوۃ مقررین کو قدمہ و رہنما سمجھتی ہے۔ یہاں سے راہ پاتی ہے۔ اور اپنے کو
”راہ میں“ جان کر ان نفوس قدسیہ کی جانچ و تنقید اپنے ”ذہنی و خود ساختہ“ پیمانوں سے نہیں کرتی۔ اور
نہی تاریخی روایات و حکایات کے ”طلب و پاس“ کو معیار بنا کر ان خاصانِ خدا کو بدعت و جرح بناتی ہے۔
”مشاجرات صحابہ“ کے بارے میں ان کا عمل رئیس اقباعین حضرت حسن ابصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے
اس زہین ارشاد پر کفِ لسان اور سکوت ہے۔

وقد سئل الحسن البصري
عن قتالهم فقال قتال
شہدہ اصحاب محمد صلی

حضرت حسن ابصری سے صحابہ کے باہمی قتال کے بارے
میں پوچھا گیا تو جواباً ارشاد فرمایا اس قتال میں اصحاب محمد
صلی اللہ علیہ وسلم حاضر تھے۔ اس لیے وقت کی ضرورت

نہ حضرت بنی نزلند تہ نہ عبادت کھانا جس رک کے اچھا دیا۔ انہوں نے اپنی عبارت جمع ہونے سے قبل فرمایا۔

اللہ علیہ وسلم وغبناء علموا
 وجهلنا واجتمعوا فابعثنا
 واختلنا فوفقنا
 (نفسیہ قرطبی سورہ جہرۃ)

دینی سے واقف تھے، اور ہم ناب تھے، اس لیے
 حقیقت حال کو پورا نہیں جانتے، اس لیے جس چیز پر
 ان کا اتفاق ہوا، اس میں ہم نے ان کی پیروی کی اور
 جس چیز میں ان کا اختلاف ہوا، اس میں ہم نے توقع نہ
 سکوت اختیار کیا۔

کیا قیامت سے کمال سنت و الجماعت اور جمہور علمائے امت کے متفقہ مسلک کے خلاف اس لیے
 کے بعض "اہل قلم و زعماء" نے جو "بجید ملت" اور "اصلاح امت" کے داعی ہیں اور طریقہ سلف اور
 اہل سنت و الجماعت کے نزو میں اپنے گوشا کر رہے ہیں۔ نیز القرون کے ان خیار امت اور
 انسابیون الاولین من الصالحین والانصار کے بعض ممتاز افراد و خصوصاً اہل باقی اصحاب
 کو عملاً اپنی تعمیر کا تختہ مشق بنایا ہے اور ان کا العیاذ باللہ "محاسبہ عام اعیان اور رجال تاریخ
 کی طرح عمومی معیار تاریخ پر کیا ہے اور اسے عصر حاضر کی ایک اہم ضرورت قرار دے کر اپنے
 ایک دینی فریضہ کی ادائیگی قرار دیا ہے۔ گویا ان کے نزدیک صحابہ بھی تاریخ انسانی کے عمومی رجال
 منصب و جہات تھے، جن کا کوئی دینی مقام خاص نہ تھا اور نہ ہی "اسلامی جرح و تعدیل کی حدود قیود
 اور مشابہت صحابہ کے بارے میں کتب لسان کی پابندیاں کوئی اہمیت رکھتی تھیں۔ کاش شیخ
 شیرازی کا یہ حکیمانہ قول ان کے سامنے ہوتا۔

نہ ہر جائے مرکب تو اس تافتن کر جا حاسر باید انداختن

تو وہ محبت نبوت کے ان تاجداروں اور زندائی مغفرت و غفران اور رضائے حق کا صلہ پانے والے
 ۱۔ جو "مشرک" پر اپنی زبان دلاز کرتا۔ اور نہ ہی صحابہ کے بارے میں جمہور امت کے چودہ سالہ
 کتب لسان کے تدبیر اصول کو توڑتا۔ امت کے اسطین حضور و فقہاء مفسرین اور مشکائین فیما
 مسجد ہنعم کے بارے میں مفاع کے جن اصولوں کی پیروی کرتے رہے ہیں۔ روافض و نامیس
 اور ہر دور کے ملحد کاشانی و کافی جواب دیتے رہے ہیں۔ وہ بھی امت کے مسلم عقیدہ، جمہوریت
 کے دینی جذبات کا لحاظ کرتے ہوئے وہ طرز اختیار کرتے۔ لیکن و حرمنا! ع
 سکیر جن پتوں پر تھا وہی ہوا دینے لگے

اس کے سوا کیا کہا جائے۔

غنی روز سیاه پیر کنعان را تماشا کن
کہ نور دیدہ اشش روشن کند چشم زلیخا را
قرآن کریم کی یہ آیتیں کاش شعل راہ ہوتیں۔

تلك امة قد خلت لها ما كسبت لهم وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی۔ ان کے واسطے ہے
ما كسبتهم ولا قتلون عما كانوا يعملون (البقرة ۱۳۳) کیا اور تم سے پوچھ نہیں ان کے کاموں کی۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نور اللہ مرقدہ کی کتاب ”مقام صحابہ“ اپنیوں کے بطور کاٹے
ہوتے اس قدر مضطرب ایک درد مند دل کی کرناک پکار ہے جسے حضرت مفتی صاحب نے مسئلہ کی
انتہائی اہمیت و نزاکت کے پیش نظر اپنی عمر کے آخری دور میں بیماری کی حالت میں لکھا۔

چنانچہ اپنی اس وقیع کتاب کی تمہید میں انعام فرماتے ہیں

”زیر نظر مقالہ کا نام ”مقام صحابہ“ رکھا ہے۔ تاکہ پہلے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم جنہیں کے فضائل و مناقب کی کتاب نہیں۔ اس موضوع پر سیکڑوں کتابیں مجملہ ہندو زبان میں موجود
ہیں اور تمام کتب حدیث میں اس کے ایک نہیں، بہت سے ابواب موجود ہیں۔ اسی طرح
یہ کوئی تاریخی کتاب بھی نہیں جس میں افراد و رجال کے اچھے برے حالات درج ہوتے ہیں۔

”مقام صحابہ“ میں مجھے یہ دکھانا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی صحابہ کرامؓ اس معاملہ
میں تمام دنیا کے افراد و رجال کی طرح نہیں کہ ان کے مقام کا فیصلہ نرمی و ماریجہ اور اس کے بیان کردہ
حالات کے تابع کیا جائے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں ایک ایسے مقدس گروہ کا نام ہے جو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام امت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا علی کیا ہوا ایک واسطہ ہے۔ اس
واسطے بغیر امت کو قرآن و سنت آسکتا ہے، نہ قرآن کے وہ ضامین جن کو قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے بیان پر چھوڑا ہے۔ جیتنے و مٹنے کے مسائل و مسائل اللہ ہم۔ نہ رسالت اور اس کی تعلیمات کا
کسی کو اس واسطے کے بغیر علم ہو سکتا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندگی کے ساتھی آپ
کی تعلیمات کو تمام دنیا اور اپنے زن و فرزند اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھنے والے آپ کے پیغام

کو اپنی جانیں قربان کر کے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلانے والے ہیں۔ ان کو سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک جز ہے۔ یہ عام دنیا کی طرح صرف کتب تاریخ سے نہیں پہچانے جاتے بلکہ انصوص قرآن و حدیث اور سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کا اسلام اور شریعت اسلام میں ایک خاص مقام ہے۔ میں اس مثال میں اس مقام کو "مقام صحابہ" کے عنوان سے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اس کی ضرورت و اہمیت تو بہت زمانہ سے پیش نظر تھی۔ مگر اس کے نکلنے کا ایسا قومی داعیہ جو دوسرے کا دل کو موخ کر کے اس میں لگا دے۔ اس وقت جبکہ یہ ناکاہ اپنی عمر کا چتر دیں منزل سے گزر رہے تھے تو قومی جواب دے چکے ہیں مختلف قسم کے امراض کا غیر منقطع سلسلہ ہے۔۔۔۔۔ ان حالات میں یہ داعیہ قومی ہونے کا سبب جو ہر زمانہ کے کچھ حوادث میں۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ امت کے گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ جو محمدیہ صحابہ ہی میں پیدا ہو گیا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں گستاخی سے پیش آتا ہے اور اسی بنا پر عام امت محمدیہ اس سے منقطع ہے۔ مگر امت کے عام فرقے خصوصاً جمہور امت جن کو اہل السنۃ والجماعت کے لقب سے ذکر کیا جاتا ہے جو سب کے سب صحابہ کرام کے خاص مقام اور ادب و احترام پر شفق اور ان کی عظیم شخصیتوں کو اپنی تعقیدات کا نشانہ بنانے سے گزر کر تے رہے اور اس کو بڑی بے ادبی سمجھتے رہے مسائل میں اختلاف صحابہ کے وقت و متفاد چیزوں پر ظاہر ہے عمل نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے ایک کو اجتہاد و شرعی کے ساتھ اختیار کر لینا اور بات ہے۔ وہ کسی شخصیت کو حدت تعقید بنانے سے مختلف چیز ہے۔

لیکن اس زمانے میں یورپ سے جو اچھی بری چیزیں اسلامی ملکوں میں داخلہ کر لی گئی ہیں۔ ان میں برچیز کی تحقیق و تنقید اور سرچ بھی ہے حقیقی و تنقیدی فلسفہ کوئی بری چیز نہیں۔۔۔۔۔ لیکن اسلام نے ہر چیز اور ہر کام کے کچھ حدود مقرر کئے ہیں۔ ان کے دائرے میں رہ کر جو کام کیا جائے وہ قبولی و مفید سمجھا جاتا ہے۔ حدود و اصول کو توڑ کر جو کام کیا جائے وہ فساد قرار دیا جاتا ہے۔

لیکن یورپ سے درآمد کی ہوئی ریسرچ و تحقیق نام ہی بے قید و آزاد تنقید کا ہے۔ ادب و احترام اور حدود کی رعایت اس میں ایک بے معنی چیز ہے۔

انہوں نے کہ اس زمانے کے بہت سے اہل علم بھی اس نئے طرز تنقید سے متاثر ہوئے بغیر کسی دینی و دنیوی صورت کے بڑی بڑی شخصیتوں کو آزاد جرح و تنقید کا ہدف بنالینا ایک علمی عدمت اور محقق ہونے کی علامت سمجھی جاتے تھے۔ اسلامت امت اور آخر دین پر تو یہ مشق ستم بہت زلف سے جائز تھی مابں بڑھتے بڑھتے صحابہ کرام تک بھی پہنچ گئی۔ اپنے آپ کو اہل السنۃ والجماعت کہنے والے بہت سے اہل قلم نے اپنی ریسرچ و تحقیق و علمی توانائی کا بہترین مصرف اسی کو قرار دے دیا کہ صحابہ کرام کی عظیم شخصیتوں پر جرح و تنقید کی مشق کی جاتے۔

بعض حضرات نے ایک طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے یزید کی تائید و حمایت کا نام لے کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی اولاد بلکہ پورے بنی اشتم کو بدعت تنقید بنا ڈالا اور اس میں ادب و احترام کو کیا اسلام کے عادلانہ اور یکیمانہ ضابطہ تنقید کی بھی ساری قیود و حدود کو توڑ ڈالا۔ اس کے باقاعدہ دوسرے بعض حضرات نے قلم اٹھایا تو حضرت معاویہ اور عثمان غنیؓ اور ان کے ساتھیوں پر اس طرح کی جرح و تنقید سے کام لیا جس سے تعلیم پانے والے نوجوان جو علوم دین اور آداب دین سے ناواقف۔ یورپ سے ورام کی ہوئی تھی تہذیب کے ولادہ میں۔ وہ ان دونوں سے متاثر ہوتے اور ان حلقوں میں صحابہ کرام پر زبان طعن و لڑ بولنے لگی اور صحابہ کرام جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت مسلمہ کے درمیانی واسطہ میں، ان کو دنیا کے عام سیاسی لیڈروں کی صف میں دکھایا جانے لگا جو اقتدار کی جنگ کرتے ہیں اور اپنے اپنے اقتدار کے لیے قوموں کو لگاہ اور تباہ کرتے ہیں۔ صحابہ کرام پر تبرا کرنے والا گمراہ فرقہ تو ایک خاص فرقہ کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ عام مسلمان ان کی باتوں سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ نفرت کرتے ہیں۔ مگر اب یہ فرقہ خود اہل سنت والجماعت کہلانے والے مسلمانوں میں بھوٹ پڑا۔ اور یہ خطا بہت بڑی گناہ خواہ اگر مسلمان صحابہ کرام ہی کے اعتقاد کو کھو بیٹھے تو پھر نہ قرآن پر اعتماد رہتا ہے۔ نہ حدیث پر نہ دین اسلام کے کسی اصول پر اس کا نتیجہ کھلی بے دینی کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔

یہ سب ہوا جس نے ان حالات میں اس موضوع پر قلم اٹھانے کے لیے مجبور کر دیا۔
اللہ المستعان وعلیہ التحکمان

اسی قسم کے خیالات کا اظہار کتاب کے اختتام پر ایک دہ منڈانہ گزارش کے نام سے

کیا ہے۔ (دیکھو ص ۳۳ تا ۳۴) اس گزارش کی ابتدا میں یہ شعر بھی نقل کئے ہیں۔

گریہ تمام سے بھی کچھ نہ جوا ان تک اب ناز سحر جائے
دل مجروح کی مدد ہے یہ کاش دل میں ترے اتر جائے

• مقام صحابہ ۱۴ ص ۱۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں کچھیں عنوانات کے تحت مقام صحابہ

کے بارے میں جملہ دنیاوی مسائل پر مؤثر سیر حاصل بحث ہے۔ ہم عنوانات میں صحابہ اور مشاہدات صحابہ کا مسئلہ صحابہ کرام کی چند خصوصیات، نصوص قرآن کریم، صحابہ کرام کا خصوصی مقام احادیث نبویہ میں، قرآن و سنت میں مقام صحابہ کا خلاصہ، اس پر اہمیت کا اجماع، الصیحا یکلم عدول کا مفہوم، مشاہدات صحابہ کے معانی میں امت کا عقیدہ اور عمل کہ صحابہ کرام معصوم نہیں بلکہ مغفورہ مقبول ہیں، مستشرقین اور محدثین کے اعتراضات کا جواب، مشاہدات صحابہ اور کتب تاریخ..... یہ حق والصفات کا فیصلہ ہے یا تحقیق حق سے فرار۔

کتاب میں پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ مقام صحابہ کے بارے میں اس مسلک غلط فہمی کا جڑا سبب حضرات صحابہ کو عام رجال امت کی طرح صرف تاریخی معنی و تقیم روایات کے آئینہ میں دیکھنا ہے اور قرآن و سنت کی نصوص اور امت کے اجتماعی عقیدہ نے جو امتیاز صحابہ کرام کو عطا کیا ہے وہ نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ وہ امتیازی خصوصیات حضرات صحابہ کی یہ ہے کہ قرآن کریم نے ان سب کے بارے میں رضی اللہ عنہم و رضو عنہ کہا اور ان کا مقام جنت ہونے کا اعلان کر دیا اور جمہور امت نے ان کی ذات و شخصیات کو اپنی جرح و تعقید سے بالاتر سمجھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسلامی تاریخ کی اہمیت کی وضاحت فرماتے ہوئے کہا کہ جو وہ ثابت کیا ہے کہ قرآن و حدیث کے مقابلہ میں روایات تاریخی خواہ کہیں بھی ہوں فروتر ہیں اس لئے دین اور شخصیات صحابہ جو کہ ”دین ہیں“ ان کی بنیاد زمی تاریخ پر رکھی نہیں جا سکتی اس بارے میں عجیب مباحث آگئے ہیں۔ تاریخ روایت تاریخی، حدیث و روایت حدیث پر مباحث قابل دید ہیں۔ صحابہ اور مشاہدات صحابہ کے مسئلہ کے بارے میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں :

”پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کی معرفت ان کے درجات اور ان میں

پیش آنے والے باہمی اختلافات کا فیصلہ کوئی عام تاریخی مسئلہ نہیں بلکہ معرفت صحابہ و علوم حدیث کا اہم جز ہے۔
جیسا کہ صدر اصحاب میں حافظ ابن حجر اور محدث استیجاب میں حافظ ابن عبد البر نے وضاحت سے بیان فرمایا
ہے۔ اور صحابہ کرام کے مقام اور باہمی تفاضل و درجات اور ان کے درمیان پیش آنے والے اختلافات
کے فیصلہ کو علمائے ائمہ عقیدہ کا مسئلہ قرار دیا، اور تمام کتب عقائد اسلام میں اسے ایک مستقل
باب کی حیثیت کے لکھا ہے۔ ایسا مسئلہ جو تھا، ایسا ہی رہے متعلق ہے اور اس مسئلہ کی بنیاد پر بہت
سے اسلامی فرقہ کی تقسیم ہوئی۔ اس کے فیصلے کے لیے بھی نمایاں ہے کہ قرآن و سنت کی نصوص اور
اجماع امت جیسی شرعی حجت و دلائل سے اس کے متعلق اگر کسی روایت سے استدلال کرنا ہے تو
اس کو عندنا اصول تنقید پر پرکھ کر لینا واجب ہے۔ اس کو تاریخی روایتوں میں ٹھونڈا، اور ان پر اعتماد
کرنا اصولی اور بنیادی غلطی ہے۔ وہ تاریخی کتنے ہی بڑے ثقہ اور محمد علیہ حدیث ہی کی نگہی ہوئی
کیوں نہ ہوں۔ ان کی فنی حیثیت ہی تاریخی ہے جس میں صحیح و قیوم روایات جمع کرنے کا کام دیکھنا
صحابہ کی معرفت کی اس بحث میں اختصار و اجمال کو پیش نظر رکھتے ہوئے تو قرآنی آیتوں
سے صحابہ کرام کی بین اور ممتاز خصوصیتیں بیان فرمائی ہیں اور ان کے ذیل میں اعیان مغربین و صحابہ امت
کے اقوال سے ان کے اس خصوصی امتیاز و فضیلت کو مرصع کیا ہے۔ پھر تو ان حدیث نقل کر کے ان
سے صحابہ کے معتدداختیار و مقبلی اور افضل اناس بعد الانبیاء علیہم السلام وغیرہ ہونے کو تسلط فرمایا
ہے۔ اور دلائل و افہام سے انہیں نقل فرمایا ہے۔ حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں:-

مذکورہ تصدیقات قرآنی اور روایات حدیث میں یہی نہیں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی مدح و ثنا اور ان کو رضوان الہی اور حبیب کی بشارت دی گئی۔ بلکہ امت کو ان کے ادب و
احترام اور ان کی اقتدا کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ بلکہ امت کو ان کے ادب و احترام اور ان کی اقتدا
کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ ان میں سے کسی کو برا کہنے پر سخت وعید فرمائی ہے۔ ان کی محبت کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان سے بغض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض قرار دیا گیا ہے۔
صحابہ کرام کا یہی وہ درجہ و منصب ہے جس کو زیر نظر مقالہ ”مقام صحابہؓ میں پیش کرنا ہے۔
ایک دو گراہ فرقوں کو چھوڑ کر باقی امت محمدیہ کا ہمیشہ سے صحابہ کرام کے بارے میں اسی اصول
پر اجماع و اتفاق رہا ہے، جو اوپر کتاب و سنت سے ثابت کیا گیا ہے۔

..... اس اجتماع کا عنوان عام طور پر کتب حدیث اور کتب اعتقاد میں یہ ہے کہ اصحابہ کلمہ حوالہ حاصل نمود اس جگہ کا وہی ہے جو اوپر کتاب و سنت کے حوالوں سے صحابہ کرام کے درجہ و مقام کے بارے میں لکھا گیا ہے۔

”اصحابہ کلمہ حوالہ کے عنوان کی تحت میں نہایت شرف و بسطت سے اساطین علمائے امت کے نہایت عمدہ دل نشین، مدلل، قوال کا حوالہ دے کر صحابہ کی ”عدالت“ ”مغفورت“ ”قبولیت“ کو ثابت کیا ہے۔ عجیب قابل دید و لائق درمباحث ہیں۔

اس کے بعد صحابہ کے باہمی جنگوں کو ان کا ”اجتماع“ قرار دے کر ایک گروہ کے عمل کو صواب اور دوسرے کے عمل کو خطا، اجتماع قرار دیا ہے اور اس بارے میں کف لسان اور سکوت کو ہی اسلم قرار دیا ہے۔ اس کے بعد علامہ قرطبی کی تفسیر سے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں سلف صالحین کے اقوال سے مشابہت صحابہ پر بہترین تحقیق کی گئی ہے بعد ازاں دیگر ائمہ سلف کی کتابوں سے اس بحث میں نہایت مفید عبارات نقل کی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام کے عمل و فقہ ہونے پر اجماع و اتفاق ہے اور اس پر بھی کران کے دربان پیش آنے والے مشاحرات میں غرض نہ کیا جائے یا سکوت اختیار کیا جائے۔ یا پھر ان کی شان میں ایسی بات کہنے سے گریز کریں جس سے ان میں سے کسی کی تنقیص ہوتی ہو۔ حضرت مفتی صاحب نے غلام سفارینی کی کتاب سے دو اچھے شعر نقل کئے ہیں۔

واحذر من الخوص الذي قد بزدی بفضلهم مما جرى لوتسردی

فأنه عن اجتنباد خد صدر فأسلو اذل الله من هله مجر

ترجمہ: اور پرہیز کرو صحابہ کرام میں پیش آنے والے جھگڑوں میں دخل سے جس میں ان میں سے کسی کی تحقیر ہو۔

کیوں کر ان کا جو عمل بھی ہوا۔ اپنے شرعی اجتماع کی بنا پر ہوا ہے۔ تو سلامتی اختیار کرو۔ اللہ ذلیل کرے۔ اس شخص کو جو ان کی بدگوئی کرے۔

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نور اللہ رحمہ نے صحابہ کرام معصوم نہیں مگر مغفور و مقبول ہیں کے عنوان کی تحت میں صحابہ کرام کے سات مخصوص امتیازات نقل کی ہیں۔ جن کی وجہ سے

ان کے بارے میں اہمیت کا یہ عقیدہ قرار پایا کہ ان کی طرف کسی عیب و گنہ کی نسبت نہ کریں۔ ان کی تقصیر تو میں نے شائبہ سے بھی گریز کریں کہ سلف صالحین نے ہوا ان معاملات و مشاہدات سے بے گشت ہو کر ان سے اس قدر سکوت کو ایمان کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ ص ۱۱۳

کتاب کے خاتمہ سے پہلے اس سلسلے میں دستخطیں اور مہینے کے مسکت اور بدل جواب دیے گئے ہیں۔ عارضی مقام پر یاد رکھ کر خدمت مفتی صاحب نورانی رحمہ اللہ نے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا اور ایک ایسے فنکار کی سیج کئی کا علمی سالانہ مجلہ منیجیا جس کے شروع سے پوری دینی سماعت، اعلیٰ اثر و اثر مند ہو سکتی ہے۔

فجزاؤ اللہ تعالیٰ عنا وعن ماسکرالہ خیر الجزاء

سیرت خاتم النبیا صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمانوں کے علوم خاصہ میں "سیرت" کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اس بات کا ذوق حضور نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے نقوش و باطنی اور آپ کا اسلوب کاملہ ہے جو قرآن عظیم کی مجسم و مجسمہ تصویر اور نبوت کبریٰ کی جہان تب و ثناء اور کائنات عالم کا سرچشمہ ہے جس کی ہر اکون دون کا نور جس کی ہر شعاع چرخ طیار اور جس کا ہر عمل جاذب رحمت، ہر خلق آیت قرآنی، ہر گشتہ دلیل قرآنی، ہر قدم دستور نجات انسانی اور ہر طریقہ کاشف رضائے ربانی اور ہر لہذا

۱۔ رقم شدہ سیرت سب سے پہلے "اوتار سیرت" کے نام سے اپنے ملک میں جب زندہ نویس جو امت میں تقابلاً انجمن اسلامیہ خلیفہ کے بنا کر وہ اسلام پر مبنی کھول کے نصاب میں پڑھی تھی اس کے دھندلے نقوش اور تندرہ ازواج اور جہاد پر نوثر تحریر کا دیکھا خاکہ واضح میں اب بھی کچھ تھا کہ آپ تقسیم ہند کی وجہ سے منقطع ہو گئی تھی۔ اس وقت جو کتاب ہندو آئی وہ کتب خانہ مدرسیع الاسلام بھانڈار میں لپی دی کی مکتوبہ تھی جو اب بھانڈار یونیورسٹی لاہور میں کتب خانہ ہے اس کتاب طبع ۱۳۴۰ م کی سب سے بڑی کاپی یہ ہے۔ حضرت دوست! ہر مہم جو دوست بزرگ نور اللہ علیہ السلام کے ہاتھوں میں رہی ہے ایک نگار کے ساتھ پر ہمارا اثر بھی فی علم کتاب پر یہ غافل تھے ہیں۔

ذمہ داران ایسے ائمہ و علماء حقانی علم و آثار ہیں (سید محمد یوسف بنوری مہم جو)

مؤید سب محمدانی ہے۔ دنا سے شیراز کے ثوب کا ہے۔

کریم اسحاق میل الشیم	بنی امیہ الشیخ الامم
ہام رسل شدوائے سبیل	امین خدا مبط جبرئیل
شیخ الوری خواجہ بعث و نشر	امام احمدی صدر دیون شمر
کھیمہ لہ چرخ نعلب طراوت	صحنہ نور اپر تو نور دوست
شیخ مطاش بنی کریم	قسیم جسیم نسیم و سیم
قیحہ کر نازہ قرآن درست	کتب خانہ چند ملت بشت

حضور نور سید برنامہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دینی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر امت نے ہر روز اور ہر یک میں سیرت پاک سے اشتغال رکھا اور الحمد للہ تحقق و محقق سیرت نگاروں نے اس فریق کو کمال خوبی سے ادا کیا اور ہر زبان میں سیرت پر بڑی چھوٹی اور معمولی کتابیں میا فرما کر بنی الانبیاء سید اسرار صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہان آرا سے عالم کو روشنی بخشی۔ اردو میں بھی سیرت النبی (رشی) و سلیمان ندوی، جتوہ اللہ امین، سلیمان منصور پوری، وغیرہ کی ضخیم مقبلات سے لے کر اوسط کتابوں اور دو چار صفحات کے رسائل تک ایک بڑا ذخیرہ سیرت پاک پر میا ہو چکا ہے۔ خوش نصیب معاہدات مند میں وہ خطا جو اس قدسی اصناف ذات گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت شکاری کے شرف سے متنازع ہوئی، انہیں خوش بخت مستفین میں ہمارے مدد و حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مقدمہ میں جن کی مختصر سیرت اور جزائیر یا سیرت خاتم الانبیاء ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کتاب کے مقدمہ میں سیرت کی اہمیت اور اس کی کتابوں کی ہر زبان میں کثرت پر اقام فرمانے کے بعد لکھتے ہیں۔

”ہر زبان میں بھی قدیم و جدید بہت سی سیرتیں موجود ہیں جو اہل ہند کی طرف سے اس فریق کو ادا کر چکی ہیں۔ لیکن میری نگاہ غرض سے ایسی مختصر سیرت کو ڈھونڈ رہی تھی جس کو ہر کاروباری مسلمان مرد و عورت و تین مجلسوں میں ختم کر کے اپنا ایمان تازہ کر سکے اور اسوۂ نبویہ کو اپنا رہنما بن سکے اور جو اسلامی انجمنوں اور مدرس کے ابتدائی نصاب میں درج ہو سکے اور جس میں اختصار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا اجمالی نقشہ مکمل طور سے پیش کر دیا گیا ہو۔ گویا کوئی رسالہ اردو زبان میں میری نظر سے گزرا جس میں بعض باب شملہ نے اپنی اسلامی انجمن کے لیے ایسے رسالہ کی ضرورت محسوس کر کے اختصار سے

زمانہ کی توجہ اور جہت کی علمی اور معیاری کے ساتھ مشاغل تعلیم و تعلم کے اس خیال سے قدم اٹھایا کہ جس وقت سیدہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سیرت نگاروں کے نام پیش ہوں تو شاید کسی گوشہ میں اس سیرت کا نام بھی آجائے۔ ع

بہل ہیں کہ کافیر گل شود بس مست

اس لیے نام خدا قلم اٹھایا اور امور ذیل کا اختصار کرتے ہوئے سیرت کی معتبر کتابوں کا لب لباب اس رسالہ میں پیش کر دیا۔

۱۔ اس کا خاص طور سے لحاظ رکھا گیا کہ رسالہ طویل نہ ہو جائے اور اسی وجہ سے ملک عرب کے جغرافیائی حالات اور عرب و عجم کی حالت قبل از اسلام وغیرہ جو سیرت کا جز سمجھے جاتے ہیں اور ایک حد تک مفید بھی ہیں ان سے قلیح نظر کر کے صرف ان حالات پر اکتفا کرنا چاہا جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے متعلق ہیں اور اسی اختصار کی وجہ سے پہلی طباعت میں اس کا نام اوجز امیر فیض البشر رکھا تھا یعنی نہایت مختصر سوانح عمری۔ لیکن چونکہ یہ نام عام فہم نہ تھا اور کتاب عامہ ہی کیسے کہی گئی ہے اس لیے طبع ثانی میں پہلی نام کو برقرار رکھتے ہوئے عام شہرت کے لیے سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نام رکھا گیا۔

۲۔ اختصار کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھا گیا کہ جامعیت ہاتھ سے نہ جائے اور سجدہ تمام مفردی واقعات تقریباً اس رسالہ میں لے لئے گئے ہیں۔

۳۔ مسائل جہاد، تعداد نزوات وغیرہ پر جو مخالفین کے اوہام میں ان کے بھی سوٹے موٹے مگر شافی جوابات درج کئے گئے ہیں۔

۴۔ رسالہ کا اخذ کل معتبر اور مستند کتابیں ہیں۔ جن کے حوالے بھی ہر موقع پر بقید صفحات لکھ دیے گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ہزاروں ہزار شکر کہ اس نے اس ناچیز کو قبولیت عطا فرمائی اور سب سے پہلے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے اس کو پسند فرما کر خانقاہ امدادیہ کے نصاب درس میں داخل فرمایا اور خانقاہ کے ماہوار رسالہ انوار بابت ماہ شوال ۱۴۴۴ھ میں یمن و صیت اس کا اعلان فرماتے ہوئے دوسروں کو بھی اس کی طرف رغبت دلائی اور بہت جلد طبع ثانی کی نوبت آئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت مفتی صاحب نورانہ قدہ نے کتاب کے تقریباً تمام مضمون اپنے قلم سے لکھ دیے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں کی مختصر سیرت کی کتابوں میں یہ کتاب اپنا ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ سہولت، تاثیر و ایجاد کے ساتھ جامعیت کا اچھوتا نمونہ ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے سکول و ملازم ہرگز و مہر کی طلب و بوس سے بھری ہوئی عام کتابوں کی بجائے اسے اپنے نصاب میں داخل کریں۔

کتاب کے خدایان کے تنوع و جامعیت کا سرسری اندازہ عنوانات پر ایک نگاہ ڈالنے سے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تعارف کے لیے عنوانات نقل کرتا ہوں۔

- ۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف۔
- ۲۔ ولادت سے پہلے آپ کی برکات کا ظہور۔
- ۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت۔
- ۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی وفات۔
- ۵۔ رضاعت و زمانہ طفولیت۔
- ۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی وفات۔
- ۷۔ عہد المطلب کی وفات۔
- ۸۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر شام۔
- ۹۔ دوبارہ سفر شام بغرض تجارت۔
- ۱۰۔ حضرت خدیجہؓ سے نکاح۔
- ۱۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے۔
- ۱۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاروں صاحبزادیاں۔
- ۱۳۔ باقی ازدواج مطہرات۔
- ۱۴۔ تعداد ازدواج کے متعلق ضروری تنبیہ۔
- ۱۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور بھوپھیاں۔
- ۱۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موالی۔
- ۱۷۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر و داری کرنے والے۔
- ۱۸۔ بنو کہنہ اور قریش کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتفاق امین تسلیم کرنا۔
- ۱۹۔ عطا ربوت۔
- ۲۰۔ دنیا میں اشاعت اسلام۔
- ۲۱۔ اماناد و دعوت اسلام۔

نہ حضرت مفتی صاحب نورانہ قدہ نے تعداد ازدواج پر مختصر مضمون میں مختصرین کے اعتراضات

- ۲۲۔ تمام عرب کی مخالفت و عداوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت۔
 ۲۳۔ تمام قبائل عرب کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب۔
 ۲۴۔ کھنکھانوں میں نفرت پھیلانا اور اس کا الٹ نتیجہ۔
 ۲۵۔ قریش کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برہمن کی طمع دینا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب۔
 ۲۶۔ قریش کی ایذا رسانی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت۔
 ۲۷۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بین معجزہ۔
 ۲۸۔ صحابہ کے لیے ہجرت مبشرہ کا حکم ۲۹۔ طفیل بن عمرو کی کاشفیت بسلام ہونا۔
 ۳۰۔ ابوطالب کی وفات ۳۱۔ ہجرت طائف۔
 ۳۲۔ اسرار نبوی پر مبنی شادیوں۔
 ۳۳۔ خود کھا قریش کی چشم دید شہادتیں ۳۴۔ مدینہ طیبہ میں اسلام۔
 ۳۵۔ سب سے پہلا مدرسہ مدینہ طیبہ میں ۳۶۔ ہجرت کی ابتدا۔
 ۳۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ ۳۸۔ غار ثور کا قیام۔
 ۳۹۔ غار ثور سے مدینہ کی طرف روانگی ۴۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ۔
 ۴۱۔ ام مجدہ اور ان کے خاوند کا اسلام ۴۲۔ ام مجدہ اور ان کے خاوند کا اسلام۔
 ۴۳۔ مراقبہ ملک کا راستہ میں پہنچنا اور اس کے گھوڑے کا زمین میں دفننا۔

بقیہ صفحہ : کے نہایت جامع، شافی و مؤثر جوابات دے دیے ہیں جن کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ چالیس سال پہلے دیکھیں میں پڑھ رہا تھا کہ یہ دلائل اب تک ذہن کی نشانی کا سامان ہیں حضرت نے خود لکھا ہے اس مختصر کتاب میں تفصیل کی گنجائش نہیں ورنہ دکھلایا جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تعدد کج کس قدر اسلامی اور شرعی ضرورتوں پر مبنی تھے نیز اگر یہ نہ ہوتے تو بہت سے احکام و عورتوں ہی کے ذریعہ سے امت کو پہنچ سکتے تھے وہ غرض یہ ہاتھ کس قدر بڑے حیاتی اور ترقی کشی ستہ کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تعدد و رواج کو نفسانی خواہشوں پر محمول کیا جائے اگر باطل پرستی نے قتل و جاس کو نہیں کہا تو کوئی کافر بھی ایسا نہیں کر سکتا۔

- ۴۲۔ سراقہ کی زبان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعتراف۔
 ۴۳۔ نزول قبا
 ۴۴۔ حضرت علی کی ہجرت اور قبا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا۔
 ۴۵۔ اسلامی تاریخ کی ابتدا۔
 ۴۶۔ مدینہ طیبہ میں داخل ہونا۔
 ۴۷۔ مسجد نبوی کی تعمیر شروع۔
 ۴۸۔ مشروریت جبار
 ۴۹۔ سریرہ حمزہ اور سریرہ عبیدہ۔
 ۵۰۔ اسلام اپنی اشاعت میں تلوار کا محتاج نہیں۔
 ۵۱۔ وہ مذہب بھی کامل نہیں جس میں سیاست نہ ہو۔ وہ سیاست بھی مکمل نہیں جس کے ساتھ تلوار نہ ہو۔
 ۵۲۔ نقشہ غزوات و سرایا۔
 ۵۳۔ اہم غزوات و سرایا اور واقعات متفرقہ سلسلہ۔
 ۵۴۔ تحویل قبلہ۔
 ۵۵۔ غزوہ بدر۔
 ۵۶۔ سریرہ عبداللہ بن جحش۔
 ۵۷۔ غزوہ بدر کے واقعات متفرقہ۔
 ۵۸۔ سیران جنگ بدر کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک محمد نبی کے مدعی یورینیوں کے لیے سبق۔
 ۵۹۔ اسلامی مساوات
 ۶۰۔ ابوالحاصل کا اسلام

سے۔ اس عنوان کے تحت جہاد کی حکمت و اہمیت پر عمدہ بحث ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا۔ اکبر نے خوب کہا ہے۔

یہی فرماتے رہت تیغ سے پھیلا اسلام
 یہ نہ ارشاد ہوا تو پ سے کیا پھیلا ہے

سے۔ بقول اقبال ۔

رشی کے دونوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طعسم
 معاذ جو تو کھیتی ہے کار بے بیاد

حضرت مفتی صاحب نور اللہ برقدہ نے جہاد اسلامی کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے۔ یوں تو سب قابلِ ملاحظہ و ناہم نمونہ چند جملے نقل کرتا ہوں۔ اسلام میں جس طرح بغرض مختلفہ اذیانہ جہاد کو فرض کیا گیا ہے۔ اسی طرح حفظ و تقدم اور ذوالنوع تبلیغ کو راستہ سے ہٹانے کے لیے جہاد جہاد بھی قیامت تک کیلئے ضروری کیا گیا ہے۔

- ۶۳۔ اسلامی سیاست اور ترقی تعلیم۔
- ۶۴۔ غزوہ غطفان اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت عظیم کا معجزہ۔
- ۶۵۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح۔
- ۶۶۔ غزوہ احد (واقعات متفرقہ) ۶۷۔ سترہ سترہ مندرجہ بجانب برصحنہ۔
- ۶۸۔ قریش اور یہود کی متفقہ سازش اور غزوہ احزاب۔
- ۶۹۔ غزوہ احزاب اور واقعہ خندق ۷۰۔ واقعات متفرقہ۔
- ۷۱۔ سترہ صلح حدیبیہ۔ معیت رضوان ۷۲۔ سلاطین دنیا کو دعویٰ خطوط
- ۷۳۔ حضرت خالد بن ولید اور عمرو ابن عاص کا اسلام۔
- ۷۴۔ سترہ غزوہ خیبر فتح مذک ۷۵۔ عمرو قضا۔
- ۷۶۔ سریر موت ۷۷۔ فتح مکہ معطر۔
- ۷۸۔ فتح مکہ کے بعد قریش کے ساتھ مسلمانوں کا حسن سلوک
- ۷۹۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم اور ابو سفیان کا اسلام۔
- ۸۰۔ غزوہ تبوک ۸۱۔ غزوہ طائف ۸۲۔ عمرو حجاز
- ۸۳۔ غزوہ تبوک اور اسلام میں چندہ کا رواج۔
- ۸۴۔ چند معجزات ۸۵۔ مسجد طبرک کو آگ لگانا۔
- ۸۶۔ وفود کی آمد اور جوق در جوق اسلام میں داخلہ۔
- ۸۷۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا امیر حج ہونا۔
- ۸۸۔ حجۃ الاسلام ۸۹۔ خطبہ عرفات ۹۰۔ سریر اسرار
- ۹۱۔ مرض وفات ۹۲۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت
- ۹۳۔ آخر انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ ۹۴۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات۔
- ۹۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و فضائل و معجزات۔
- ان ۱۱۲ صفحات میں اتنے حقائق کو سمونا اور ضروری معلومات مؤثر و دل نشین زبان میں پیش کرنا حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کا کارنامہ ہے۔ آخر میں بتدیوں کے یہ جواہر الکلم کے نام سے چمک چمک رہا ہے۔

بقیہ لڑائی ہے، جو مختصر عارضہ کے معمول پر مشتمل ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نور اللہ قادری کی اس مختصر جامع سیرت کا تہذیبیہ بل بصر کیا کرے گا بغیر کے نزدیک حضرت عظیم الامت مجدد دہقانوی قدس سرہ کا مکتوب گرامی اس کتاب کی وقعت و اہمیت کیلئے سب سے بڑی ممکن شہادت ہے۔ اس لئے اس اثر مبارک کو نقل کرتا ہوں۔

انوار شرف علی علیہ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اتقاب اس لئے نہیں لکھا کہ سمجھ میں نہیں آیا۔ آپ کے والد ماجد صاحب کے تعلقات اخوت پر نظر کر کے تو عزیزم کہنے کو دل چاہتا تھا۔ مگر آپ کے کمالات و کمالات اس کہنے کو بے ادبی سمجھا اند اگر کمالات پر نظر کر کے اس سے ڈرنا کہ لکھوں تو حضرت استاذی مولانا محمد تقی صاحب کا غفلت مبارک اس سے روکتا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ زیادہ تعظیمی الفاظ اپنے مخصوصین کو لکھنا موجب اجنبیت ہے۔ اس کو بھی دل گوارا نہ کرتا تھا۔ آخر سلام ہی کو اتقاب سے مفتی سمجھا۔ اصل مدعا عرض کرتا ہوں۔ آپ کا رسالہ مع محبت نامہ پہنچا جس میں دودرخواستیں ہیں، ایک اصلاح۔ یہ درخواست تو ایسی ہے جیسے اعراج سے مٹنی کو کہا جاتا ہے۔ نظر و حافظہ بچنے ہی پر اسے نام تھا اور اب تو وہ بھی رخصت ہو گیا، البتہ بعض جگہ تو مسو کا تب نظر آیا۔ مثلاً ابو طلحہ ہی باپ کا نام اور ابو طلحہ ہی بیٹے کا نام نظر آیا۔ بعض جگہ روایات میں ایسا یاد پڑتا ہے کہ رجب کو کسی اخلاق سے چھوڑ دیا گیا ہے۔

مگر یہ احکام نہیں تھے جن میں ایسا کرنا مضر ہو۔ پھر آپ کی ادنیٰ توجہ سے ان کا تذکرہ ہو سکتا ہے۔ دوسری درخواست تقریب کی جی بیل القیصر ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تحقیق تقریب میں تو خود قرطبہ کی صارت فی الضمن شرط ہے جس کا نقد مجرمین میں ہے اور عرفی قرطبہ رسم پستی اور محسن دل جوئی ہے۔ سندھی کی جو طبعنا پسند نہیں اس لیے جو اسے تقریب کے ان واقعات کا ذکر کر دے جو رسالہ کے مطالعہ تفصیلیہ کے وقت پیش آئے جو بالکل سچے اور سادے ہیں۔ اشتراک اثر یا فرض

لے۔ او جزیاسیہ... اشرف صاحب۔

نہ۔ اس مرتبہ طبع ثانی میں، حضرت نے مکرر نظر فرمائیں سب کو کی حد تک فراموشی ہے اور اس کے مدحیہ طبع کیا گیا ہے۔

کے اعتبار سے خواہ کسی کو توغذ خیال فرمایا جائے اور نہ پریشان خیالات کو کالائے بدریش خاوند کی نسبت میں داخل کر کے نظر انداز کر دیا جائے۔ وہی مذہب اور بھی بہت سے وجدانی اور ذاتی خاتم سے پیدا ہوئے جن میں سے بعض نے اس وقت تکھف نہیں رہے اور بعض کی تعبیر میں تکلف ہوتا ہے۔ ان ایک بات اور یاد رکھنی کہ مولف سلمہ سے محبت بڑھ گئی اور اپنے نظریات کے لئے کہ پہلے سے ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ خصوصاً جہاز کا انداز جس سے واقعات اصل حالات پر جاندار نظر آنے لگے۔ نہ ایسا پرانا کہ جس کو اس وقت چھوڑنے کی راستہ دی جاتی ہے۔ نہ ایسا نیا جو حقیقت کو متبس کر دیتا ہے۔

بہر حال رسالہ برہیلو سے محبوب اور دل کش اور اپنے مولف کے کمالات کا آئینہ ہے۔ اس کو ختم کر کے جازم راستے دیتا ہوں کہ اس کے درس سے کسی کو غالی نہ چھوڑا جائے اور میرے مشورہ سے جو اس راستے کو قبول کریں گے۔ اس سب سے پہلے میں مولف سلمہ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کی دس جلدوں کا دیو میرے نام کر دیں تاکہ میں اپنے خاندان کے بچوں اور عورتوں کو پڑھنے کے لیے دوں۔ والسلام۔ اس کے ساتھ ہی علیحدہ پرچہ پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا کہ:

جواب میں دیر اس لیے ہوئی کہ شروع کر کے چھوڑنے کو جی نہ چاہا اور فرصت ہوتی نہیں۔ اس لیے جب سب دیکھ لیا۔ اس وقت جواب لکھا۔ رسالہ دیکھ کر جیسی خوشی ہوئی ہے اس کی حد تو کیا بیان کروں۔ بھائے حد بیان کرنے کے یہ دعا دیتا ہوں کہ تھانوی ایسی ہی خوشی اس کی جزا سے آپ کو دے۔ میں نے جو کچھ اس کے متعلق لکھا۔ اس میں ایک حرف تکلف سے نہیں لکھا۔ اس سے زائد میرے مذاق کے خلاف ہے۔ اگر پسند ہو شائع کرنے کی اجازت ہے اور پھر اپنی خانقاہ کے ماہواری رسالہ النور بابت ماہ شوال ۱۳۴۲ھ ضمن تحریر وصیت اعلان فرمایا کہ اوپر ایسے لکھنے والے حضرت مفتی مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی خانقاہ کے ابتدائی نصاب میں درج کئی گئی اور دوسروں کو بھی یہی راستہ دیتا ہوں۔

از تھانویوں۔ ۲۰۔ رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ

میرت خاتم الانبیاء ص ۱۹۰ مطبوعہ ۱۳۴۵ھ

اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کو اس سخی مشکور کی جزا سے خیر دے اور اللہ ہم سب کو اس کتاب مستطاب سے سفید فرمائے۔ آمین۔

ثمرات الاوراق یا کسکول

ہمارے بہت سے قدیم علماء کا دستور تھا کہ دورانِ مطالعہ جو مفید بات نگاہ سے گزرتی اسے اپنے استفادہ یا عمومی افادہ کے لیے بلا ترتیب مضامین اپنے پاس نقل کر لیتے تھے۔ جو ما جس کر اسے یا کاپی پر پرزہ نواذات اور قیمتی جواہرات لکھے جاتے تھے اسے "بیاض" کہتے تھے۔ ایسے مجموعوں میں بڑے کام کی باتیں مل جاتی تھیں۔ جون حضرات کے ہزار ہا ہزار صفحات کے مطالعہ کا حاصل اور ثمرہ ہوتی تھیں۔ اس قسم کا ایک مجموعہ ہمارے مدد و مدد حضرت مفتی صاحب نور اللہ مدظلہ کی کتاب ثمرات الاوراق یا کسکول ہے۔ جس میں مفید و دلچسپ علمی، فقہی، تاریخی، ادبی، اصلاحی نواد مضامین اور جوہر پرکشتوں سے مجمع کر دیے گئے ہیں۔ یہ کسکول نثر و نظم کے جن کا نام سکیمائز پر لطیف مضامین و عبارات پر مشتمل ہے اس سے ہر ذوق کا قافی اپنے مذاق کے مطابق منتخب اور مستفید ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب ۲۹۲ صفحات پر مہمبلی ہوئی ہے۔ ۲۴۰ صفحات نثر کے باقی نظم کے ہیں۔ شعرو سخن کا حصہ حضرت مفتی صاحب کے پاکیزہ ذوق شعری کا نمونہ ہے۔ اس میں حضرت کے اردو، فارسی اشعار بھی شائقِ فرادیس گئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب کے اشعار کا ہلکا سا نمونہ ذیل کے اشعار سے لکھا جاسکتا ہے۔

فارسی - مناجات

آمد بد تو روسیا ہے نگذاشته در جهان گن ہے
گر عفو کنی و گری کسی نیست بجز درت پنا ہے
جان فدایان نگاہ یکبار دگر بمن نکامے

ہر کجا باشی و باہر کہ نمیشنی ہمد وقت
نخبد چشم و دل خود سوائے دل آرم کنی

خوش درس علم و شغل فتاویٰ دیوبند
لیکن شبے بخانقہ متاخر خوشتر است

مصلحت دیدست ارشاد شیخ قاضی
میں ہوں ہر دو غم آلود باید زیستن
نمونہ اردو

یہ زمین میرے لیے ہے آسمان میرے لیے
اور ہے معرفت خلافت کل جہان میرے لیے
میری جہتی میں ہے منہم ہستی عالم کارزار
جہ یہ سب ایجاد و شور کن مکان میرے لیے
کیوں نہ ہو روزِ اول میں ہو چکی تقسیم کار
میں ہوں مالک کے لئے اور کل جہان میرے لیے
یہ راز عشق دیکھ آئے چشم ترا فشانہ ہو جائے
ذرا تمم جاکیں یہ پار سار سوانہ ہو جائے

دل میں اُلفت کا داغ رکھتے ہیں ظلمتوں میں چراغ رکھتے ہیں
شکر صد شکر ہم بغض جنوں اُجھنوں سے فراغ رکھتے ہیں

تم بدلتے ہو روزِ قول و قرار مجھ کو یہ دل لگی نہیں آتی
لوگ دل دادہ ہیں بہت لیکن تم کو خود دلبری نہیں آتی
ہو چکی ہے جو غفلتوں میں بسر پھر کے وہ زندگی نہیں آتی
عمر رفتہ کا مرثیہ پڑھ لوں اس سے بہتر صدی نہیں آتی

دارِ احزان ہے یہ دنیا سب اس میں ممکن نہیں غموں سے نجات
وقتِ رحلتِ قریب ہے غافل گنِ غنیمت یہ عمر کے لمحات
درتو بہ کھلا ہے غفلت کیش اب بھی کر لے تلافیِ مافات

یاد رکھ قول سرود دو عالم اکثر وا ذکر بازم اللذات

حضرت مفتی صاحب نورائد مرقدہ کے اشعار کے بعد فارسی، اردو قدیم و جدید شعرا کے کلام کا انتخاب حکمت، الاشعار کے نام سے ہے۔ یہ انتخاب بقول مرتب موصوف علم و حکمت، ادب و بلاغت کے اعتبار سے کیا گیا ہے۔ خوب ہے۔

حصہ نثر میں تقریباً دھائی سو عنوانات کے تحت عجیب و غریب پراثر و پر حکمت مضامین نقل کیے۔ ایک مختصر اقتباس نمونہ نقل کرتا ہوں۔

”کثرت و قلت“ سبکل دنیا میں کثرت راستے کی حکومت ہے لوگوں نے دنیوی امور سے گزر کر دنیا میں بھی یہی اصول بنالیا ہے۔ مگر اس دنیا کی متعلق کیا راستے رکھتے ہیں۔

وہ اس سلسلہ سے بوضاحت معلوم ہو جاتی ہے حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں۔

اتبع حرق الهدی	تم راہ ہدایت کا اتباع کرو
ولا یضربک قلۃ السانکین و	اگر اس پر چلنے والے کم ہوں تو وہ تمہارے
ایاک و طوق الضلالة و	یہی مضمر نہیں اور اگر اس ہی کے راستے سے بچو اور ہلاکت
لا تقصیر بکثرة المہانکین	میں چلنے والوں کی کثرت سے دھوکہ مت کھاؤ۔

اور علامہ شاہ ولی فرماتے ہیں۔

وہذا سنة الله في الخلق ان	اور اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق کے بارے میں یہی سنت
اهل الحق في جنب اهل الباطل	ہے دعوتِ جاہلیہ کرا ل حق دہشتہ، مقابلہ اہل باطل
تقبل لقلوبہم فاعلموا انما انما الناس	کے قبول میں کم رہتے ہیں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اور اکثر
و لو حرصت بمؤمنین“ و قوله	لوگ ایمان لانے والے نہیں، اگرچہ آپ اس پر پرعین ہوں
”و تقبل من جہادی الشکور“	اور ارشاد ہے۔ اور میرے بندوں میں شکر گزار بہت

کم ہیں۔

(الاعتصام ج ۱ ص ۱۷۷)
اور ضحیٰ ثری فرماتے ہیں۔

اسکو سبیل الحق دلائل و حقائق
حق کے راستے پر چلو اور اس سے گھبرا کر اہل
من قلتا اہل
حق تھو میں کم ہیں۔

(اعتصام بر حقائق) کشکول ص ۴۲-۴۳

یہ کشکول اس قسم کے علمی جواہرات کا خزانہ اور نہایت قیمتی اقتباسات کا مرقع ہے۔ جو اپنی افادیت
کے ساتھ دلچسپ اور پڑھنے کی تازگی بھی ہے۔ عزیز بزرگ بہت سی ایسی کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ جو عام
علمان کی دسترس اور مطالعہ میں نہیں ہیں۔ اس لیے یہ کتاب عامی اور عالم ہر ایک کے فائدہ کی ہے۔ بصرا اور
ہر کا اچھا ذخیرہ ہے۔

اسلام کا نظام تقسیم دولت

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "فتنۃ امتی المال" میری امت کا فتنہ مال ہے۔ یوں تو ہر
زمانہ میں اس ارشاد نبوی کی تصدیق کرتا رہا۔ تاہم موجودہ دور میں امت کا بڑا ہی امت و دعوت اس مالی فتنہ
کی پیٹ میں کچلے ہوئے ہیں۔ اس کی مثال نہیں ملتی مغرب کے ہاتھ میں اس وقت اقوام عالم
کی ذہنی قیادت ہے اور اس کے مالی نظام میں ہی پورے عالم کو اپنے نیچے استبداد میں جکڑے ہوئے ہے۔ ایک
طرف یہودیت کے اصلی مزاج و اثر و نفوذ کی قلوب ہم اہل... بقولہ دان کے دونوں میں سونے کے بچھڑے کی قیمت
بلاؤں گے، کا طور پر ایہ ذریعہ کار و نیست، کے نامانہ نظام کی صورت میں ہوا۔ اور دوسری طرف اس نظام
کا رد عمل یہودوں ذہن ہی سے اشتراکیت و اشتعالیت کے غریبی نظام کی صورت میں ہوا اور حقیقت یہ ہے
کہ افراط و تفریط، عمل و رد عمل کے ان دونوں نظاموں کا سببی اور منشا اصل حب مال ہی ہے اور
اس وقت پورا عالم ان دونوں ہی نظاموں کی پیٹ میں ہے جس نے انسانی جواہر کو ختم کر کے مالی استقلال
اور عظیم حدود کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ ان دونوں نظاموں کے درمیان اعتدال کی راہ تو اسلام نے بتائی
تھی۔ اپنے اور پیارے سب کی عافیت سے اوجھل ہو چکی ہے۔ اس وقت دنیا اس محاشی مسکراہٹ کا چاہتی
ہے اور اس رہنمائی کی طلب ہے جس میں مال کا کسب و صرف، ملکیت و انشراح حدود الہی کا پابند
ہو کر افراط و تفریط کے ان دونوں نامانہ نظاموں سے بنی آدم کو نجات بخٹے جس نے انسانیت کو طبقاتی
جنگ اور زیادتی و ظلم کا جہنم بنا رکھا ہے حضرت مفتی محمد شفیع نور محمد مرقدہ نے اپنے رسالہ اسلام کا

نظام تقسیم دولت میں اس عادلانہ نظام کے خط و خال کی کامیابی اور موجود نشان و بی فرائی ہے۔ یہ نظام سولیت فہم اور مقصود کی رہنمائی میں اپنی مثال آپ ہے۔ گو فن کی اصطلاحات کا استعمال نہیں، تاہم اسلامی معاشیات کا عقائد اور سند خانہ پیش کر دیا۔

بقول حضرت مولانا عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ:

”طریق تقسیم اہل علم و تقاضائی کے رنگ کا سادہ و سلیس عبارت میں نیز اصطلاحات فن کے جوہل کئے ہوئے اسلامی معاشیات کو پختہ کی طرح حل کر دیا ہے۔“

رسالہ کی ندرت اور دلچسپی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ہماری جامعہ پشاور کے اس وقت کے رئیس شعبہ معاشیات اور اہم ترین تعلق رکھتے ہیں، بندہ سے اس رسالہ کی تقریباً تین سو کے قریب اردو و انگریزی کے نسخے منگو کر طبر اور معاشیات سے تعلق رکھنے والوں میں تقسیم کر گئے۔

یہ رسالہ اصلاً حضرت فنی صاحب کا وہ مقالہ ہے جو انہوں نے فروری ۱۹۶۶ء میں بین الاقوامی اسلامی کانفرنس راولپنڈی میں پڑھا تھا۔ اور جس میں مرکز سے لے کر انڈونیشیا تک پورے عالم اسلام کے بہت سے علماء و مفکرین جمع تھے اور اس منتخب مجلس میں یہ مقالہ دلچسپی سے سنا گیا اور پسند کیا گیا۔ مقالہ کے ذیلی عنوانات سے اس کی مختصریات اور انگریزی اور جامعیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ گویا دریا بجا باندہ اور بقامت کمتر بہت بہتر کا مصداق ہے۔ تمہید میں اسلامی معاشی نظریہ اور دیگر نظریات کا بین فرق نمایاں کر دیا گیا ہے پھر عنوانات کی ایک لمبی فہرست کی تحت میں اختصار سے ہم مسائل کو لیا گیا ہے۔ عنوانات یہ ہیں۔

- ۱۔ معاشی مسئلہ کا نظام
- ۲۔ حق کا تصور کو پہنچانا
- ۳۔ دولت و ملکیت کی حقیقت
- ۴۔ تقسیم دولت کے اسلامی مقاصد
- ۵۔ ایک قابل عمل نظام مشیت کا قیام
- ۶۔ تقسیم دولت کی چٹائی
- ۷۔ تقسیم دولت کا سرمایہ دارانہ نظام
- ۸۔ تقسیم دولت کا اسلامی نظریہ
- ۹۔ دولت کے اولین ستر
- ۱۰۔ اشتراکیت و اسلام
- ۱۱۔ سرمایہ داری اور اسلام
- ۱۲۔ آخر سرمایہ اور محنت سے الگ نہیں
- ۱۳۔ انفرادی کاروبار
- ۱۴۔ مفارقت
- ۱۵۔ سود کا کاروبار
- ۱۶۔ حرمت سود کا اثر تقسیم دولت پر
- ۱۷۔ کرہ اور سود کا فرق

۲۱۔ ایک ٹمبر اور اس کا اندازہ ۔ ۲۲۔ اجرتوں کا مسئلہ ۲۳۔ تقسیم دولت کے ثانوی مدلت۔

۲۴۔ زکوٰۃ ۲۵۔ عشر ۲۶۔ کفالت

۲۷۔ صدقہ فطر ۲۸۔ نفقات ۲۹۔ وراثت

۳۰۔ خراج و جزیہ ۳۱۔ پیشہ ورانہ گداگری کا مسئلہ

آج جب کہ سماجی مسئلہ کا حل وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ یہ مختصر مقالہ اہل فکر علماء اور دانشمندان کے لیے شعل راہ نابت ہو سکتا ہے۔

حکمتِ نقیہ الملة نور اللہ مرقدہ کی دوسو کے قریب کتابوں میں سے یہ بے بصیرت چند کے بارے میں اپنی کم سوادی کوشش کر سکا مضمون طویل سے طویل تر ہو گیا۔ نہ ان تمام کتابوں کی کما حقہ نقاب کشائی ہو سکی نہ دیگر کتابوں پر لکھنے کا موقع باقی رہا۔ اس سے اندازہ ہو گا کہ معدن کتنا قیمتی، زمین کتنی زرخیز و منیع کس قدر صافی و پُر آب تھا ہے تو یہ ہے کہ حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ کے اس علمی باغ میں صادق نے ویسی اعتبار سے شاید ہی کوئی ایسا مسئلہ جس پر اپنا گویا قلم نہ اٹھایا ہو۔ یہ حقیقت اس وقت تک معلوم نہیں ہوئی کہ جب تک حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے علمی آثار پر مگر مری نظر نہ ڈالی جائے گا تو ہم اس خزانہ عظیمہ و ثمینہ کی کما حقہ قدر دانی کر پائیں گے۔

کتابوں کی کثرت، مضامین کے تنوع، عنوانات کے انتخاب سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے وفور علمی سیلان، قلم، جدت، طبع اور سلاست کی فکر کا انداز تو رہا ہے۔ مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کتاب، رسالہ و مقالہ بکیر چند صفحات کا جہاں بھی گہرے علم، وسعتِ نظر، دقیقہ دہی، نکتہ بینی اور احصائے راستے کا نمونہ ہے۔

حضرت حکیم الامتہ تھانوی نور اللہ مرقدہ اس ادارے کے علم و تحقیق تھے جن کا ادارہ تحریر دینی علوم کی ہر صنف پر محیط تھا اور ہر علم میں آپ سند اور حجت و امانت کا مقام رکھتے تھے۔ ظاہری علوم میں آپ کے علوم خاصہ تفسیر، فقہ و فتاویٰ تھے جن سے آپ کی فطری مناسبت تھی اور ان سے خاص شغف تھا۔ اردو کی اشرف التفسیر تفسیر بیان القرآن اور ہر وعظ و مجلس میں تفسیری مضامین اور نکات اس لئے آج جدید جہت کے لئے ضرورت ہے کہ اساتذہ حق کی کتاب کی تشریح و شائع ہو۔ یہی مقصد کے کی جائے۔

پانچواں حصہ: شاید ہی کوئی ایسا جدید موضوع ہو جس پر ہمارے بزرگ نہ نہ سمجھیں ہر ایک مدد و نصیحت کی بنا پر دنیا ان علی جی جیسے استفادہ سے محروم ہے۔ م۔ ۵

فضائل و برکات احادیث صحیحہ کی روشنی میں بیان فرماتے ہیں۔ اور اس رات میں جو اعمال مسنون ہیں ان کی فہرست بھی تحریر کی ہے تاکہ عام مسلمان اس رات کے بیش بہا فضائل و برکات سے بہرہ اُخذ نہ ہو سکیں مگر افسوس ہے کہ بہت سے لوگ غفلت و جہالت سے اس کے ثواب و برکات کو عذاب و نقصانات سے بدل لیتے ہیں اور اپنی شرعی اعمال سے ظنِ طرح کی بدعتیں اور قبیح رسمیں ایسا کر کے ہر ایک برکت کو اپنے لیے مصیبت بنالیتے ہیں۔ اس رسالہ میں ان خرافات اور لطوایط کی بھی نشان دہی کی گئی ہے مثلاً رسم آفتاب کی جس میں لاکھوں روپیہ اور کئی جانوں کا نقصان ہو جاتا ہے، رسم ملوہ، چراغاں کی رسم، مسجدوں میں اجماع اور شہد و شعب وغیرہ۔

کتاب کے آخر میں حضرت مفتی صاحب نہایت دردمندی سے مسلمانوں سے یہ گزارش کرتے ہیں کہ مسلمان ان افسردہ نمائشوں کو غنیمت سمجھ کر ان سے نفع اٹھائیں اور اس مبارک رات میں اعمالِ مسنونہ کے ساتھ جاگ کر قبر میں آرام سے سونے کا سامان کر لیں، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے آپ اور اپنے اہل و عیال کو ان گن بھول سے تو بچالیں جو اس مبارک رات میں ثواب سمجھ کر کسب کرتے ہیں۔ یہ کتاب آخرت کا توشہ جمع کرنے کے لیے ایک موثر ذریعہ ہے بشرطیکہ مسلمان اس کو پڑھ کر اس پر عامل ہو جائیں۔

(۱۹) بسم اللہ (فضائل و احکام)

”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ایک ایسا مختصر جملہ ہے جس کے پڑھنے میں نہ کوئی محنت و مشقت ہے نہ کوئی وقت صرف ہوتا ہے مگر اس کے آثار و برکات نہایت دوامی اور عظیم الشان دینی و دنیوی فوائد پر مشتمل ہیں۔

اس مختصر رسالہ میں حضرت مفتی صاحب نے بسم اللہ کے شرعی احکام و خواص بسم اللہ کا قدر تفصیلی ذکر فرمایا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس مختصر رسالہ کی اصل مسلمانوں کو اسی غفلت پر تنبیہ کرنے کے لیے لکھی گئی ہے جو اس بے محنت کام سے قوم نہ چرائیں اور اس کے فضائل و برکات کو بلاوجہ ضائع نہ کریں۔

کتاب کے ابتدائی حصہ میں احادیث کی روشنی میں ان مقامات کا ذکر کیا گیا ہے جہاں بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے اور اس کی تاکید آئی ہے، پھر اس کے کچھ احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں اور

سات، ویدیشانہ تراضی و مسکنیت و مومنانہ فراست سے چمکتا ہوا آج بھی آنکھوں میں پھر رہا ہے۔ یہ پہلی ملاقات تھی جس میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی شفقت و محبت نے نواز اور تادم آخر اس میں کمی نہ آئی۔ اس سفر میں بندہ کو دور سارے مرحمت فرمائے جو مسلم لیگ اور اسلامی سیاست کے بارے میں تھے۔ پھر کوئی کتاب حضرت نور اللہ مرقدہ کی شاید ہی چھپی ہو جو بندہ کو ہدیہ مرحمت نہ فرمائی ہو۔ ایک بار معارف القرآن کی پہلی جلد بازار سے خریدی۔ کراچی کی معاصرین کے وقت تذکرہ دیا تو فرمایا آپ نے بازار سے کیوں خریدی۔ آپ پر حیرانہ ہو گیا۔ اور پھر وہی جلد منگو کر اپنے دستخط فرما کر یدریشہ عنایت فرمائی۔ آج وہ عنایتیں اور شفقتیں یاد آتی ہیں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے اور آنکھیں پُر نرم ہو جاتی ہیں۔ ایسی فرشتہ صفت اور شفیق شخصیتیں اب کہاں سے میسر آئیں گی۔ جب تک صحت تھی جب کبھی کراچی معاصرین ہوتی۔ یہ بندہ بھی خدمت میں پہنچنے کے لیے کار سہا ترماتا تھا کہ مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ ہمسند سے اٹھ کر ننگے پاؤں سڑک پر تشریف لے آتے اور محبت و شفقت کے وہ کلمات ذہانتے جو اس پھیر زک کے لیے یہاں سرمایہ سعادت اور انشاء اللہ آخرت میں ذریعہ نجات ہوں گے۔

ایک بار گھر پر معاصرین ہوئی کوئی خادم موجود نہ تھا۔ پٹنگ سے خود اٹھے۔ مٹائی اور کیلے اناری سے نکال کر لائے اور بندہ کے سامنے رکھ دیئے، جسے بندہ نے کمال ندامت سے سعادت سمجھ کر کھایا اور اس تکلیف فرمائی پر معذرت کا اظہار کیا تو فرمایا اس میں کوئی ایسی بات نہیں، آپ تو بڑے دور کے پیارے مہمان ہیں۔ ہر مہمان کا حق ہوتا ہے۔ آپ نہجالت محسوس نہ کریں (اوکھا قال)، ان واقعات سے حضرت کی کمال بے نفسی اور تواضع رعایت حقوق و رہبانندی شریعت کا اندازہ ہوا ہے۔ ان پر کثیف و ذلیل ملاقاتوں کے واقعات و کوائف بہت ہیں۔ اس نگار و نیشاں داستان

(بقیہ حاشیہ) اور حضرت مولانا خضر عثمانی نور حضرت مفتی صاحب کی قیادت میں، اور محمد لیگ اور محمد لیگ پاکستان کی حمایت نہ کرتا تو شاید ہی یہ تحریک کامیاب ہوتی۔ غصہ صواب و برہم کے ریفیڈر ہوا یعنی اشد بد و شریک سنی کی حیثیت سے گواہ ہے۔ اس دیر بندی قاعدہ جہاد حریت اور یہ صاحب انکی صاحب مرحوم ہی نے رعد میں جہاد شہداء صاحب کی قیادت اور کٹریس کے حکم کو توڑا۔ آج ان بندگان خدا کو گون جانتا ہے۔ والی انشاء اللہ۔

کے لئے مستقل معنوں چاہیے۔ اپنی بات اپنی آخری ممانہ کے ایک واقعہ پر ختم کرتا ہوں۔ بندہ جو ملتی
 ششہ میں آخری بار حاضر ہوا، حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرتدہ قدیم عارضہ قلبی میں صاحب فرشتے
 تھے۔ بندہ کو دیکھتے ہی اٹھ بیٹھے۔ فرمایا، آپ کو دیکھتے ہی جان پڑ جاتی ہے۔ تھوڑی سی مثال ہی دیتے
 ہیں۔ فرمایا آپ خود مثالیں ہیں۔ مثالیں لسنے کی کیا ضرورت تھی۔ بندہ کے ساتھ عزیز گرامی قدر سید
 محمد صاحب بنوری سلمہ صاحبزادہ حضرت علامہ محمد رفیع بنوری نور اللہ مرتدہ، تھے۔ ان کے لیے عرض کیا کہ
 وہ فرمیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے والد محترم کی میراث عطا فرمے۔ باطنی بلی و دنانی کا وارث بنائے۔ وقت سے دعا
 فرمائی اس ضمن میں بندہ نے جب برادر گرامی جناب مولانا تقی عثمانی سلمہ، وزیر نائب مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ کی
 دینی و ملی خدمات کا تذکرہ کیا تو حمدیث نعمت کے طور پر فرمایا کہ بحمد اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر
 ہے کہ بندہ کی زندگی ہی میں ان دونوں نے میرے کاموں کو سنبھال لیا مولوی محمد رفیع صاحب نے فتویٰ و
 فقہ کا کام لے لیا ہے اور دیگر کاموں کو مولوی تقی سلمہ کر رہے ہیں۔ پھر فرمایا یوں تو میرے چاروں بیٹے
 ماشاء اللہ خوب ہیں۔ لیکن میرے علمی کام سنبھالنے کے اعتبار سے یہ دونوں بیٹے خاص ہیں۔ اور سب
 بیٹوں کے لیے دعا فرمائی۔ آخری مجلس میں باوجود منصف و قاضی کے ڈیڑھ گھنٹے تک محرم حکم کارشادات
 عاید سے نوزستے رہے۔ یہاں تک کہ نڈھالی ہو گئے۔ برادر مولوی تقی میاں نے دعائی کی گولی دی۔
 تو لیٹ گئے۔ بندہ نے نصحت چاہی تو انتہائی پُر تاثیر الفاظ میں دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے اور صاف فرما
 دیا کہ شفقت اس آخری ملاقات کی پُر تاثیر جماعت تھی۔ شاید میری دم تک نہ بھرے گی فوجہ اللہ تعالیٰ
 رحمۃً واسعۃً

علو فی الحیاہ و فی الممات لعل انت احدى المعجزات
 علیہ خیرہ الرحمت قسری برحمات غواد و انخبات

دل گرفتہ پیچ میر زو بیچد ان

محمد اشرف

صدر شعبہ آبپاشاوری و برقی

۲۶ ذی قعدہ ۱۴۰۶

مولانا فیض احمد صاحب
استاذ دارالعلوم، کراچی

حضرت مفتی عظیم کی اصلاحی تصانیف

فقہ ملت مفتی عظیم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب زرا اللہ رحمہ اللہ قدہ کرمات اللہ تعالیٰ نے تفسیر الدین کی دولت عظمیٰ سے مالا مال فرمایا تھا وہاں اصلاح قوم کے جذبہ غیر سے بھی سرشار فرمایا گیا تھا۔ حضرت تھانویؒ کو قوم کی ذہنی مالی اور پر مصائب زندگی کی اصلاح کی ضرورت لاحق رہتی تھی جس کو بین ہوشان کی وہ سینکڑوں تصانیف ہیں جو انہوں نے اس امت مرحومہ کی اصلاح کی خاطر تصنیف فرمائیں۔ اسی فکر و جذبہ کا ایک بڑا حصہ حضرت مفتی صاحب کو پختہ نشین کی میراث میں ملا تھا۔ یہ وہ جذبہ تھا جس نے حضرت مفتی صاحب کو بھی بیسیوں ایسی کتابیں لکھنے پر مجبور کر دیا جن کی عام مسلمانوں کو انتہائی شدید ضرورت تھی اور جراثیم اللہ ایک طویل مدت تک اس قوم کو راہ ہدایت پر پڑے بسنے میں مدد معائن ثابت ہوتی رہیں گی۔

حضرت مفتی صاحب کو ہمیشہ اس بات کی فکر دامن گیر رہتی کہ کسی نہ کسی طرح دین کی باتیں عام مسلمانوں تک اس طرح پہنچ جائیں کہ وہ آسانی کے ساتھ سمجھ کر ان پر عمل کر سکیں۔ اگرچہ حضرت کی بیسیوں کتابیں بحیثیت فقہ و مفتی عظیم کے محض محققانہ اور خالصتاً معرکۃ الادب و مباحث پر مشتمل ہیں، لیکن عمومی طور پر آپ کی حیثیت مرشد کمال کے ایسی کتابوں کو پسند فرماتے تھے جن سے عام الناس کو نفع پہنچے۔ آپ کو مزاج اس سلسلہ میں موجودہ زمانہ کے عام مصنفین سے بالکل ہٹ کر تھی، چنانچہ آپ ہمیشہ اس بات کی کوشش فرماتے تھے کہ مضامین کو انتہائی سہل انداز سے آسان اور سلیس زبان میں بیان کر دیا جائے تاکہ اس سے کم تعلیم یافتہ لوگ اور گھریلو عمدتیں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکیں، اور یہ وصف

آپ کی تقریر وواعظ میں بھی اور تحریرات و تصانیف میں بھی کیسا طور پر جذبہ اتم پایا جاتا ہے۔ نیز آپ دوسرے صنفین کی ان کتابوں کو بھی غور تحقیق دیکھتے تھے جن میں سی جذبہ کار فرما ہو۔ پانچواں آپ کی محرکہ الآراء تصنیف تفسیر معارف القرآن میں جو غالباً اس وقت اردو کی تفسیر میں سب سے زیادہ مفصل اور سب سے زیادہ قبول ہے اسی بات کو مد نظر رکھ لیا ہے کہ یکے ہی غرض اور شکل تفسیری مباحث کیوں نہ ہوں ان کو اس طرح بیان کر دیا جائے کہ تصوری بہت اردو جاننے والا شخص بھی ان کو آسانی سمجھ سکے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس تفسیر کو اس قدر ثمرات اور قبولیت عطا فرمائی ہے کہ ہر خاص و عام اسی کا طالب و تمنی نظر آتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے احقر سے حضرت کا ایک واقعہ نقل فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک سالہ کے مدینے جو حضرت کے مزاج اور آپ کی تحقیقی تصانیف سے قطعی بے خبر تھا حضرت کے چند ایسے رسائل کو دیکھ کر جو عامۃ الناس کی اصلاح کے لیے آسان زبان میں لکھے گئے تھے اپنے ادارہ میں یہ تبصرو کیا کہ حضرت مفتی صاحب کی تصانیف کا رنگ محققانہ کم اور واعظانہ و نصائیانہ زیادہ ہے اور یہ تبصرو اس انداز سے کیا کہ گویا حضرت کے علمی مقام اور مرتبہ کی تنقید مقصود ہو، ناقل واقعہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ ادارہ پڑھ کر بہت افسوس ہوا اور میں نے حضرت والد صاحب سے عرض کیا تو فرمایا کہ اس نے ایک لحاظ سے صحیح تبصرو کیا ہے اور فرمایا کہ آج کل بہت سے مصنفین کا یہ مزاج ہو گیا ہے کہ وہ کتابیں اس نیت سے نہیں لکھتے کہ وہ سہل اور آسان ہوں جن کو پڑھ کر عامۃ الناس دین پر عمل کر لیں بلکہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ خالص علما اور محققانہ مباحث ہوں تاکہ علماء اور خواص ان کو پڑھیں اور لکھنے والوں کو داغیں پیش کریں اسی نظریہ اور ذہنیت سے تبصرو لکھنے میری کتابوں پر تبصرو کیا ہے عائد نمبر میرے نزدیک آج امت کو تحقیق کی کم اور عمل کی زیادہ ضرورت ہے۔ اور ایسی کتابوں کے مقابلے میں جو تحقیق کے درجہ میں بہت اعلیٰ ہوں مگر عملی اعتبار سے ان سے صرف ایک مخصوص طبقہ کو فائدہ پہنچتا ہو ایسی کتابیں زیادہ غیب میں جو عوام کے ساتھ عامۃ الناس کے مفاد کو ہمیشہ نظر رکھ کر سہل اور سادہ زبان میں لکھی گئی ہوں۔

زیر نظر مقالہ میں حضرت مفتی صاحب کی ان تصانیف میں سے چند کا مختصر تعارف کرنا مقصود ہے جو بنیادی طور پر اصلاحی تصانیف کی فہرست میں آتی ہیں۔

جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ اگر کوئی مناظرہ اور مجاہدانہ ذہنیت سے ملحدہ ہو کر قبول حق کی نیت سے پڑے تو یہ مقرر سالہ اس کے تمام اوصاف و اسکالات اور شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے لیے کافی و شافی ہو گا۔

تعدد ازواج کے سلسلہ میں مخالفین کے شبہات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ۔
 "اگر کوئی شہرچہ شرم آفتاب نبوت کی عظمت و جلال کو بھی نہ دیکھ سکے اور آپ کے امدق، اعمال، تقویٰ، طہارت زہد و ریاضت اور مقدس زندگی کے تمام گرد و پیش کے عمارت سے بھی آنکھ چڑھے تو خود ان متعدد نکاحوں کے اوقات ہی اس کو یہ کہنے پر مجبور کر دیں گے کہ تعدد ازواج یقیناً کوئی نفسانی خواہش پر مبنی نہ تھا، ورنہ ساری عمر ایک سن رسیدہ عورت کے ساتھ گزار دینا بچپن سالہ کو اس کام کے لیے تجویز کرنا کسی انسان کی عقل تسلیم نہیں کی جاتی۔
 خصوصاً جب کہ کفار عرب اور رؤسا و قریش آپ کے ایک اشارہ پر اپنا منتخب جن بھال آپ کے قدموں پر نشانہ کر لینے کے لیے بھی تیار تھے۔ جیسا کہ تاریخ و سیر کی معتبر کتابیں اس کی شاہد ہیں، اور اس سے قطع نظر کی جائے تو خود مسلمانوں کی جمیعت بھی اس عرصہ میں لاکھوں کی تعداد تک پہنچی تھی جن کی ہر عورت آپ کے عقد میں داخل ہونے کو بجا طور پر فخر و دارین سمجھتی تھی، یہ سب کچھ تھا مگر حضرت نبوت کے عقد میں یکایک سال ایک صرف ایک حضرت مذکورہ تھیں جن کی عمر بوقت نکاح چالیس سال تھی، پھر ان کے بعد بھی جن خواتین کا نکاح کے لیے انتخاب کیا جا تا ہے وہ ایک کے سوا سب کی سب بیوہ اور صامیہ اولاد تھیں، امت کی بے شمار کنواری لڑکیاں اس وقت بھی انتخاب میں نہیں آئیں، اس مختصر سالہ میں تفصیل کی گنجائش نہیں ورنہ دکھایا جا تا کہ آپ کے یہ متعدد نکاح کس قدر اسلامی اور شرعی ضرورتوں پر مبنی تھے، نیز اگر نہ ہوتے تو بہت سے وہ احکام جو عورتوں ہی کے ذریعہ سے امت کو پہنچ سکتے تھے وہ سب منحرف رہ جاتے۔

اس پر دو پگندے کے جواب میں کہ اسلام بڑے شہیرہ پیدا کیا ہے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ ۔
 "جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام بڑے شہیرہ پیدا کیا ہے کیا وہ اس کا کوئی جواب دے سکتے ہیں کہ ان تلوار چلانے والوں پر کس نے تلوار چلائی تھی جو نہ صرف مسلمان بنے بلکہ اسلام کی

(۱) سیرت خاتم الانبیاء

تعارف :- سرور کائنات خرموجودات روح و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پڑھنے پڑھانے کی ضرورت سے بے شائبہ واقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا ہے ہر زمانہ ہر دور اور ہر زبان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کلمی جاتی رہی اور یہ بات بلا خوف تہیہ کسی جا سکتی ہے کہ آپ ہی کی وہ ذات بابرکات ہے جس کی سیرت نگاری کا اتنا اہتمام کیا گیا ہے کہ کسی دوسرے کا نہیں کیا گیا۔

اُردو زبان میں بھی بہت سی سیرت کی کتابیں موجود ہیں اور اہل اُردو کی طرف سے اس فریضے کی ادائیگی ہو چکی ہے مگر اُردو زبان میں ایک عرصہ سے ایک ایسی مختصر سیرت کی تلاش تھی کہ جس کو ہر کاروباری، سلطان، مرد و عورت، بچہ بڑا چند مجالس میں پڑھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پوسے اسوۂ حسنہ سے واقف ہو کر اپنا ایمان تازہ کرے اور اس کو اپنا راہنما بنا کر اس پر عمل کر سکے۔

حضرت مفتی صاحب سے بعض احباب نے اسلامی انجمن کے لیے سیرت پر ایک رسالہ تصنیف فرمانے کی درخواست کی جس میں اختصار کے ساتھ آسان زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک اجمالی نقشہ مکمل طور پر روایات میں احتیاط کو مدنظر رکھ کر کھینچا گیا ہو۔ مفتی صاحب نے اس درخواست کو قبول فرمایا، اور ۱۳۴۹ھ میں ایک انتہائی مختصر مگر جامع کتاب جو تہذیب و تمدن اور اہم واقعات کے ساتھ بہت سے محرکۃ الآراء مسائل مثلاً تعدد الزواج، جہاد اور واقعہ مروج وغیرہ پر غرضیفین کے اصرام و اشکالات کے موٹے موٹے گر ثنائی جوابات پر مشتمل ہے تحریر فرمائی۔

مفتی صاحب نے اپنے مخصوص مزاج کے مطابق اس میں ایک تو اس بات کا اہتمام فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل سیرت انتہائی سہل اور سادہ زبان میں عوام الناس کے سامنے آجائے جس کو بڑا آدمی، ایک مجلس اور بچے چند مجالس میں بیٹھا سب پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل پیرا ہو سکیں، اسی اختصار کی بنا پر اس رسالہ کا نام ”سیرت مختصر الشریعہ“ تجویز فرمایا اور ساتھ ہی اس بات کا بھی پورا اہتمام فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کا نقشہ معجز کتب تدوین و حدیث کے حوالے سے سامنے آئے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے لے کر وصال تک کے تمام واقعات اس رسالہ میں سامنے ہیں اور ساتھ ہی بعض اہم بابِ حدیث کو سہل کر کے اقتصاد

حمایت میں توار اٹھانے اور اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالنے پر راضی ہو گئے کیا وہ بتلا سکتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ، اور علی مرتضیٰؓ پر کس نے توار چلائی، قبیلہ بنی الاشمل کو کس نے دیا تھا اور تمام انصار مدینہ پر کس کا زور تھا، ہمدردہ اسلمی کو کس نے جھوڑ کیا کہ ستر آدمیوں کی جماعت نے کربینہ کے راستہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور برضار و رغبت مسلمان ہو گئے، نجاشی بادشاہ حبشہ پر کون سی توار چلی تھی کہ باوجود اپنی شوکت و عظمت کے قبل از ہجرت مسلمان ہو گئے؟

بہر حال اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اس قدر قبولیت عام عطا فرمائی کہ تقریباً ڈھائی لاکھ کے قریب اس کے نسخہ کئی مرتبہ شائع ہو کر علوم و خواص میں پھیل چکے ہیں۔ ہمدردانہ کے بہت سے لوگوں اور دینی مدارس میں نیز پاکستان کے اکثر دینی مدارس میں یہ کتاب داخل نصاب ہے

(۲) نجات الیمین یعنی گناہوں کا کفارہ

مسلمان موجودہ دور میں جس زبوں حالی اور مصائب و مشکلات کا شکار ہیں وہ کسی صاحب عقل و فہم سے مخفی نہیں۔ ان مسائل کا اصل سبب تو ہمارے گناہ ہیں جیسا کہ قرآن و حدیث کی سیکڑوں نصوں سے ثابت ہے۔ اور ان کا اصل علاج تو اپنے گناہوں سے توبہ اور استغفار ہی ہے۔

مگر گناہیہوں کے اس طوفان اور گناہوں کے اس بحر میں جس طرح مسلمان چاروں طرف گھرے ہوئے ہیں ان سے بچنے اور نکلنے میں بھی خاصا وقت درکار ہے۔ ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت مفتی صاحبؒ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں بہت سے ایسے اعمال مذکور ہیں جن کے استعق معتبر احادیث میں گناہوں کا کفارہ ہونا مذکور ہے۔ اور وہ اعمال نہایت آسانی سے فرائض کے بعد کیے جاسکتے ہیں۔ کتاب کا سبب تالیف خود صاحب کتاب کی زبانی ہے۔

آج کل مسلمانوں کی کشتی جن مصائب کے طوفان میں زیر و زبر ہو چکی ہے۔ یہی ہے وہ کسی ذی ہوش سے مخفی نہیں۔ ان حالات و آفات کی وجہ سے دل میں آیا کہ مسلمانوں کو ان کے مصائب کے اصلی اور بے خطر علاج کی طرف پھر توجہ دلائی جائے جس کا مفید اور موثر ہونا یقینی اور ہزاروں مرتبہ کا تجربہ

کیا ہوا ہے۔

یوں تو اس موضوع پر بہت سے علماء سلف و خلف نے قلم اٹھایا ہے۔ مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ذکی الدین عبد العظیم منندی شیخ ابو کریم رازی، شیخ ابو زید ابن خلیل اوزاعی، اور شیخ محمد بن خطاب شامل ہیں۔ مگر یہ ساری کتابیں اور رسائل عربی ہیں جس سے عربی دان یا اہل علم ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے ان میں سے دو رسائل حافظ ابن حجر کا رسالہ "المختار المفرد من الذنوب المستمرة والمتأخرة" اور شیخ محمد بن خطاب کا رسالہ "بشارة المحبوب بتكفير الذنوب" کو ہمیشہ نظر رکھ کر اردو زبان میں یہ رسالہ تحریر فرمادیا ہے تاکہ ہندو پاکستان کے عام مسلمان بھی ان اعمال کو اختیار کر کے اپنے گناہوں کی معافی کا سامان کر سکیں۔

ابتداء میں تو اگلے پچھلے گناہوں کی معافی پر جو شبہات لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں ان کا جواب دیا گیا ہے پھر وہ اعمال لکھے گئے ہیں جو مکفر ذر ب میں اور ان کو عام محدثین نے خصال اور خصلت سے تعبیر فرمایا ہے اس لیے حضرت نے بھی سری عثمان اختیار فرمایا۔ چنانچہ پورا رسالہ تیس خصلتوں پر مشتمل ہے جن میں سے بعض خصلتیں یہ ہیں۔

پہلی خصلت وضو کی پوری تکمیل، چوتھی خصلت نماز ضمنی، پانچویں خصلت صلوة التبتی، آٹھویں خصلت قیام شب قدر، چودھویں خصلت سورۃ حشر کی تلاوت، پندرھویں خصلت اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم دلانا، اکیسویں خصلت کھانے پینے کے بعد ایک دعا، تیسویں خصلت فوتے سال کی عمر کو پہنچنا۔

کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ فائدہ بہرہ کے نام سے شامل ہے جو اعمال مجربہ برائے دفع بلا و مصائب پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ کتاب پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۳) ذکر اللہ اور فضائل و مسائل درو اسلام

مسلمان اپنے مزارع ایمانی کے لحاظ سے دوسری اقوام و ملتوں سے بالکل جدا واقع ہوا ہے۔ دوسری

کے لیے جرت ریاقت ہے اس کے لیے وہ تم قائل ہے، دوسری قسم خدا کو بید کر اس سے اپنا شر توڑ کر دنیا کی ظاہری زندگی میں بظاہر غرض و خرم رہ سکتی ہیں، لیکن اگر مسلمان دنیا و آخرت کی فلاح چاہے تو اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اپنا ظاہری اور باطنی تعلق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مضبوطی سے قائم رکھے، اور اپنے دل راست اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذکر میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام میں گزارے۔

زیر نظر کتاب حضرت مفتی صاحب نے بعض اجاب کے مشورہ اور اصرار پر ۱۳۸۹ھ میں مسلمانوں کی زبانوں عالی سے شائع ہو کر بطور ملاحظہ تالیف فرمائی۔

اس کتاب کی تالیف کا محرک بھی حضرت مفتی صاحب کا وہی جذبہ غیرت کہ کسی طرح مسلمان اپنی ظاہری و باطنی حالت سنواریں اور دین پر عمل کر کے اپنی نجات کا سامان پیدا کر لیں چنانچہ مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”در حقیقت یہ رسالہ تصنیف و تالیف کے طور پر نہیں، بلکہ غنیمت و شوق والا کرپانے آپ کو اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو عمل پر ڈالنے کی غرض سے چند اوراق لکھے گئے ہیں۔“

یوں تو ذکر اللہ کے اقسام اور دن رات کی مسنون دعاؤں کا ایک طویل سلسلہ ہے جو حدیث کی کتب میں مذکور ہے مگر یہاں پر حضرت مفتی صاحب نے خصوصیت کے ساتھ وہ اذکار اور دعائیں جمع فرمائی ہیں جو کم فرست آدمی بھی آسانی کے ساتھ پڑھ سکے، اور جن کے وسائل و برکات یہ تھا ہیں۔ ابتدا میں ذکر اللہ کے معنی، طریقہ، اور فضائل، احادیث نبویہ (حیہ الفضل الصلوٰۃ والسلام) کی روشنی میں بیان فرمائے ہیں۔

ایک عنوان ”برزخ کار ذکر اللہ میں داخل ہونے کے تحت امام تغیر حضرت عطاء کا قول نقل کیا ہے کہ جن علی مجلسوں میں احکام شرعیہ ملال و دعا اور بزدانہ باز کی بکشت، تحقیق اور تعمید ہو وہ بھی جہتیں ذکر ہیں، اس کے بعد آداب، ذکر اور آداب تلاوت مختصر انداز میں بیان فرمائے ہیں۔

آگے چل کر بعض انتہائی مختصر معمولات جن نافذ دین و دنیا ہیں تحریر کئے گئے ہیں کہ اگر انسان تفریق کسی قوت جسے تو ان کو یاد کر کے ان کی پابندی کر لینا کچھ دشوار نہیں، خصوصاً ان کے ثبات و برکات

کے مقابلہ میں یہ قصوری سی محنت کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔

کتاب کے دوسرے حصہ میں درود شریف کے مسائل و فضائل بیان کئے ہیں کہ درود شریف کس وقت فرض و واجب ہوتا ہے کن اوقات میں مستحب ہے اور درود شریف کے الفاظ کون سے منتخب کرنا چاہئیں۔

اسی ضمن میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ درود بھیجنے والے کا نام معدودت آپ کے پاس پہنچایا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں آپ پر درود بھیج رہا ہے، اور دوسری احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ہر ایک کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے اس سے زیادہ کون سی عزت و عظمت ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سلام کا جواب دیں۔

ایک واقعہ ہے۔ فرماتے ہیں بعض بزرگوں کے واقعات میں تو یہ بھی منقول ہے کہ اپنے سلام کا جواب انہوں نے خود سنا ہے۔ علاقہ کابل کے ایک بزرگ بنا، پاکستان کی ابتدا میں کراچی تشریف لائے، انہوں نے فجر سے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی میں معیشت تھا، میں نے دیکھا کہ نصف شب کے بعد ایک شخص آئے اور روضہ اقدس کے سامنے پہنچ کر سلام عرض کیا، تو روضہ اقدس کے اندر سے جواب سلام کی آواز آئی، جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا اور ہرگز یہی مسئلہ دیکھتا رہا۔

انہوں نے درود شریف کے بعض خواص کے عنوان سے حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہ کی کتاب زاد السعید سے درود شریف کی چند خصوصیات جو مستند احادیث سے ثابت ہیں ذکر فرمائی ہیں۔

مثلاً قبولیت دعا، مال میں برکت و زیادتی، پاؤں سوجانے کا علاج، بھول جونی چیز یاد آجانا، خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت، عالم بیداری میں زیارت،

ذکر اللہ اور دعا میں جتنا حضور قلب اور دلجمعی ہو اتنا ہی اجر و ثواب اور خیر و برکت کا باعث بنتا ہے اور اشعار و نغمہ میں یہ غایت ہے کہ قلب میں رقت اور یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے حضرت عائشہؓ نے چند بزرگوں کے کچھ اشعار بھی اس کتاب میں نقل فرمائے ہیں، مثلاً حضرت شیخ عطارؒ کی مشہور مناجات

بادشاہِ حبرم مارا دگنڈہ ماگنہ گایم و قربا کر کار
حضرت خواجہ عزیز الحسن ہندوستان کی مدرس کے چند اشعار
تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مقصود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اور خود حضرت کے چند اشعار جو اپنے ایک درست مولانا عبدالعزیز صاحب سوتی کے ایک صریح
”یہ ان کا کرم ان کا کرم ان کا کرم ہے“ پر مدثر اقدس پر حاضری کے وقت موزوں ہو گئے۔
پھر پیش نظر گنبد خضر ہے حرم ہے پھر نام خدا و فضلہ جنت میں قدم ہے
پھر شکر خدا سانسے غراب بنی ہے پھر سر ہے مرا اور ترا نقش قدم ہے
رگ رگ میں محبت ہو رسولِ عسریٰ کی جنت کے خزانہ کی یہی بیج سلم ہے
کتاب کے اخیر میں چند انتہائی مختصر اور کارسوزہ جو بہت کم فرصت اور وقت چاہتے ہیں ذکر

فائدے ہیں کہ اگر کوئی اس کی پابندی کرے تو انشاء اللہ یہی کافی ہیں۔

۱۔ قرآن پاک کی تلاوت جس قدر ممکن ہو روزانہ صبح کا معمول بنالیں۔

۲۔ ایک منزل مناجات مقبول جب فرصت ملے پڑھ لیں۔

۳۔ تسبیح غامی کہ عمل بہت مختصر ہے اور فائدہ بے شمار۔

۴۔ سو مرتبہ کلہ سوم، سو مرتبہ استغفار، سو مرتبہ درود شریف۔

خصوصیات ۱۔ ذکر اللہ کے فضائل اور حقیقت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔

۲۔ درود شریف کی اہمیت اور مقام واضح ہوتا ہے۔

۳۔ ذکر اللہ کرنے اور درود شریف پڑھنے کا ذوق و شوق اور اس کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔

۴۔ مختصر سے وقت میں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کا بہترین نسخہ ہے۔

۵۔ مہربان مہربان اور مہربان ہے، اور خزانے کے ساتھ کسی گئی ہے۔

۶۔ حسب ضرورت فقہی جزئیات و مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

(۳) گناہ بے لذت

تعارف :- آج کل قرب قیامت کی بنا پر کمزور و کمزور ہو رہے ہیں اور بے عملی کا دور دورہ ہے اور دین پر عمل کرنا بظاہر حدیث ایسا مشکل ہو گیا جیسے انگارے کو ہاتھ میں تھامنا، مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو تو اس بات کی فکر ہی نہیں رہی کہ جو کام وہ کر رہے ہیں حلال ہے یا حرام، ثواب ہے یا گناہ، اگر کوئی مسلمان انفرادی طور پر گناہوں سے جان بچا بھی لے تو دنیا کی فضا اتنی تنگ ہو گئی ہے کہ اجتہاد ہی گناہ و زنا سمیت، تجارت، ملازمت اور معاش کے تمام شعبوں پر پھیلے ہوئے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہماری عدم توجہ، بے پروائی، غفلت اور کم علمی کا نتیجہ ہے یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ اچھل شرعیات پر عمل کرنے کو سخت دشوار سمجھنے لگے ہیں، حالانکہ شریعت میں کوئی دشواری نہیں حدیث میں ہے الدین یسر و دشواری اس لیے محسوس ہوتی ہے کہ جب کسی چیز پر عمل کرنے والے کم ہو جائیں اور اس کا رواج نہ رہے تو آسان چیز بھی مشکل ہو جاتی ہے۔

بہر حال گناہوں کے طوفان امنڈ رہے ہیں اور انہی اعمال بڑے نتائج قحط و زلزل، وباء، قتل و غارتگری، اور زلزلت کی صورت میں مسلمانوں پر مسلط ہیں، مگر ان میں بہت سے ایسے گناہ ہیں جن میں ہم محض غفلت اور جہالت سے مبتلا ہیں ان سے نہ کوئی دنیوی مفاد متعلق ہے نہ دوزخ چھوڑنے میں کوئی ادنیٰ تکلیف و مشقت ہے۔

مسلمانوں کی اس زبوں حالی اور ذلت کو دیکھ کر حضرت منہج صاحب کی اصلاحی طبیعت نے ان کو مجبور کیا کہ مسلمانوں کی اصلاح کے لیے ایک ایسا رسالہ تحریر کیا جائے جس میں ان گناہوں کی تفصیل قرآن و حدیث کی روشنی میں آجائے تاکہ مسلمانوں کو اس کے گناہ ہونے کا علم ہو جائے اور اس کے چھوڑنے کا ارادہ کر لیں، اسی مناسبت سے رسالہ گوگنا و بے لذت کے نام سے موسوم فرمایا۔ خود فرماتے ہیں کہ :-

مبے لذت گناہوں کی ایک فہرست مع ان کے وبال عظیم اور عید شدہ کے اس رسالہ میں لکھی جاتی ہے جن کے کرنے میں نہ کوئی دنیوی نفع اور لذت ہے اور نہ ترک کرنے میں کوئی مشقت تاکہ مسلمان کم از

کم ان گناہوں سے توبہ کی جائیں سب گناہوں سے نجات نہ ہو تو کم از کم تقبیل تو جو جائے اور یہ بھی بعید نہیں کہ ان گناہوں کے چھوڑنے کی برکت سے دوسرے گناہوں کے چھوڑنے کی بھی ہمت ہو جائے۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو شخص ہمارے دین کی پیروی کی کچھ بھی کوشش کرتا ہے تو ہم اس کے لیے باقی دین کے راستے آسان کر دیتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے زیر نظر سالہ میں دو قسم کے گناہوں کی فہرست جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے ایک تو وہ گناہ جن میں کسی بے حس بدخلق کو بھی کوئی خط اور لذت نہیں، دوسرے وہ جس میں حقیقتاً کوئی لذت نہیں مگر بعض لوگ اپنی بد اخلاقی اور بے حس کے سبب ان میں کوئی حد محسوس کرتے ہیں لیکن اگر ان کو چھوڑ دیں تو دنیا کی ادنیٰ ضرورت و خواہش میں کوئی فرق نہیں آتا۔

مہرنگاہ کو ذکر کرنے کے بعد اس پر جو وبال عظیم اور شدید وعیدیں آئیں ہیں ان کو احادیث کی مستند کتابوں سے نقل کیا ہے، حسب ضرورت فقہی مسائل اور اہم نکات بیان فرمائے ہیں۔ عام مسلمانوں کو دعوت محمدی ہے اور اس انظار سے سمجھایا ہے جیسے ایک مشفق باپ اپنی اولاد کو یا ایک مرشد کامل اپنے مرید کو انتہائی خلوص لگن اور محبت سے گمراہیوں سے نکال کر راہ ہدایت پر چلانے کی فکر کرتا ہے۔

ذیل میں چند اہم عزائمات ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ اندازہ ہو کہ کتنے ایسے گناہ ہیں جو ہم سے دن رات سرزد ہوتے ہیں اور ہمیں اپنی لاپرواہی اور غفلت کی بنا پر ان کا احساس تک نہیں ہوتا۔ مثلاً کسی سلطان کے ساتھ استغناء و تسخر، کسی انسان یا جانور پر لعنت کرنا، چغل خوری اور نامی برے القاب سے کسی کا ذکر کرنا، عیب جوئی، نکستہ چینی اور تفتیح، چھپ کر کسی کی باتیں سنا، بلا اجازت کسی کے مکان میں جھانکنا یا داخل ہونا، نسب کی وجہ سے کسی کو طعنہ دینا، اپنے اصل نسب کو چھوڑ کر دوسرے نسب ظاہر کرنا، گالی گلوچی اور فحش کلامی، علماء اور اولیاء اللہ کی بنہ ادبی لوگوں کے راستہ یا بیٹھے لیٹنے کی جگہ غلاظت و نجاست ڈالنا، پیشاب کی مہینٹوں اور قطرات سے نہ نہ پینا، بے عزت و ستر کھونا، پانی پیمامہ، تہنبد وغیرہ ٹخنوں سے نیچے پہننا، کسی جانور کو آگ میں جھلانا، جھینٹی گواہی دینا، بغیر اللہ کی قسم کھانا، مہوٹ برہنا یا مہوٹی قسم کھانا، بیک وقت ایک سے زائد طلاق دینا، ناپ تول میں کمی کرنا۔

جاؤ اور ان کی تصویر بنایا اس کو استعمال کرنا، بلا ضرورت کتاب پانا، سودا اور رٹوت لینا، مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا، وغیرہ۔

آپ صبر کیجئے آج کل کتنے مسلمان ہیں جو ان گن ہوں اور آفاتِ عظیمہ سے بچنے بچانے کی کوشش کرتے ہیں، آج کل یہ گناہ و بادل کی طرح عام ہو گئے ہیں حرام و حلال سب اور خصوصاً عورتیں ان میں کثرت سے مبتلا ہیں، یہ وہ گناہ ہیں جن سے ہم بلا و بھاری اپنی آخرت پر بادل کر رہے ہیں، ان میں کوئی فائدہ ہے نہ ہماری کوئی حاجت ان پر قوت ہے، صرف شیطان کی قیاس اور غفلت و لاپرواہی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سے بچائیں، واللہ الموفق و الموہدی السبیل۔

اس کتاب کے اخیر میں حضرت مفتی صاحب نے علامہ زین العابدین ابن نجیم مصری مفتی صاحب تصانیف مشہورہ جن میں الاشبہ والنظائر بھی شامل ہے، ایک رسالہ (جو ان کے عبودہ رسائلِ زیرہ میں چونتیسواں رسالہ ہے اور الاشباہ والنظائر مصری کے آخر میں لکھا ہوا ہے) کو اردو زبان میں منتقل کر کے مستقل رسالہ کی صورت میں مذکور کتاب کا ضمیر بنا دیا ہے اور اس کا نام انذار العباد من الصغائر والکبائر: تجوین فرمایا ہے۔

اس رسالہ میں پہلے صغیرہ و کبیرہ گن ہوں کی تعریف پر مختصر کلام ہے اور مختلف اقوال ذکر کئے گئے کے بعد اس سلسلہ میں جو قول راجح ہے اس کو ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد سب کبیرہ گن ہوں کی اور پھر صغیرہ گن ہوں کی فہرست دی گئی ہے، تاکہ ایک نظر میں عام مسلمان اس کو دیکھ کر اپنے اعمال و افعال کا جائزہ لے سکیں یا کم از کم اس کو دیکھ کر علم و درست ہو جائے کہ فلاں کام گناہ ہے جس کا ثمرہ یہ ہے کہ گناہوں پر نہایت اور افسوس ہو جو کہ توبہ کا اعلیٰ درجہ ہے اور جب یہ کرنا پالیا جائے گا تو انشاء اللہ کسی نہ کسی وقت توبہ اور اجتناب کی توفیق ہو جائے گی۔

ذیل میں صغائر اور کبائر کی فہرست میں سے (جو ۱۰۳ کبائر اور ۱۲۸ صغائر پر مشتمل ہے) چند ایسے گناہ بطور نمونہ ذکر کئے جاتے ہیں جن کو عام طور پر گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

چند کبائر:- ۱۔ شہادت کو چھپانا جب کہ اس کے سوا کوئی اور شہادہ نہ ہو، (۲) جھوٹی گواہی دینا۔

(۳) ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ (۴) ناپ تول میں کمی کرنا۔ کسی فرض نماز کو اپنے وقت سے مقدم یا تاخیر کرنا۔
 (۵) حج فرض ادا کئے بغیر جانا۔ ۶۔ کسی سانڈ کو آگ میں ملانا۔ ۷۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا۔ ۸۔
 اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا۔ ۹۔ کسی سلطان یا غیر مسلم کی غیب کرنا۔ ۱۰۔ مال میں سرفرازی و مصداقت
 اور ضرورت سے زائد خرچ کرنا۔ ۱۱۔ عورت کا گناہ۔ ۱۲۔ لوگوں کے سلسلے سے تعلق نہ رکھنا۔ ۱۳۔ جہنم یا جہنم
 کو شیخوں سے نیچے نہ گنا۔ ۱۴۔ چورہ کھانا یا اہل ساریج وغیرہ بچانا۔ ۱۵۔ کسی گناہ کی توبہ نہ کرنا اور جہنم
 یا بری رسم نکالنا۔

چند عوارض۔ ۱۔ وہ حیثیت جس میں کسی کو کوئی نقصان نہ ہو۔ ۲۔ مرد کو زخمی یا سہا پنا۔ ۳۔ کسی
 فاسق کے پاس بیٹھنا۔ ۴۔ عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا۔ ۵۔ تہجد کی زمانہ کے جمع ہونے سے پہلے
 ۶۔ کھڑے ہو کر مشاب کرنا۔ ۷۔ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا۔ ۸۔ سود و سبک عیب کو اس کی بیع کے
 وقت چھپانا۔ ۹۔ زوجہ کو بلا ضرورت طلاق دینا۔ ۱۰۔ بحالت حیض طلاق دینا۔ ۱۱۔ جنازہ کی نماز
 مسجد کے اندر پڑھنا۔ ۱۲۔ کافر کو بدعت ضرورت ابتداء مسلم کرنا۔ ۱۳۔ پتوں بھرنے کے بیٹے کا۔ ۱۴۔
 بے فائدہ کھانا کرنا۔ ۱۵۔ ہنسی دل لگی میں افراط کرنا۔

یہ اور اس جیسے سینکڑوں گناہ ہیں جو ہر بات دن اکر بیان کی طرح کرتے ہیں اور تھک دیتے
 گناہ میں بھی نہیں آتا کہ یہ کوئی ناجائز کام ہے اللہ تعالیٰ ہماری غفلت سے ڈرے۔ آمین۔
 خصوصیات۔ ۱۔ نماز تہجد ہی اور شفقت سے لوگوں کو گناہوں کے ترک کی ترغیب دی
 گئی ہے۔

۲۔ ایسے گناہوں کو بطور خاص ذکر کیا گیا ہے جن کو آج کل غفلت یا جہالت کی بنا پر گناہ نہیں
 سمجھا جاتا۔

۳۔ اردو زبان میں عفار و کبار کی سب سے بڑی فہرست ہے۔

۴۔ جگہ جگہ ضرورت کے مطابق فقہی جزئیات ذکر کئے گئے ہیں۔

(۵) مصیبت کے بعد راحت

مع

دفع الافلاس

یہ فانی اور بے نبات دنیا تغیرات اور تبدیلیوں کی آماجگاہ ہے کبھی ایک حالت پر برقرار نہیں رہتی، ایک شخص کی زندگی میں جس قدر انقلابات اور تغیرات پیدا ہوتے ہیں وہ بھی محدود حساب ہیں، ہم شخص کی عمر میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس کی سرت و اجسا ط کی کوئی اہتمام نہیں ہوتی اور سی طرن کیسابی صاحبِ حُثمت و جلال اور صاحبِ دولت و اموال کیوں نہ ہو اس پر بھی ایسا وقت ضرور آتا ہے کہ وہ ساری سترتیں اور راحتیں فراموش کر بیٹھتا ہے اور ایسی پریشانی اور مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے کہ اس کے دل سے یہ بات بھی نکل جاتی ہے کہ وہ اس کی مصیبت سے بچنے کا کچھ بھی حاصل کر سکتا ہے۔

الغرض یہ الارواحِ معائب اور آفات و خوارث اور انقلابات نہ نہ صرف غریب اور مسکین لوگوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ اس میں ہر شخص جو اس فانی دنیا میں آتا ہے گرفتار ہو سکتا ہے انسان کو ان حوادث کے وقوع سے قبل اور بعد میں کیا کرنا چاہیئے یہی وہ موضوع ہے جو اس کتاب کی تألیف کا سبب بنا۔

حضرت مفتی صاحب نے مسلمانوں کی یہ خستہ اور ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر کناہِ شامی صاحب اور پریشانیوں میں مبتلا ہیں اور اس سے بچنے کا ایسا حل کرنے کے لیے علاج اور تدبیر بھی پسند خیال کے مطابق کرتے ہیں مگر ان امراض میں کمی ہونے کی بجائے اور اضافہ ہو رہا ہے مسلمانوں کو اس کتاب کے ذریعہ ایک ایسا نمونہ اور موجبِ فخر دیا جائے جو ان معائب و زعم کو دور کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے اور حقیقت یہ نسخہ حکیمِ اکلیم، رژیم امتِ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی ہے۔ یہ رسالہ دہلی میں امامِ حدیث شیخ ابو جعفر عبدالعزیز ابن الدینا توفی ۲۸۶ھ کی ایک کتاب "صخر بعد الشدة" کا اردو ترجمہ اور تشریح ہے۔

یہ رسالہ حضرت مفتی صاحب نے ۱۳۵۹ھ میں تألیف فرمایا اور اس میں تقریباً بیاسی روایاتِ حدیث

اور مستند واقعات و ارشادات مذکور ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان اعمال و وزو و وظائف کے ذریعہ مسلمانوں نے بڑی سے بڑی پریشانی اور مصیبت سے بچنے کا راز حاصل کر لیا۔

مثلاً مذہبی جمیع کے ساتھ ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مصائب سے نجات دلانے والے کلمات یہ ہیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَكِيمُ الْكَرِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَعَلِّي الْعَظِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔

ایک اور جگہ نقل فرماتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی رنج و غم یا فکر و تکلیف پیش آئی تو آپ یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ یا مٰجِی یا قَیُّوْم یا حَمْدُکَ اسْتَفِیْتُ۔

نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اقول ولا قوۃ الا باللہ ثنائوسے پکار لوں گا طلاق ہے جی میں سب کو غم و فکر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عام حوادث و مصائب سے نجات کے لیے یہ رسالہ پڑھئے اور عمل کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔

اس کتاب کا دوسرا حصہ ایک اور مستقل رسالہ پیش ملتا ہے جو دفع الافس کے نام سے موسوم ہے۔ اس رسالہ میں حضرت مفتی صاحبؒ نے افس و شک و سنی و دفعہ دفعہ کے دفع کرنے کے لیے کچھ تدابیر اور اعیانہ اعمال جمع فرمائے ہیں کہ اگر مسلمان ان پر عمل کریں تو کائناتش رزق و رزاقی روزگار کے لیے انتہائی مجرب اور آموگہ ہیں۔

یہ رسالہ بھی درحقیقت نویں صدی ہجری کے معروف امام حدیث و تفسیر شیخ المنذر عذمد جلال الدین سیوطیؒ کے رسالہ اصول الرقی فی المسول کا اردو ترجمہ اور تشریح ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے کہ خود روایات حدیث اور اثر و اقوال جمع کرنا اس رسالہ کا سلیس اردو ترجمہ کر دینا مناسب سمجھا جو اس باب میں کافی شافی ہے۔

اس رسالہ میں دو فصلیں ہیں پہلی فصل میں کائناتش رزق اور دفع الافس سے متعلق روایات جمع کی گئی ہیں اور دوسری فصل میں وہ افعال و اعمال جو کائناتش رزق کا سبب بنتے ہیں نقل کئے

گئے ہیں۔

چند روایات بطور نمونہ نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہر رات کو سورۃ واقفہ پڑھ لیا کرے وہ مجاہدی اور فخر و فاقہ میں مبتلا نہ ہوگا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے گھر میں داخل ہونے کے وقت سورۃ اخلاص پڑھ لیا کرے تو یہ سورۃ اس کے گھر والوں کے اور اس کے پیڑوسیوں کے فخر و فاقہ کو دور کرے گی۔

۳۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ صبح کے بعد یہ دعا پڑھ کر پڑھ لیا کرتے تھے۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ دِفْعًا طَلِیْہًا وَّ عَلَیْہَا فَعْلًا مُّتَقَلِّدًا۔ وہ اعمال و افعال جو فقر و فاقہ کو دفع کرنے کا سبب بنتے ہیں جو دوسری فصل میں بیان کئے گئے ہیں ان میں صلہ جمی، نماز کی پابندی، تقویٰ وغیرہ شامل ہیں۔

الغرض مقصد تالیف اس رسالہ کا جو حضرت مفتی صاحبؒ نے کئی جگہ بیان فرمایا ہے کہ مسکن مقرر اور کار و وظائف و اموال و افعال کو اختیار کر کے ہر قسم کے مصائب و آرم و حوادث اور تنگ دستی و فقر و فاقہ سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان اعمال و اذکار پر دوام عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت مفتی صاحبؒ کی ان مساعی و عیال کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام فرمائے۔ آمین۔

(۶) وحدتِ امت

تعارف :- اہل نظر و فکر سے یہ بات غنی نہیں کہ اس وقت دنیا کے ہر خطہ اور ہر ملک میں مسلمان جن مصائب اور آفات میں مبتلا ہیں ان کا سب سے بڑا سبب آپس کی کافرتہ اور غارت جی ہے ورنہ عدوی اکثریت اور مادی اسباب میں ترقی کے اعتبار سے پوری تاریخ اسلام میں کسی وقت بھی مسلمانوں کو اتنی عظیم طاقت حاصل نہیں تھی جتنی آج ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں کبھی سیاسی اقتدار اور عہدوں کے حصول کی کشمکش

باہمی تصادم کی صورت میں اتحاد کو پارہ پارہ کرتی ہے تو کبھی مذہبی اور دینی نظریات کی اثر و منتفی نظموں کے روپ میں ایک دوسرے کی اہانت اور استہزاء کے ذریعہ اتحاد کی دھجیاں کھینچی جاتی ہیں۔ زیر نظر کتاب دراصل حضرت مفتی صاحب کا ایک خطاب ہے جو اپنے ذوالقعدہ ۱۳۸۵ھ میں جامعہ تعلیمات اسلامیہ لاہور کے ایک جلسہ میں فرمایا جو بعض حضرات نے ٹیپ کر لیا تھا اور ریکارڈ کی بعینہ نقل اخبار المنیر لاہور سے شائع ہوئی۔ بعد میں بعض احباب کے اصرار اور اس کے انتہائی مغیبہ اور اہم ہونے کی بنا پر عوام کے فائدہ کے لیے اس پر نظر ثانی کر کے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔

اس کتاب میں حضرت مفتی صاحب نے ٹکسوں و دلائل اور مستدوات سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ اختلاف رائے اور چیز ہے جو بااوقات محمود اور ضروری ہے اور افتراق و انتشار دوسری چیز ہے جو ہر حال میں قبیح اور واجب الزک ہے۔

کتاب کا پہلا عنوان "اسباب مرض اور علاج" ہے اور اس کے ضمن میں صحابہ کرام اور تابعین میں اختلاف رائے اور اس کا درجہ، سلب صالحین میں اختلاف جو تو کیا کرنا چاہیے۔ اور اس بات کو وضع کیا گیا ہے کہ سنت و بدعت کی تکلیف میں مجمع طرز عمل کیا ہونا چاہیے، چنانچہ ایک مجدد اہل علم اور علماء کو دعوت عکوفیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

کیا ہم پر واجب نہیں کہ ہم خود فکر سے کام لیں اور سوچیں کہ اس وقت ہمارے آقا و رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالبہ اور توقع اہل علم سے کیا ہوگی۔

اور اگر روز حشر میں آپ سے سوال کر لیا کہ میرے دین اور شریعت پر طرح طرح کے غلطی رہے تھے، میری امت بدعالی میں مبتلا رہی، تم وراثت نبوت کے دعویدار کہاں تھے؟ تم نے اس وراثت کا کیا حق ادا کیا؟ تو کیا ہمایا یہ جواب کافی ہو جائے گا کہ ہم نے رفیع دین کے مسئلہ پر کتاب لکھی تھی، یا کچھ طلباء کو شرح جامی کی بحث حاصل و موصول خوب اچھی طرح سمجھائی تھی، یا حدیث میں آنے والے اجتماعی مسائل پر بڑی دلچسپ تقریریں کی تھیں یا صحافیانہ ذمہ قلم اور فقہانہ باور کے ذریعہ دوسرے علماء اور فضلاء کو خوب ذلیل کیا تھا۔

پھر آگے چل کر بغیر ان دعوت، انبیاء علیہم السلام کا اسوۂ حسنہ اور طریق نبوت پر مفصل بحث فرما کر ہمارے موجودہ طرز عمل سے موازنہ کیا ہے اور پھر انتہائی دہمندی اور شفقت کے ساتھ چند

گزارشات کی گئی ہیں اور اس باتر معاملات سے نکلنے کے لیے راہ عمل متعین فرمائی گئی ہے۔
 خلاصہ یہ ہے کہ اس کتاب میں عامۃ الناس کو ٹھونہ و راہل علم کو خصوصاً اس بات کی طرف دیکھو
 دی گئی ہے کہ وہ اپنے اختلاف رائے کو برقرار رکھتے ہوئے افتراق و انتشار کی پالیسی سے اجتناب کریں
 اور اتحاد کی فضا قائم کریں۔ کتاب کا اختتام ایک آیت پر کیا ہے جو حضرت کے اصلاحی جذبہ کی پرتی بانی
 کر رہی ہے ان اودید از اصلاح ما مستطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکل والیہ انیب
 اس کتاب کے ساتھ بھی ایک بہت ہی اہم رسالہ "اختلاف امت اور ان کا حل" بطور تکملہ شامل
 ہے یہ بھی ایک تقریر ہے جو شام ہمدون میں ۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء میں مقام لاہور کی گئی بعد میں ترمیم و اضافہ
 کر کے کتابی شکل میں دی گئی۔ اختصار مضمون تفصیلی تعارف کے لیے مانع ہے چند اہم عنوانات نقل کئے
 جاتے ہیں تاکہ اجمالی نظر سامنے آجائے۔

اختلاف رائے کی حدود، صلح اور جنگ کس سے، اختلاف رائے اور جنگ کے فائدہ میں فرق،
 اختلافات کی خرابیوں کا وقتی علاج، صحیح اور غلط طرز عمل، عام سیاسی اور شخصی جھگڑوں کا علاج۔ مذکورہ
 عنوانات سے کتاب کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۷) آداب النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل اور طرز شریف و معجزات کو اس رسالہ میں اختصار
 کے ساتھ جمع فرمایا گیا ہے۔ ۱۳۴۶ھ میں حضرت مفتی صاحب نے ایک مختصر رسالہ "سیرت نامہ الانبیاء"
 لکھا تھا جس کا تفصیلی تعارف ماقبل میں گذر چکا ہے۔ اس کے کچھ ہی مہر بعد زیر نظر رسالہ کی اشاعت
 ایک ماہوار رسالہ میں شروع ہوئی لیکن بعض اسباب کی وجہ سے یہ رسالہ بند ہو گیا اور اشاعت کا سلسلہ
 بھی بند ہو گیا، بیس سال بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اس کی تکمیل کا تقاضہ پیدا ہوا اور چند
 ایام میں اس کی تکمیل فرمادی۔

اس رسالہ کی بنیاد دراصل حجت الاسلام حضرت امام غزالیؒ کا ایک رسالہ "آداب النبی" ہے
 حضرت مفتی صاحب نے اس رسالہ کا عیس ترجمہ اور ضروری تشریح فرمائی ہے اور ہر بات کا حوالہ کتب
 حدیث سے نقل فرمایا ہے۔ رسالہ بہت مختصر اور جامع ہے اس کو پڑھ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت

خصائل، آپ کا طریقہ مبارک اور آپ کے معجزات کے متعلق صحیح معلومات حاصل ہوتی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت میں اتنا ذرا ہوتا ہے۔

(۸) آداب الشیخ والمريد

تعارف :- حضرت مفتی صاحب کو تصوف اور طریقت میں جو تہ اور کمال حاصل تھا وہ محتاج بیان نہیں، آپ نے خاص تعلوف کے موضوع پر کئی کتابیں لکھی ہیں جن میں زیرِ قیصر رسالہ بھی شامل ہے۔ اس رسالہ میں حضرت تصوف نے طریقت و سلوک کے وہ آداب اور اصول صحیح جمع فرمائے ہیں جو شیخ اور مرید دونوں کے لیے شعل راہ ہیں۔

یہ رسالہ دراصل قدوة الکاہرہ اسوۃ الاما غفرلہ الشیخ اکبر می الدین ابن عربی کی تصنیف ہے حضرت مفتی صاحب نے اس کا سلیس اردو ترجمہ فرما کر اپنے مرتبی و مرشد حضرت تھانوی کی خدمت میں پیش کیا آپ نے اس کو بہت پسند فرمایا اور اپنے دست مبارک سے اس پر ضروری اضافات و حواشی تحریر فرمائی۔ مقدمہ میں حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”میں ذاتی طور پر الحمد للہ شایعہ ان آداب طریقت کو ضرورت سمجھتا تھا لیکن مجرعی حیثیت اُن کی کوئی نقل سامنے نہیں آئی تھی اتفاقاً شیخ اکبر می الدین ابن عربی کا رسالہ مذکورہ نظر سے گذرنا تو ایک امامِ فن سے انہی اصول کو منقول دیکھ کر مسترب ہوتی تھا نہ بھون ماضی ہوا تو حضرت اقدس قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت بھی اس وجہ سے سرور ہوئے کہ جو اصول طبعی طور پر مقرر فرماتے تھے وہ سب ایک امامِ فن کے قلم سے ظاہر ہو گئے تھے، حضرت تھانوی نے اس کا عربی نامہ القول المفید تجویز فرمایا۔

رسالہ کے چند اہم عنوانات حسب ذیل ہیں:-

طریقت ہی سراطِ مستقیم ہے، طریقت میں شیخ کی ضرورت، آدابِ شیخ و شیخ کے لیے انبیاء کے دین، اطباء کی تدبیر اور بادشاہوں کی سیاست کی ضرورت ہے۔ شیخ کے لیے تین مجلسیں ہونی چاہئیں وغیرہ۔

رسالہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ہاں شیخ اکبر کی کسی عبارت پر کوئی شبہ ہو تو اس کا

بھی کافی دشانی جواب میں السطر میں مے دیا گیا ہے۔ اور جس عبارت سے کوئی واضح حقیقت سامنے آتی ہے۔ اس کی طرف بھی نشانہ دہی فرمادی گئی ہے۔ چنانچہ شیخ اکبر کی ایک عبارت ہے واعلم ان مقام النبوة الى الله وهو مقام النبوة والوراثة الكاملة والحاصل فيه يقال له النبي في زمان النبوة ويقال له الشيعي والوارث والاستاذ في حق معارف الله من غير ان يكون نبي الا اس عبارت کی تشریح میں حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

شیخ کی اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قوم کی نبوت باقی و جاری نہیں مانتے اس لیے دعوات کی وہ عبارت جس سے شبہ پڑتا ہے یا ان کی عبارت نہیں جیسا کہ شریعت نے پراقت میں لکھا ہے یا مائل ہے۔ یہ رسالہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ کو مکہ مکرمہ میں مکمل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے

(۹) خلاصہ تسہیل قصد البیل

تصوف اور طریقت جو درحقیقت شریعت پر عمل کرنے کا دوسرا نام ہے اس میں بہت سے ناواقف لوگوں کو کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں، اور بہت سے لوگ بزرگوں کے غمیر اختیار یا احوال اور وجدی کیفیات کو تصوف سمجھ بیٹھے، اسی طرح بعض لوگ طریقت کو نہایت مشکل اور ناقابل عمل سمجھتے ہیں جب کہ بعض نادان باوجود غیر شرعی امور کے ارتکاب کے چند اچھے خواب اور حالات دیکھ کر نفس کی اصلاح اور اعمال کے اہتمام سے بے فکر ہو جاتے ہیں حضرت محامدؐ نے تصوف کے صحیح مد وخال اور اس کی حقیقت اور اصل مقصود کو واضح کرنے کے لیے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا بنام: قصد البیل۔ یہ رسالہ ۱۳۵۰ھ میں شائع ہوا۔

مگر اس رسالہ کی زبان علمی محقق اس لیے عام لوگوں کو اس سے استفادہ میں دشواری پیش آتی تھی، حضرت محامدؐ کی ایک قدیم غلیظہ مولانا شاہ لطف رسول صاحب نے حضرت کی اجازت سے اس رسالہ کی تسہیل آسان زبان میں لکھی جو تسہیل قصد البیل کے نام سے شائع ہوئی اور اس کے ساتھ چند اہم مضامین بطور ضمیمہ شامل ہوئے، مگر آج کل لوگوں کی تساہل پسندی، کسل اور عملی استعداد کی کمی کو دیکھ کر حضرت مفتی صاحب نے اس رسالہ کے مضامین کا خلاصہ اس طرح تحریر فرمایا کہ نہاد کو

اصل کے ساتھ شامل فرمایا اور جہاں اجمال تھا اس کی غلطی مگر واضح تشریح بھی فرمادی اس رسالہ کی اہمیت کا اندازہ حضرت مفتی صاحبؒ کے ان چند جملوں سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ نے مقدمہ میں تحریر فرمائے ہیں کہ

یہ مختصر رسالہ چونکہ اختر کی نظر میں تصوف اور طریقت کی حقیقت کو واضح کرنے اور اس کے مقصود غیر مقصود میں امتیاز کرنے اور اس طریق کو آسان کرنے میں دریا بکڑ کا مصداق ہے جس میں اس طریق کے مقبذی سے لے کر منتہی تک سب کے لیے اہم ہدایت ہیں، اس لیے اختر نے ضرورت محسوس کی کہ مقبذی لوگوں کے لیے اس رسالہ کے مضامین کا خلاصہ لکھ دیا جائے۔

رسالہ کے چند اہم عنوانات ذکر کے جاتے ہیں تاکہ مضامین کا اجمالی نقشہ سامنے آجائے۔

پہلی ہدایت شریعت و طریقت کے بیان میں، دوسری ہدایت توبہ کے بیان میں، جس میں توبہ کی حقیقت اس کا طریقہ حقوق کی اقام اور ان کی ادائیگی کا طریقہ واضح کیا گیا ہے۔ چوتھی ہدایت مرشد کی ضرورت اور اس کی پہچان جس میں پیر کامل کے لیے دس علامتیں ذکر کی گئی ہیں، پانچویں ہدایت پیری مریدی کا مقصد جس میں بیعت اور پیری مریدی کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔ چھٹی ہدایت مرید کے لیے دستور العمل جس میں مختلف درجات اور مراتب لکھنے والے مریدین کے لیے الگ الگ دستور العمل ذکر کیا گیا ہے، ساتویں ہدایت دلجمعی کے بیان میں ہے، آٹھویں ہدایت اختیاری اور غیر اختیاری اعمال کے متعلق ہے، نویں ہدایت میں رسوم مشائخ کا تذکرہ ہے، آخیر میں ذکر و شغل کرنے والوں اور عورتوں کو بطور خاص کچھ نصیحتیں کی گئی ہیں۔

اس رسالہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ انتہائی مختصر ہونے کے باوجود تصوف کے صحیح مفہوم اور اس کی حقیقت پوری طرح واضح کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر مشائخ سب سے پہلے مریدین کو اس رسالہ کے مطالعہ کا حکم دیتے ہیں۔ اور بہت سے مشائخ تو بیعت سے پہلے مقبذی کو کئی مرتبہ اس کو پڑھواتے ہیں، تب جا کر بیعت فرماتے ہیں۔ یہ رسالہ طریقت کی حقیقت سمجھنے کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۱) مقالات صوفیہ

بزرگانِ صلت کے مقالات و طغوظات و معمولات بدشیرہ و عمل کی روح میں اور دنیا و آخرت کی رہبری اور رہنمائی کا ذریعہ ہیں، ان کا مطالعہ میان میں قوت و لیتیمین میں خشکی پیدا کرنا ہے۔ زیرِ نظر سالہ تصوف و تائیس کی مستند کتب رسالہ قشیرہ، در طبقات، و شعرائے کا بہتین، شہاب سہ جس میں بزرگانِ صلت کے جیدہ و جدیدہ حالات و مقالات، حکمت و روح کے گئے جس جس کے مطاح سے حقیقی اور جالانہ تصوف کا فرق واضح ہوتا ہے۔

یہ رسالہ بھی در حقیقت حضرت تھنویؒ کی ایک سعی مبارک کا تکملہ ہے حضرت تھنویؒ نے یہ مقالات و طغوظات عربی زبان میں جمع فرما کر حضرت مفتی صاحب کے سپرد فرما دیے کہ اس کا اردو ترجمہ کر کے شائع کرادے۔ حضرت مفتی صاحب نے ترجمہ میں افادہ عواد کی غرض سے سخت لفظ ترجمہ کے بجائے لازمی ترجمہ یا خلاصہ مطلب پر اکتفا کیا ہے اور حسبِ ضرورت مشکل مقالات کی تشریح بھی فرمادی گویا یہ رسالہ حضرت تھنویؒ کے عربی رسالہ کی بہترین اُردو شریعت ہے۔ اس رسالہ میں مشائخ و مشاہیر صوفیہ کے جو طغوظات جمع کئے گئے وہ دین و دنیا کی فتنہ کا ذریعہ ہیں، ان میں سے چند اہم طغوظات بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے آدمی تو صرف بدی سے دنیا کے ساتھ رہو اور دل سے اس سے علیحدہ رہو۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مرض ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں ریاضت و شہادت کا دخل نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ تو ثواب محض ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ سے سوال کیا گیا کہ حضرت علقمہؒ اور حضرت اسوٰء میں سے کون افضل ہے فرمایا کہ جندہ جو قرآن لوگوں کے نام لینے کے بھی قبل نہیں ان میں تفضل توہم کیا کر سکتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ زہد کی حقیقت یہ ہے کہ جس چیز سے آدمی کا ہاتھ نہ نکلے جو اس سے اس کا دل بھی خالی ہو۔

حضرت شیخ شاذلیؒ فرماتے ہیں کہ درویش اگر باطنی وقت کی نماز باجماعت میں مدوامیت

نہ کرے تو اس کا کچھ اعتبار نہ کرو۔

اس رسالہ کی تکمیل حضرت مفتی صاحب نے ۱۰ شعبان ۱۳۵۹ھ کو فرمائی جب کہ آپ کی عمر کا پتہ ایسوں سال قریب الختم تھا اور یہ آپ کی تالیفات کا بھی پتہ ایسوں سال عدو ہے۔ اس مناسبت سے حضرت نے اپنے ان اشعار پر اس رسالہ کو ختم کیا ہے۔

لے کر تیغ و چیل بندانی دار و غفلت دہیں مانی
شکر نعمت بمعیتِ داری عذہ قصیر پہنچ نہ سناری
ہنچ باقی مگر نگہ داری توبہ از کرد باکنت داری

(۱۱) ملفوظات امام مالکؒ

امام دارالہجرت حضرت مالک بن انس قدس سرہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں کسی عالم و جامل کی گردن آپ کے احسانات سے آزاد نہیں۔ حضرت مفتی صاحب کو امام مالکؒ کی عشق کی حد تک محبت اور تعلق تھا اور یقیناً آپ ہی حضرت امام مالکؒ کے مقام بلند کو کا حق پہچان سکتے تھے۔ مفتی صاحب کی شاید ہی کوئی مجلس امام مالکؒ کے مناقب و ملفوظات سے خالی ہوتی ہو، مؤلف امام مالکؒ کے درس میں حضرت کا عجیب رنگ ہوتا، احترام اقم الحروف کو بھی یہ کتاب حضرت مفتی صاحب سے دہنا پڑنے کا شرف حاصل ہے اسی درس کی برکت سے انظر کو بھی امام مالکؒ سے ایک قلبی لگاؤ اور تعلق پیدا ہو گیا۔ فللہ الحمد والشکر۔

اس مختصر رسالہ میں امام مالکؒ کے ذریعہ ملفوظات جمع کئے گئے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیے بڑی ناشگونی اور ناقہ شناسی ہے کہ ان کے حالات و ملفوظات سے ناواقف رہیں۔ آپ کے یہ ملفوظات طبعہ عام مسلمانوں کی حیات و دنیا و آخرت کے لیے مشعلِ ہدایت ہیں۔ اعلیٰ کے لیے عالم مجتہد صوفیہ کے لیے مرشدِ کامل زعماد امت کے لیے فردِ فوج کا دستور اسی ہے۔ امام مالکؒ کے چند ارشادات جو آپ زرت گھسنے کے قابل ہیں۔

ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص غلامِ دین میں اپنے مقصد پر اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس کو فقر و فاقہ پیش آئے، اور پھر بھی وہ ملک کو دنیا پر ترجیح دے۔

ارشاد فرمایا کہ میں نے اس وقت تک فرائض شروع نہیں کیا جب تک کہ مستند مشائخ اور علماء نے میرے لیے اس کی شہادت نہیں دی کہ میں اس کا اہل ہوں۔

ارشاد فرمایا کہ چار آدمیوں سے علم حاصل نہ کرنا چاہیئے، ان کے ماسوا میں سے چاہیں کریں۔ ایک متبدع جو اپنی بدعت کی تبلیغ اور لوگوں کو اس کی تقلیدت دیتا ہو۔ دوسرے بے وقوف کم فہم جس کی کم فہمی مشہور ہو۔ تیسرے وہ شخص جو باہمی معاملات میں مجبوت بولتا ہو اگرچہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مجبوت نہ بولتا ہو۔ چوتھے وہ شخص جو فن حدیث سے باضابطہ و با اصول واقف نہ ہو۔

ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ صاحب نعمت کے جان پر نعمت کے آثار ظاہر ہوں اور مخصوصاً اہل علم کے لیے کوئی مناسب ہے کہ اپنی بیعت اور لباس کو اچھا بنالیں کہ اس میں مسلم کی عظمت ہے۔

اس رسالہ کے آخر میں حضرت مفتی صاحب نے امام المسلمین احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بعض محفوظات نقل فرمائے ہیں، آپ ان چار ناموں میں سے ایک ہیں جن کی تقلید پر اللہ تعالیٰ نے تقریباً تمام ائمہ محدثین (علی صاحبنا افضل الصلوٰۃ والتسلیم) کو جمع فرمادیتے، آپ کی سوانح عمری اور مناقب و فضائل پر بہت ائمہ امت نے کتابیں لکھی ہیں، مثلاً ابن حجر عسقلانی، شیخ الاسلام زکریا انصاری، ابن حجر ذی، ابن ناصر وغیرہم۔

آپ کے چند اہم محفوظات بھی حصول برکت کی نیت سے نقل کیے جاتے ہیں، فرمایا کرتے تھے کہ جس کی عقل بڑھائی جاتی ہے اس کا رزق کم کر دیا جاتا ہے۔

فرمایا کہ اگر علم تمہیں نفع نہ پہنچائے تو وہ تمہیں ضرر پہنچائے گا۔

فرمایا کہ قرن اول میں جو لوگ اشرار کہتے تھے وہ اس زمانہ کے صلحاء و اقیاد سے بہتر ہیں۔

اس رسالہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے مطالعہ سے علم کا مرتبہ و مقام اس کی اہمیت و حقیقت، اس کے حصول کے طریقے، اس پر عمل پیرا ہونے کے ثمرات اور عمل نہ کرنے

کی مضرتیں اور نقصانات واضح ہوتے ہیں۔

(۲) درس عبرت

تاریخ عالم عبرتوں کا آئینہ ہے۔ دنیا کا ۱۰۰۰ زوال، قوموں کی ترقی و تنزلی امتوں کے واقعات ایک صاحب نظر کے لیے اپنے اندر ہزاروں عبرتیں لیے ہوئے ہے۔

زیر نظر سالہ اندس کے ایک مشہور بزرگ کا ایک غمری لڑکی کے عشق میں مبتلا ہونے اور پھر راز راست پر آنے کا نہایت عبرت انگیز اور سبق آموز قصہ ہے جس کا مخلصہ مر و میری کی کتاب "حیات الحیوان" ہے، حضرت مفتی صاحب نے اس کا اردو میں انتہائی دلچسپ ترجمہ فرمایا ہے تاکہ عام مسلمان اس کو پڑھ کر عبرت حاصل کر سکیں۔

دوسری صدی ہجری کے آئینے کے ایک بزرگ ابو عبد اللہ افسی مشہور ہیں جو اکثر اطباء عراق کے ہیں و مرشد اور استاد و محدث ہیں آپ کے مریضوں کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچی مکی سہتہ جس میں حضرت جنید بغدادی اور حضرت ثعلبی جیسے اولیاء اللہ بھی شامل ہیں۔ ایک سفر میں آپ کی نظر ایک انصاری سرور کی لڑکی پر پڑ جاتی ہے، آپ اس لڑکی کے عشق میں اس حد تک گرفتار ہوتے ہیں کہ آپ کے اصحاب و جوہر پر اس کا تسلط ہو جاتا ہے اور اس کی سرزمین کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، اور لڑکی سے اس شرط پر شادی ہوتی ہے کہ جنگل میں خنزیر چرائیں گے، ایک سال بعد ان کے ساتھی انہیں اس حالت میں دیکھتے ہیں کہ شیخ کے سر پر نصرانی لڑائی ہے کہ میں نہ بڑھ چکی ہوں ہے اور اس اعلان پر نیک کے ہوتے خنزیروں کے ساتھ کھڑے ہیں جیسے وہ غلط و غلطی کے وقت سہارا لگایا کرتے تھے۔

بہر حال پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائی اور دوبارہ پہلی حالت لوٹ آئی، بعد میں شیخ کے مریض نے شیخ سے اس ابتلا کا سبب پوچھا، شیخ کا جواب اس وقت کی روایت وہ بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

شیخ! جب ہم گاؤں میں اترے اور بہت فتنوں اور گربا گھروں پر جاؤ، گذر ہوا آتشیں پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر اور بڑھائی پیدا ہو گئی کہ ہم مومن قوم اور یہ کفرت کیسے باطل احمق ہیں کہ بے حس، بے شعور چیزوں کی پرستش

کرتے ہیں۔ مجھے اسی وقت ایک غیبی اور نرسی لگی کہ یہ ایمان تو میرے کچھ تندر زانی کمال نہیں بلکہ سب ہماری توفیق سے ہے اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتا دیں، اور مجھے اسی وقت احساس ہوا کہ گویا کوئی جانور میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا ہے، جو درحقیقت ایمان تھا۔

اس رسالہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کو پڑھ کر غور و فکر کی شجاعت و قیامت واضع ہوتی ہے اور قاری اس ملک سرخ سے محفوظیت کی کوشش کر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس واقع سے عبرت حاصل کرنے اور اس منہل سے پینے کی توفیق کا طرہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

(۱۳) ذوالنون مصری

اسلام کا یہ طوائف امتیاز ہے کہ اس کی حقانیت کے روشن دلائل قدر قدر پر نظر آتے ہیں، علماء سلف کا ہر فرد حقانیت اسلام کی زندہ جاوید دلیل ہے، جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے اور اعمال و اخلاق معشرت و معاملات کے یہ نمونہ عمل سامنے آتا ہے، علماء سلف کی تاریخ کا ایک ایک ورق امت کے لیے رہنمائی کا خزانہ ہے۔

زیر نظر رسالہ بھی تاریخ کے اپنی اوراق کا خزانہ ہے، حضرت ثوبان ذوالنون مصری دو سو مئری اور تیسری صدی کے معروف و مشہور عابد و زاہد ولی اللہ ہیں، آپ کے حالات سے علی تواریخ تو بھری پڑی ہیں مگر اردو میں کچھ نہ لکھا گیا تھا، حضرت مفتی صاحب نے اس رسالہ میں آپ کے سب سے اہم حالات، یکماذہ معنویات اور دلائل شہادہ کو عام فہم اردو زبان میں جمع فرمایا ہے تاکہ عام مسلمان اس کو پڑھ کر کھانہ غنہ و عبادت کے شوق اور نور ایمانی میں اضافہ کر سکیں اس رسالہ کا مدد و حفظ حدیث ابن عساکر کی مشہور تاریخ ہے۔

شروع میں حضرت ذوالنون مصری کے مختصر حالات زندگی انتہائی دلکش انداز میں بیان کیے گئے ہیں، اس کے بعد آپ کے چند معنویات سے عبارتہ ذکر کیے گئے ہیں، ان کے آدھے سارے معنویات روح قلب پر کھینچنے کے قابل ہیں یہاں پر صرف تین معنویات بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں۔

فرمایا کہ عقلندہ کی تین علامتیں ہیں، دین کے معاملہ میں جدال اور نزاع کو ترک کرنا، بخور سے سے طعنے کے ساتھ عمل پر متوجہ ہونا، لوگوں کے غیوب کو نظر انداز کر کے اپنے محبوب کی اصلاح میں

مشغول ہوتا۔

فرمایا کہ ہم نشین کا حق تو یہ ہے کہ تم اس کو خوش کرو، اگر خوش نہ کرو تو کوئی ذکر و یقید و دوست کر نہ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے اپنے کسی بندے کو عقل سے بہتر کوئی صنعت عطا نہیں فرمائی۔ اور ان سب چیزوں کا کمال تقویٰ پر موقوف ہے۔ اخیر میں حضرت ذوالنون مصریؒ کے چند الفاظ اشعار سلیس اردو ترجمہ کے ساتھ نقل فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جیسے بندگان کے حالات طیرتہ سے حظ وافر عطا فرمائے اور ان کے ذمہ میں داخل فرمائے۔ آمین۔

(۴) دوشہید

زندگی کی راہیں بہت پیڑھی ہیں، یہاں قدم قدم پر نئے نئے راستے اور شاخیں پھوٹ رہی ہیں۔ چنانچہ تاریخ ہمیں ایسے اشخاص و افراد کا پتہ بھی دیتی ہے جو ساز و سامان کے غور میں بے سوچے سمجھے جس راستے پر جا پا چل کھڑے ہوئے اور ایسی خوفناک دلدل میں جا پھنسے کہ وہاں سے نکلنا نصیب نہیں ہوا۔ اور تاریخ کے انہی اوراق پر ایسے بہت سے بے سرو سامان فقرہ بھی نظر آتے ہیں جنہیں راستہ کی پڑی شاخیں اور جھیل جھیلیاں غریب نہ لے سکیں اور وہ تمام غارزاروں اور دلدلوں سے دامن پکا کر سیدھے منزل پر جا پہنچے۔ چنانچہ تاریخ بے شمار افراد و اقوام کے حالات و حالات کے ساتھ رکھ دیتی ہے جنہیں دیکھ کر زندگی کے نئے مسافروں کے لیے یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ کون سا راستہ اختیار کریں۔ ہماری آنکھیں ایسے افراد کو دیکھ تو نہیں سکتیں البتہ ان کے احوال و واقعات کو سننا، بس اوقات وہی کام لے جاتا ہے جو ان کی زیارت سے حاصل ہوتا ہے۔

اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر حضرت مفتی صاحب نے زیر نظر رسالہ تحریر فرمایا جس میں ہمیں میں سے دو جلیل القدر بزرگوں کی سبق آموز زندگی اور دینی پرشانت قدرتی اور راہِ حق میں قربان ہو جانے کا مختصر حال بیان کیا گیا ہے۔

پہلے حضرت سعید ابن جبیرؓ کا تذکرہ ہے جو ۶۹ھ میں پیدا ہوئے اور بڑے بڑے صحابہ کرام سے ملنا حاصل کر کے عمر و عیسیٰ کی اس منزل پر پہنچی گئے کہ حضرت بنی عمر بن عبد مناف جیسے جلیل القدر صحابی

ست جب کوئی مندر پوچھتا تو فرماتے کہ سعید ابن جبیر کے پاس جادوہ مجھ سے زیادہ عالم میں۔ زہد و عبادت کا یہ عالم تھا کہ رات کو اُٹنے روٹنے کو سب کی آنکھیں پندھی گئی تھیں۔ دین پر استقامت کا یہ حال تھا کہ حجاج ابن یوسف جیسے عالم و جابر شخص کے سامنے بھی گناہ حق کہنے سے باز نہیں رہتے جس کے انکار کا خلاصہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ان کلمات میں بیان فرمایا ہے کہ اگر ساری امتیں اپنے مافیہ ذرا جمع کر لیں اور ہم سب کے جوہر میں صرف حجاج کو پیش کریں تو ان کا پتہ بھی نہ ملے گا۔

آخر کار حجاج ہی کے فاسقوں نے شہید ہوئے۔ ان کا اور حجاج کا کہہ جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے اس رسالہ میں نقل فرمایا ہے پر حضرت سے تعلق رکھتا ہے۔

دوسرے بزرگ جن کا تذکرہ اس رسالہ میں کیا گیا ہے حضرت سعید ابن جبیرؓ میں آپ کی وراثت کا سن دو ہجری و قی کا دوسرا سال ہے۔ آپ کی عبادت شان کے لیے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کا یہ فرمان کافی ہے کہ میں نے سعید ابن جبیر سے زیادہ عالم دنیا میں نہیں دیکھا۔ زہد و عبادت کا عالم یہ ہے کہ خود فرشتے میں کہ گدگدہ کچاس سال سے میری تاثیر دینی تھا۔ نہیں جونی، آپ نے پچاس سال کا اہل غنا کی دنیوی سے بھی کئی گنا زیادہ سچا آپ کی استقامت اور حق گوئی کی بنا پر ضیضہ عبد مالک نے آپ کو قتل کرنے کے سارے جتن کر ڈالے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی سازش کو ہمیشہ ناکام کیا۔

اس رسالہ کی ایک جگہ نصیرت یہ ہے کہ اس کو زہد و عبادت میں سکون و طینہ اور عبادت و عبادت کا شوق پیدا ہوا ہے۔ دنیا کی حقیقت سامنے آجاتی ہے اور اس کو نیچے و راحت و راحت و عبادت و عبادت نظر میں بھی ہو جاتا ہے۔ اور اہل زہد و عبادتوں کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے رب کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۱۵) میرے والد ماجد

اور ان کے مجرب عملیات

حضرت مفتی صاحب کے والد ماجد حضرت مولانا محمد حسین صاحب علمدار دیوبند کے کچھ اور مناقب صالحین کا آخری نمونہ تھے۔ آپ علمدار دیوبند کے ان اکابر کے علوم و معارف اور احوال و معارف سے ہیں تھے جن کے فیوض و بہار کلمات سے دایہ عدم کی روش ترقی کرتی رہتی تھی۔

اس رسالہ میں سنت مفتی صاحب نے اپنے والد رحمہ اللہ کی مختصر سوانح تحریر فرمانے کے بعد آپ نے
مٹے ہوئے بندہ جرن دیوبند کے حالات، مخلوقات تعلیمات و ہدایات مع عملیات مجربہ جمع فرمائی ہیں۔
رسالہ کی ابتداء میں سنت مولانا محمد الہیہ صاحب کے مختصر حالات مذکور ہیں، آپ کی تعلیم و العلم
دیوبند میں تربیت مدرس قہری اور بندہ گاہی، دیوبند کے ساتھ ساتھ ہی تعلقات کے حوالہ میں لکھتے ہیں۔
آپ کو سنت گنگوہی سے خاص عقیدت و محبت اور نہایت قریبی تعلق تھا گویا عشق کا درجہ
حاصل تھا، آپ کی سنت گنگوہی سے ایک ٹیڑی حد تک ملوکات رہی، حضرت مفتی صاحب
نے ان خطوط میں سے ایک محترمہ حضرت عواد و خواجہ کے فائدہ کے لیے نقل فرمایا ہے۔ یہ خطوط ترکیہ
نفس صفاء، قلب شریعت کی باندی، سنت کے اتباع، اللہ کے خوف، مخلوق کی خیر خواہی، کفایت
شعاری اور تمام اخلاق حسنہ کی تعلیم کا بہترین ذخیرہ میں جو پڑھنے سے ہی متعلق رکھتے ہیں۔
آگے چل کر والدہ بنتہ کے اساتذہ اور ان کے عنوانات ذکر کئے گئے ہیں جن میں شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمود الحسن صاحب، ملا محمود صاحب، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب اور حضرت مولانا
رفیع الدین صاحب متذکرہ شامل ہیں۔

کتاب کے آخر میں اب دیوبند کے چند انتہائی سہل اور محبت علیات اپنے والدہ جد کے
قلمی بیانیوں سے نقل فرمائے ہیں مثلاً برائے کش زرق، برائے دفع آسیب از مکان، از خورد و کا
ملان، برائے درد دیر، برائے الفتاویٰ، اس کے علاوہ اور بہت سی چیزوں کے لیے موجب عملیات
ذکر کئے گئے ہیں۔

غلام یہ ہے کہ اس کتاب کو طب روحانی و جسمانی کا خدمت کر جائے۔ تو بیجا نہ ہوگا۔

(۱۶) شہادت کائنات

حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور اس کی حقانیت کی
شہادتیں فقط عقد اور افراد انسانی پر منحصر نہیں بلکہ بہت سی ایسی چیزوں سے اس کی
شہادتیں عالم انسان پر واضح فرمادیں جن کو انسان غیر ذی شعور اور غیب محسوس نہیں۔ اور محسوسات
و لاف و باہن پر کتنا کہنے کے بجائے حقانیت رسول و تعالٰیٰ محسوس طریقہ کو بہ حیثیت سے

سے بھی واضح فرمادیا تاکہ شیر و چتر کا نہیں یہ نہ کہ میں کہ یہ اس کی طبیعت ہے۔

زیر نظر رسالہ میں مذمتِ مطلقہ صاحبہ سے حضور قدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و مسلمانیت کی رو-
شدادتیں جمع فرمائی ہیں جو غیر مشہور چیزوں کے ذریعہ فرقہ واریت کے عہد پر سد تقاضی نے غفلت زدہ فوج
ورفتگی جگہوں پر نہ فرمائی ہیں اس لیے یہ بیحد شائبہ و قعاست ہیں کہ ایک وقت کو تو انھیں
الکھیدہ مسلمان اور دہشت و تمہذیبِ مغرب سے متاثر انسان کی عقل ان کو قبول کرنے کے لیے
تیار نہیں ہوتی مگر مذمتِ مطلقہ صاحبہ نے ان کے شراب میں تبعدہ فرمادی ہے کہ ۔

یہ واقعات تاریخ، سیر کی معتبر کتابوں سے مستقول ہیں۔ خبری احسان نہیں دیتے تھے لوگوں کی روایات میں کہ جس کو خدایہ جانتے ہو گئے نہ زمانہ کی تاریخ اور واقعات مانعہ کے جھین مانعہ کا پھر کوئی فریبہ باقی نہیں رہتا۔

فول میں کتاب کے تین واقعات تمہید ذکر کرتے ہوتے ہیں۔

قبیلہ ختم کا ایک بہت بڑا حضرت ابو بکرؓ کی روایت ہے کہ قبیلہ ختم کے لوگ اپنے بہت کے پاس پرستش میں مشغول تھے کہ اس کے اندر سے آواز نکلے جس میں چند شعر ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی طرف متوجہ کیا گیا تھا ۱۸ شعر ہوئے ختم اس جہاں تھا نہیں کہ یہ لوگ حیرت میں رہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں۔ دو تین روز کے بعد ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صارت اور دعوت کی کیفیت آگے دلوں سے پہنچی یہ لوگ بتدو اس وقت کو مخلص و جوگمان خیال کرتے تھے مگر جب یہ سب گواہین اپنے جہوں سے اٹھتے رہے باقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قبیلہ ایک وقت داخل اسلام ہو گیا۔

اسی طعن مضمون قدسی کے وقت بنی مدرہ کے بہت فخریہ پستہ فی سبب کجائی طاری کو خطاب کر کے بولنا شروع کیا کہ

میں نے قید بنی قید بنی حرم :۔ حق ظاہر ہو گیا اور خفاجہ جگ ہو گیا اور اس نے نہ کہ کوٹہ دے اس
حیرت انگیز اور اگر کو ابتدا ان لوگوں نے بھی محض و بجز خیال کیا مگر پھر ایک روز اس میں آؤ یہ ہوا
اور کہا۔

اسے طریق اے خدیق! پسے بنی وحی، ملحق کے ساتھ پیدا ہو گئے ہیں اور کلمہ کبریا کی زیریں میں رہتے۔

حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگاروں کے لیے سعادت ہے اور ان سے نفع مند ہے دلوں کی برکت ہے۔ اب قیامت تک کے لیے میں قسمت و نصرت ہوتا ہوں، یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی طرف سے حضرت ابو جبر صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات و رسالت کا کوئی مشاہدہ کیا، فرما کہ میں میں ایک روز ایک رشتہ کے سائے میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص کی ایک شان پیش ہوئی اور میرے سر سے مل گئی میں نے جب اسے اُس کو دیکھا تو اس میں سے ایک آواز آئی۔

هذه النبى يخرج في وقت كذا وكذا تنكح من سعد الناس به
اس کتاب کی ایک جرح و حدیث یہ ہے کہ اس کتاب کے ساتھ حضرت سائنک دور کے زہر ان اور حضرت احمیدہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درمیان میں قوت پیدا ہوتی ہے اور اس کی عظمت ان کے دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے۔

۱۰۰ مجالس حکیم الامت

حکیم الامت حضرت تھانوی کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی دینی تربیت و اصلاح و اخلاق کے لیے چن لیا، آپ کی مجالس علم و معرفت سے بھرپور اور غماز و باطن کی اصلاح کے لیے سزا کثیر کی حیثیت رکھتی تھیں۔

زیر نظر کتاب میں مفتی صاحب نے حضرت تھانوی قدس سرہ کی چند مجالس کے خاص خاص دور و جہانات جمع فرمائے ہیں۔ یہ کتاب علم و معرفت اور تصوف و سلوک کے مسائل کا ایک بیش بہا خزانہ ہے اور دریا کو بحر کا متعلق ہے۔ یہ مختلف صفات میں اس کو مختلف تعارف میں کہتا ہے۔ یہ نہیں کیا جاسکتا اس کے ایک ایک صفحہ میں اور مختلف اشعار و جملوں میں ایسے ایسے دقیق مباحث و مضامین اور معجزہ آوارہ مسائل کا حل موجود ہے۔ جو بڑے بڑے رسائل میں بھی نہ ممکن تھے ہیں۔

مفتی صاحب نے ابتداً کتاب میں حضرت تھانوی سے پہلے تعلق اور ابتدائی چار ماہوں کا مختصر حال انتہائی دلکش انداز میں تحریر فرمایا ہے۔

مقدمہ کتاب میں حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :

عالم عربی مجلس میں بہت سے حضرات طغولیات لکھنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ اس سال ۱۹۰۶ء کو اس کی مدت بہت کم ہوئی حتیٰ کہ مجلس میں بیٹھ کر لکھنے کی مدت تو بڑھے اس لیے اس کا اہتمام تو نہیں تھا، البتہ بعض ناسخات میں اپنی یادداشت کے لیے لکھ بھی لیا تھا اس طرح مکن ہو جی ایک چٹائی سرذخیرہ جمع ہو گیا :

حضرت خانواری کی ہدایت پر بھی کرایے طغولیات جمع کرنے والے بہت کم لکھ کر اپنے حوالے میں لے کر اجازت حاصل نہ کر لیں اس کی اشاعت ممنوع تھی۔ درپنہ وصیت نامہ میں بھی ہمیشہ مخصوص ضفائر کے نام درج فرما کر یہ ہدایت کی تھی کہ یہ سب بعد از کوئی وعظ یا طغولیات وغیرہ کسی کے پاس غیر مطبوعہ ہوں اور وہ ان کو شائع کرنا بہت تردد ان حضرات کو دکھائے ان میں حضرت مولانا مظہر مدظلہ العالی کا نام بھی درج تھا چنانچہ وصیت کے مطابق مفتی صاحب نے مجھے حکم فرمایا کہ اس کا مسودہ حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کر دینی اجازت دینی تو مولانا نے جواب میں تحریر فرماد :

”حضرت نے اپنے مولانا و طغولیات کی اشاعت کے لیے بہت بعد میں حضرت کے دیکھنے کی شرط بیان فرمائی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نے ان حضرات سے جو احرف میں تحریر ہو جن کا نام شرط میں ہے اور اگر خداوند تعالیٰ سے رحم و معرفت میں زیادہ ہو تو ہی بہت سے وہ اس شرط سے مستثنیٰ ہو گا، میں آپ کے ضبط کردہ مجاہد حکیم دوست پرکاشی نظر کرنے و دست نہیں سمجھتا :

مگر بعد میں مفتی صاحب کے اندر پر حضرت مولانا کے مسودہ حوالہ فرما کر اشاعت کی اجازت مرحمت فرمادی۔

اعتراف ناقص ہے میں یہ کتاب تصوف کی روش ہے اور اس کا معنی اہل ہر اس شخص کو تصوف کی صحیح تحقیق سے روشناس کرنا ہے جو یا تو آجکل کی نام نہاد پیری میں بی گودید کر اس سے بدظن ہو گیا ہو یا پھر مغربیت اور مادہ پرستی کے رجحانات سے متاثر ہو کر تصوف کو غیر اہم اور غیسر ضروری سمجھ بیٹھا ہو۔

تبرک کے طور پر چند طغولیات نقل کئے جاتے ہیں۔

مثلاً جس قدر پر ایک مختصر جامع تقریر - ارشاد فرمایا کہ دنیا میں کئی بھی امتیازی کاموشیتوں کے بغیر وقوع میں نہیں آتا۔ ایک شیت الیہ دوسری شیت عہدہ جن لوگوں نے صرف شیت قریب یعنی شیت عہدہ پر نظر کی وہ قدمی ہو گئے۔ اور جنہوں نے صرف شیت بعید یعنی شیت الیہ پر نظر کی وہ جبری ہو گئے اور جنہوں نے دونوں شیتوں پر نظر کی وہ اہل سنت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ شبہات تر عام بھی اکثر سمجھ لیتے ہیں مگر جواب کا کھنا نہیں مشکل ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شبہات کا فناء جہل ہے۔ جہل کی بات علوم کی سمجھ میں جلد تر آجاتی ہے اور جواب کا فناء علم ہوتا ہے وہ شخص کے بس میں نہیں آتا۔

بند گان دیوبند کا اصل امتیاز - ارشاد فرمایا کہ میں چاہنے والوں کا معتقد ہوں اس کی بنیادیں کہ یہ دنیا میں سب سے بڑے عالم ہیں کیونکہ مجھے یہ احتمال ضرور ہے کہ زمانہ میں کچھ علماء ان سے بھی بڑے موجود ہوں اگرچہ ہمیں معلوم نہ ہوں بلکہ میرے اعتقاد کی بنیاد اس پر ہے کہ یہ لوگ اللہ والے تھے۔ دنیا دار نہیں تھے دنیا میں بستے مگر حقیقت دنیا کی ان کو ہوا بھی نہیں گئی۔ ان کا جو کام تھا وہ دینی داعی سے تھا۔ خواہ اس میں اپنی تمام مصالح برباد ہو جائیں۔

(۸) شب برأت کے فضائل و احکام

شریعت کی نظروں میں جس طرح بعض مقامات اپنی بعض خصوصیات کی بنا پر نہایت اہمیت کے حامل ہیں اور ان میں ایک ایک عبادت کا ثواب دوسرے مقامات کے مقابلہ میں کئی بڑا گنا زیادہ ملتا ہے۔ بالکل اسی طرح بعض ایام کو بھی دوسرے ایام کے مقابلہ میں خصوصیت حاصل ہے۔

جس طرح یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ شہروں اور قصبوں میں تجارت کے خاص خاص روز چھوڑ گئے جاتے ہیں، اسی طرح شریعت کی نظر میں انسان بھی ایک عاجز ہے، دیوی تجارت کو ہیں اگر بعض ایام میں تو معروف تجارت کو ہیں احب البقاع ہیں (کہ فی الحدیث) اس غیر محسوس تجارت کے لیے بھی ماہانہ سالانہ اور ہفتہ وار نمائش لگتی ہیں جن میں رمضان شریف، لیلة القدر وغیرہ ہیں، انہیں میں سے ایک شب برأت ہے۔ احادیث میں اس کے بھی بہت فضائل و برکات آئے ہیں۔

زیر نظر سال میں حضرت مفتی صاحب نے شب برأت کی وجہ تسمیہ، اس کی تعیین اور اس کے

فضائل و برکات احادیث صحیحہ کی روشنی میں بیان فرمائے ہیں۔ اور اس رات میں جو اعمال مسنون ہیں ان کی فہرست بھی تحریر کی ہے تاکہ عام مسلمان اس رات کے بیش بہا فضائل و برکات سے بہرہ اندوز ہو سکیں مگر افسوس ہے کہ بہت سے لوگ غفلت و جہالت سے اس کے ثواب و برکات کو غائب و نقصانات سے بدل لیتے ہیں اور اپنی شرعی اعمال سے طعن و طعن کی بدعتیں اور قبیح رسمیں ایجاد کر کے ہر ایک برکت کو اپنے لیے مصیبت بنالیتے ہیں۔ اس رسالہ میں ان خرافات اور لغویات کی بھی نشاندہی کی گئی ہے مثلاً رسم آتشازی جس میں لاکھوں روپیہ اور کئی جانوں کا نقصان ہو جاتا ہے، رسم ملوہ، چراغاں کی رسم، مسجدوں میں اجماع اور شہد و شغب وغیرہ۔

کتاب کے آخر میں حضرت مفتی صاحب نہایت درودندی سے مسلمانوں سے یہ گزارش کرتے ہیں کہ مسلمان ان آخری نمائشوں کو غنیمت سمجھ کر ان سے نفع اٹھائیں اور اس مبارک رات میں اعمال مسنونہ کے ساتھ جاگ کر قبر میں آرام سے سونے کا سامان کر لیں اور اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے آپ اور اپنے اہل و عیال کو ان گناہوں سے قوی بنالیں جو اس مبارک رات میں ثواب سمجھ کر کئے جاتے ہیں۔ یہ کتاب آخرت کا ترشہ جمع کرنے کے لیے ایک موثر ذریعہ ہے بشرطیکہ مسلمان اس کو پڑھ کر اس پر عمل ہو جائیں۔

(۱۹) بسم اللہ (فضائل و احکام)

”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ ایک ایسا مختصر جملہ ہے جس کے پڑھنے میں نہ کوئی محنت و مشقت ہے نہ کوئی وقت صرف ہو تا ہے مگر اس کے آثار و برکات نہایت دوامی اور عظیم الشان دینی و دنیوی فائدہ پہنچاتے ہیں۔

اس مختصر رسالہ میں حضرت مفتی صاحب نے بسم اللہ کے شرعی احکام و خواص بسم اللہ کا قدر تفصیلی ذکر فرمایا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس مختصر رسالہ کی اصل مسلمانوں کو اسی غفلت پر تنبیہ کرنا ہے کہ اگر کچھ نہیں ہوتا تو اس بے محنت کام سے قوم نہ چرائیں اور اس کے فضائل و برکات کو بلاوجہ ضائع نہ کریں۔

کتاب کے ابتدائی حصہ میں احادیث کی روشنی میں ان مقامات کا ذکر کیا گیا ہے جہاں بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے اور اس کی تاکید آئی ہے، پھر اس کے کچھ احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں اور

آخر میں ہم کے بعض خواص مجزیہ بیان کئے گئے ہیں۔ بندہ چری اور شیطانی اثرات سے حفاظت، ظالم پر غلبہ، ذہنی اور حافظہ کے لیے، حب کے لیے بغاوت اور لادکانہ بغاوت، بغیر قلب کا نسخہ، حکام کے لیے، دوسرے کے لیے، ان تمام مقامات کے لیے مختلف تعداد ہے جو اس کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے۔
الغرض عمل بہت ہی قلیل ہے اور برکات و مغزمت بہت کثیر اس لیے لوگوں کو اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(۲) جہاد، فوائد، مسائل، دعائیں

جہاد اسلام کے فرائض میں نماز، روزہ کی طرح اسلام کا پانچواں فرض ہے، اور یہ قیامت تک جاری رہے گا حدیث شریف میں ہے الجہاد ماضی الی یوم القیامت۔

ہندوستان پر انگریزی تسلط کے بعد سے وہاں کے مسلمانوں کو کھلے طور پر کفار کے ساتھ جہاد و قتال کے مواقع نہ رہے اور رفتہ رفتہ عام مسلمانوں کے ذہن سے اس کی ضرورت و فضائل و مسائل بھی غائب ہونے لگے، اور اسلامی مملکت پاکستان کے قیام کے بعد اس طرف کوئی توجہ نہ دی گئی اور اس فریضہ کو اسی طرین نسیان میں ڈالے رکھا گیا۔

حالانکہ قرآن و سنت کے نصوص اور اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ حبیب بھی مسلمان جہاد جہنوت سے دوسری قومیں ان پر غالب آجاتی ہیں، اور مسلمانوں کے دلوں میں معریت اور آپس میں بیعت پڑ جاتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے ۱۹۶۵ء میں پاکستان پر بھارت کے چارٹک حملے کے وقت یہ منسل رسالہ تحریر فرمایا جس میں جہاد کی تعریف، اس کے احکام و فضائل اور برکات کا مفصل تذکرہ فرمایا ہے۔
رسالہ کے چند اہم عنوانات درج ذیل ہیں۔

مومن کا جہاد، وطن کے لیے نہیں اسلام کے لیے ہے، جہاد وطن اسلام ہے، اسلامی جہاد کا فوہل تفسیر سامان صبر اور تقویٰ ہے، جہاد کی تیاری اور سامان جنگ کی فراہمی بھی فرض ہے، صحابہ کرام نے سامان جنگ کی صنعت کیلئے کے لیے دوسرے ملکوں کا سفر کیا، عمدہ رسالت میں دیکھ آؤٹ کی ایک نظیر، جہاد کب فرض میں ہو جاتا ہے؟

آگے چل کر مختلف کتب فقہ اور فتاویٰ کے خزائن سے بہت سے مسائل متعلق جہاد بیان کئے گئے ہیں۔

آخر میں جہاد سے متعلق چالیس حدیثیں ترجمہ اور نہایت بہترین شرح کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں اور ان کے لیے نہایت دل نشیں عنوانات قائم کئے گئے ہیں اور پھر مومن کا نو تر ترین ہتھیار یعنی جنگ کی دعائیں ذکر کی گئی ہیں۔

چند خصوصیات :- ۱۔ اردو میں جہاد کے تمام شعبوں پر حاوی بہت ہی مستند اور آسان فہم رسالہ ہے۔
۲۔ اس کو پڑھ کر مسلمان کے دل میں شوق جہاد اور میدان جنگ میں جانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔
۳۔ جہاد کی اہمیت اور اس کے فضائل کا اندازہ ہوتا ہے۔

حرف آخر :- یہاں پر صرف مینٹل کتابوں کے مختصر تعارف پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی اس کے علاوہ بھی کئی خالص اصلاحی تصانیف ہیں جن میں سے اکثر طبع ہو چکی ہیں اور چند ایک زیر طبع ہیں مگر مقالہ کے طویل تر ہو جانے کے خوف سے ان سے صرف اٹکایا جاتا ہے۔
حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی اصلاحی تصانیف کے اس تعارفی مقالہ کے دو بنیادی اور اہم مقاصد پیش نظر تھے۔

ایک یہ کہ عامۃ الناس میں اس مقالہ کے مطالعہ سے دین کی صحیح معلومات حاصل کرنے کا شوق اور رغبت پیدا ہو اور وہ ان کتابوں کو پڑھ کر ان پر عمل کر کے اپنی دنیا و آخرت کو سنواریں، جو ان کتابوں کی تحریر کا بنیادی اور اصل مقصد ہے۔

دوسرے یہ کہ اہل علم ان کتابوں کو پڑھ کر اپنی تصانیف اور تالیفات میں اس بات کو مدنظر رکھیں کہ ان کی تحریروں میں بھی عامۃ الناس کے اندر اصلاحی پہلو کو بطور خاص پیش نظر رکھا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حضرت مفتی صاحب کے علوم و معارف کے ان عیش و بہا خزائن سے استفادہ کی توفیق کامل نصیب فرمائے۔ اور ان تصانیف کے ایک ایک حرف کے بدلہ میں حضرت مفتی صاحب کے درجات کو بلند فرمائے آمین ثم آمین۔

والغرض عوانا ان الحمد لله رب العالمین اللہم تقبل منا انک انت
سمیع العلیم۔

موسمِ عیدِ شکرِ ترمذی
دارالعلومِ حنائیہ، ساہیوال

حضرت مفتی اعظم کی تفسیری خدمات

بازگوانِ مجتہد و ازیرِ ابنِ مجتہد

ماورودِ دیوارِ آرمی پوجید

کز برائے صحبتِ حقِ سائب

بازگورِ منبر سے ازاں خوشحال

صاحبِ جلالِ عزیزِ محترم مولانا محمد تقی صاحب سلمۃ اللہ و زادہ اللہ علما و نقوی نے اہستہ بخ کے مفتی اعظمِ ہند کے لئے اس ناکارہ کو بھی ازراہِ حسنِ ظن یاد کیا، اپنی نامِ بلیت اور مدبرِ تہذیبیت کے پیش نظر تو یہی مناسبت تھا کہ اس کام سے عذر کر دیا جائے مگر عزیزِ موصوف کی بلورنی اور تعظیمِ قلب نیز حضرت مفتی صاحبِ قدس سرہ کے ساتھ ہفتہ کے احتساب و تعلق اور سب سے بڑھ کر حضرت مددِ حق کے محبوب اور تذکرہ نگاروں میں شمار کئے جانے کی طبع نے باوجودِ گوناگوں، غدار اور موافقات کے طبیعت کو اس کا پرچہ میں شرکت پر آمادہ کر دیا اور اس عزیز کا شمار ہر حضرت مفتی صاحب کی چند و چند گراں قدر دینی خدمات میں سے، علمِ تفسیر میں خدمتِ جدیدہ، اسکے عنوان پر اپنی ناقص معلومات کو مرتب کر کے پیش کرنے کا ارادہ کر بیاہ و اللہ الموفق والمعين!

اس موضوع کے اختیار کرنے اور حضرت ممدوح کی تفسیری خدمات کے تعارف کا مقصد ناظرین پر ان خدماتِ عالیہ کی اہمیت و اہمیت کے واضح کرنے کے علاوہ ان سے استفادہ کرنے کی ضرورت کا احساس اور جذبہٴ پید کرنا ہے۔
توقیر کی جاتی ہے کہ احقر کی معروضات کو اسی مقصد کے پیش نظر خط فرمایا جائے گا۔

تفسیر بالآسی کا فتنہ کبریٰ -۱-

اس دورِ فسادِ عالمی میں جن کی قیود و حدود سے آزاد صاحبِ زبان و قلم لوگوں نے تفسیرِ اسی کرنے اور مفسرین کی تفسیروں سے بے نیاز ہو کر قرآن کریم کے معنی اور اس کے مقصد میں تحریف و تبدیل کرنے کا فتنہ برپا کر دیا ہے جس کا فتنہ کبریٰ کہنا بجا ہو گا ان لوگوں نے قرآن کریم کے چار سو سالہ متفقہ معنی اور مقصد کو تبدیل کر کے پیش کرنا اپنا مقصد اور مصلحت نظر بنایا ہو ہے اللہ تعالیٰ کی سنتِ قدیمہ سے کہ ہر فتنہ کے متبادل اور اصلاح کے لئے اس وقت کے

اکابر علماء و محدث کو خصوصی طور پر چن لیا جاتا ہے اور ان کے قلب و دماغ میں اس کام کی بصیرت کا جذبہ اور دلیہ پیدا کر دیا جاتا ہے اس عادت جلدی کے مطابق اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے تحریف قرآن اور تفسیر الہی کے اس فتنہ بکبریٰ کے استیصال و اصلاح کے لئے جس جماعت کو مخصوص و موقوف فرمایا وہ علماء و دلہندگان کی جماعت ہے اس جماعت کی دینی خدمات سے واضح ہے کہ زیادہ عافیت و عافیت میں اس سے جس طرح عمومی طور پر دین کے پورے مکتظہ و حیات اور اس کے ہر شعبہ میں تجدید و اصلاح کا بڑا ہی قابل قدر اور ناقابل فراموش کام لیا گیا ہے اسی طرح خصوصیت کے ساتھ تفسیر ہجری کے فتنہ بکبریٰ کے استیصال اور تحریف قرآن کے مقابلہ میں بھی اس جماعت نے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اکابر علماء و دلہندگان میں سے حضرت شیخ ابندر مولانا محمود الحسن صاحب محدث دارالعلوم دہلوی بقدر سرور العزیز اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ رونے تعاضات وقت کے مطابق اس باہم قرآنی زیرت کی طرف خصوصیت سے توجہ فرمائی حضرت شیخ ابندر نے حضرت شاہ عبد القادر دہلویؒ کے اردو ترجمہ کو بحال رہا ہوا بنانے اور ان پر ضروری نوادرات نام فرماتے کی خدمت انجام دیکر امت پر اسباب عظیم فرمایا اور حضرت حکیم الامت تھانویؒ رونے بعض معاصروں کے ترجموں اور تفسیر کے غلطی کی اصلاح کا فرض انجام دینے کے ساتھ ساتھ سلف صالحین کے عین موافق ایک بلند پایہ علمی تفسیر بیان القرآن مع اردو ترجمہ لکھ کر قرآن کریم کے عین مقاصد و مطلب کی وضاحت و بیان اور ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔ تفسیر بیان القرآن کی زبان اور اس کا اسلوب بیان عین علمی اور سلفہ حق تھا مگر اپنی بصیرت و مقابلیت کی نفاست و معقولیت کے لحاظ سے نماز حاضرہ کی تفسیر میں اشرف التفاسیر کہلانے کی کسبتی ہے قرآن کریم کے اسرار و حکم اور حقائق و معارف کے بیان پر مشتمل اس تفسیر کے بار میں اس ضرورت کا احساس کیا جا رہا تھا کہ اس کے مضامین کو عام فہم اور آسان زبان میں منتقل کر دیا جائے تاکہ اس کی افادیت کا دائرہ زیادہ سے زیادہ عام ہو سکے اللہ تعالیٰ نے غیب سے ایسا سبب پیدا فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب نے اپنی تفسیری خدمات کے لئے بیان القرآن کو منتخب فرمایا اور اس کے مضامین اور شکل مقامات کا کل آسان زبان اور سہل انداز میں فرما کر اس کے نفع کو عام اور سہل الحصول بنا دیا جس کی تفصیل آگے رہی ہے۔

تفسیر سے مناسبت :-

حضرت مفتی صاحب پر ہفتہ انعامت البیر کے ایک خصوصی انعام ہوتا کہ ان محدث کو علوم و قرآن کا خصوصی ذوق عطا فرمایا تھا اور علم تفسیر سے ایک خاص مناسبت اس موصوف کے حصہ میں آتی تھی پھر جب کہ حضرت موصوف کو ایک عرصہ تک اپنے سرخوردہ مولیٰ حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی صحبت با برکت سے فیضیاب ہونے اور حضرت والدہ کی زبردیا بات تفسیری خدمات انجام دینے کا شرف بھی حاصل رہا ہے اس لئے حکیم الامت تھانویؒ کے تفسیری ذوق کا بھی و فرغت آپ کو جیسے آگیا تھا اور ان بھی آپ کو حضرت تھانویؒ کے ذوق تفسیری کا بظاہر پرورش و جانین سمجھا جاتا تھا۔

تفسیر قرآن کے مراحل

حضرت مفتی صاحب نے قرآن کریم کی تفسیری خدمات کو کئی مرحلوں میں انجام دیا ہے مخبری طرز پر تلمیذ کے ذریعہ بھی یہ خدمت انجام دی ہے۔ اور تقریباً زبان و بیان سے بھی اس کو اکیلا ہے۔ مرحلہ اول تفسیل ذیل میں باطل فرمائی جائے۔

مرحلہ اول درس قرآن کریم

حضرت مفتی صاحب جب دیوبند سے ہجرت کر کے کراچی تشریف لائے تو عمومی اصطلاح اور نفع عام کے لئے امام اہل کے قریب مسجد باب الاسلام میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے نماز فجر کے بعد ہر روز ایک گھنٹہ یہ درس ہوا کرتا تھا اس درس میں مختلف ذہین و فکر اور ہر قسم کی استعداد و قابلیت والے شریک ہو کر پہلے پہلے حوصلہ کے موافق نفع مند ہوتے تھے۔ سات سال کے عرصہ میں یہ درس قرآن مکمل ہوا اور تقریباً ہر طرز پر بصورت درس تفسیر قرآن کی خدمت کا ایک مرحلہ تکمیل کو پہونچا۔

دوسرا مرحلہ ریڈیو پر درس قرآن

ریڈیو پاکستان کے ذمہ داروں کے اصرار پر حضرت مفتی صاحب نے ہفتہ میں ایک روز جمعہ کے دن قرآن کریم کی تفسیر کا نشر برنامہ منظور فرمایا تھا اور یہ درس بنام معارف القرآن ۳۰ شوال ۱۳۸۳ھ مطابق ۲ جولائی ۱۹۶۴ء سے شروع ہو کر جون ۱۹۶۴ء تک ریڈیو پاکستان پر مسلسل نشر ہوا۔ باغیر اس نشری درس میں پورے قرآن کریم کی تفسیر پیش نہیں تھی بلکہ عام مسلمانوں کی وقتی ضروریات کے ہمیشہ نظر خاص خاص منتخب آیات کی تفسیر اور اس سے متعلق احکام و مسائل کا بیان مقصود تھا۔ یہ تفسیر اسی صودت میں دس سال تک ریڈیو پر نشر ہوئی ہے اور سو بار ایسی کم کے ختم تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ عام مسلمان خصوصاً تعلیم یافتہ حضرات مختلف طریقوں پر اس سے کافی فائدہ اٹھاتے رہے بعض حضرات نے اس کے نوٹ لکھنے کئے اور بعض جگہ ٹیپ ریکارڈ پر اس کو محفوظ کر کے ریڈیو کے وقت کے علاوہ بھی دوسرے وقت میں لوگوں کو سنوانے کا اہتمام کیگیا اس طرح اس کا نفع صرف مک کے اندر ہی محدود نہیں رہا بلکہ پاکستان اور مسلم ملک کے علاوہ افریقہ اور یورپ کے بھی بہت سے ملکوں کے مسلمانوں بنظر معمولی طور پر پہونچا۔ تقریباً ہر اور تحریر کے طور پر تفسیری خدمات کا یہ مرحلہ پہلے مرحلہ سے اپنی جامعیت اور پائیداری کے لحاظ سے زیادہ کامیاب و مفید ثابت ہوا۔

تیسرا مرحلہ معارف القرآن کتابی صورت میں :-

ریڈیو پر درس قرآن کی انیسیت اور ناندیت کا احساس عام طور پر کیا جا رہا تھا اور بے شمار قاف نے اس تفسیر کو کتابی صورت میں شائع کرنے کے ہر جسے تھے تعلیم یافتہ طبقہ اور عوام کے علاوہ جب بہت سے نامور مستند علما نے بھی اس کے مفید ہونے کی شہادت دی تو حضرت مفتی صاحب نے تفسیر کی تکمیل کا کام اس طرح شروع فرمایا کہ ریڈیو پر درس قرآن میں جو آیات قرآنید میان میں رہ گئی تھیں ان کی تشریح و تفسیر کو بھی اس میں شامل فرمایا اس کے علاوہ مختلف قسم کی دوسری

ترجمات و معلومات کے ذریعہ اس درس قرآن کو کتابی صورت میں مستقل و مکمل تفسیر بنا دیا گیا۔

زمانہ تصنیف

کتابی صورت میں لانے کے لئے اس تفسیر پر نظر ثانی اور رہی ہوئی آیات کی تفسیر کا کام ۱۶ مئی ۱۳۸۲ھ کو شروع کیا گیا تھا مگر جوہر مثفل اور گونا گوں امراض کی شدت کی وجہ سے اس کام کی رفتار کی تیزروی اور تسلسل کے مقابلہ میں کچھ سست رہی اور ۱۳۸۳ھ تک صرف سورہ بقرہ کی تکمیل ہو سکی اور اس کو کتابت کے لئے دیر لگیا اس کے بعد ثقلی شہ ۱۳۸۴ھ میں قرآن تیز رفتاری اور تسلسل کے ساتھ اس کام کو دوبارہ آغاز ہوا کہ ۱۳۹۲ھ میں یعنی صرف چار سال کے قلیل عرصہ میں ہی اتنا عظیم الشان کارنامہ اور عظیم تفسیری شاہکار تمام ہو گیا۔ مختلف اقدار و انکار اور مثفل کے جوہر میں اس بابرکت کام کی تکمیل کی بہت دیر توفیق کا عطا فرمایا جانا، یقیناً قرآن کریم کا اعجاز اور حضرت مفتی صاحب کی کرامت بکلامتے کا مستحق ہے۔

تفصیلی تعارف

حضرت مفتی صاحب نے امت پر حسین عظیم فرمایا کہ اپنی پیرائے سالانہ اور خطاطی کی زمانہ میں اس قدر جانفشانی اور محنت سے کام لے کر ۵۶۶۲ صفحات پر مشتمل جلد ۸ جلدوں میں معارف القرآن کے نام سے تفسیر تیار فرمادی۔ جزاء ہم اللہ خیر الجزاء عن سائر السالین۔

ترتیب

حضرت شیخ الحداد اور حضرت حکیم الامت مخدومی مد کے جن دو مستند و معتبر ترجموں کا تذکرہ اوپر آیا ہے حضرت مفتی صاحب نے ان دونوں ترجموں کو اپنی تفسیر میں شامل فرمایا ہے اس کے بعد بیان القرآن کا خلاصہ تفسیر کیا پھر معارف القرآن کا عنوان قائم فرمایا اس کے تحت مفسرات و مجملات قرآنی اور مرادات و ارشادات ربانی کی اہتمام تفصیل فرمائی ہے۔ طریق بیان اور اسلوب نگارش نہایت سنگتہ سلیس اور سہل ہے مطالب قرآن کے بیان میں سہولت زبان اور جلاوت بیان قابل دیدار و جہد آخری ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت مفتی صاحب نے قرآن کریم کے حقائق اور معارف کا بیان اور مسائل حاضرہ ضروریہ کا حل اس قدر سلیس زبان اور سنگتہ انداز میں فرمایا ہے کہ معمولی تعلیم یافتہ شخص کے لئے بھی اس سے استفادہ کر کے مطالب قرآنی کو سمجھنا آسان ہو گیا۔ خصوصیت کیساتھ تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے بیش بہا معلومات کا ذخیرہ اور نمیت غفلت ہے اسکے ساتھ ہی حضرت حکیم الامت مد کی تفسیر بیان القرآن کے مفاہین مشککہ اور بہات مسائل کا تفسیل و تشریح کے ساتھ تفصیلی بیان بھی فرمایا گیا اور معنی تفسیر و تشریح میں یہ تعلقانہ وقت اور ضروریات زمانہ کے موافق جابجا مسائل حاضرہ کے بارہ میں اتنا تفصیلی مواد جمع فرمایا گیا کہ بعض بعض موضوعات پر تو مستقل رسالہ مرتب ہو گیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب

کی تعلیمات کے مطالعے سے بات واضح ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے تالیف و تصنیف کے مشغلہ کو بطور پیشہ کے کبھی اختیار نہیں فرمایا بلکہ عمری ایام و عادات و عمارات زمانہ میں سے جن امور کے بارہ میں شرعی رہنمائی کی ضرورت پیش آتی تھی حضرت مفتی صاحب اس پر وقت و محنت صرف فرما کر مسلمانوں کی رہنمائی کا فرض انجام دیتے تھے، یہی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان تھا کہ اہمیت مسئلہ کی پیش آمد و وقتی ضروریات کے بارہ میں حکمرانی کی تحقیق و تفحص کے لئے مفتی صاحب کو ایک خاص مکلف و ذوق عطا فرمایا گیا تھا چنانچہ اس پر ہی تفسیر میں حضرت مفتی صاحب کا یہی ذوق تحقیق و کثرت نظر آتا ہے تفسیر میں جگہ جگہ مسائل حاضرہ سے متعلق تحقیقات عجیبہ کا پیش بہاؤ خیر اس پر گواہ ہے۔

خصوصی تحقیقات

تفسیر کی خصوصی تہذیب و تنہا ہے جن کو اسکی خصوصیات کہ جاتی تھیں اور ان پر خصوصی توجہ اور زور رکھنا تفسیر کے مطالعہ کرنے والوں کو زمانہ حاضرہ کے تفسیروں اور ضروریات میں رہنمائی کے لئے بھی مفید راہ کار ہے ان کی ایک فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے :-

تفسیر کے بعض خصوصی موضوعات

- ۱:- بندہ ذوق کی گراہیت شکار کے مسائل ۲:- مرافقہ کو دوسرے کا خون دینے کا مسئلہ ۱۳:- انگریزی روڈ کا حکم ۱۴:- اسلامی سیاست اور عام سیاسی مسائل کا فرق و تمیز ۵:- اسلام میں غور توں کا موقف ۶:- تظاہر لطیف فی الاسلام ۷:- سودہ باکی اسلامی تعریف اور اس کے جازم ہونے کی حاکمیت اور موجودہ زمانہ میں اس سے نجات کی صورت سودہ باکی معاشی خرابیاں ۱۸:- حرمت شراب اور اس کے متعلق احکام ۱۹:- حرمت قمار ۲۰:- بعض معاصرین کی غلط فہمی کا زوال ۱۱:- اسلام میں غلامی کی بحث ۱۲:- اکتساب دولت پر اسلامی قوانین کی ضرب کاری ۱۳:- وطنی دانہ قومیت کفر و جاہلیت کا نعرہ ہے ۱۴:- دو قومی نظریہ ۱۵:- زکوٰۃ میں کمی بیشی کا کسی کو کسی زمانہ میں اختیار نہیں ۱۶:- سائنس کی تعلیم بھی عطا حق تعالیٰ ہے ۱۷:- اسلامی سزائوں پر اعتراضات کا جواب ۱۸:- زکوٰۃ حکومت کا ٹیکس نہیں بلکہ عبادت ہے ۱۹:- حضرت پولس علیہ السلام کے واقعات میں بعض معاصرین کی غلطی اور اس کی تحقیق ۲۰:- حکومت کا غذائی کنٹرول ۲۱:- معاش میں اختلاف ۲۲:- ارتکاز دولت کے اندر کا قرآنی نظام ائمہ مجتہدین کی تعلیم و تہذیب پر واجب ہے ۲۳:- اندر و فراش اور حفاظت عصمت کا ایک اہم باب پرزہ نواں ۲۴:- تفسیر قرآن میں فلسفی نظریات کی موافقت و مخالفت کا صحیح معیار ۲۵:- تعلیم و تربیت کا قدرتی نظام معاشی مساوات کی حقیقت ۱۰ اسلامی مساوات کا مطلب ۔

معارف القرآن کے خصوصی التزامات :- اس تفسیر مدد قرآن میں چونکہ حضرت مولف کے

پیشتر تشریح رہا ہے کہ یہ غیر مذہبی و ملحدانہ کوجہلی اصطلاحات سے واقف نہیں ہونے اور ذہنی و عقلی مضامین کی قوت برداشت سے باہر ہوتے ہیں۔ ان کے وجود کے متعلق مضامین در عقیدہات قرآن کریم سے واقف اور معتدلت کرایا جائے اس سے علمہ تغیر سے متعلقہ علوم میں سے علمہ خدائے قرات اور معرفت و خواہ معانی و ہدایت کن انصاف علمی و انفعالی بخش سے احسن و زیادہ گائیڈ ہے مگر سچر بھی اجمالی طور پر ان علوم کو بھی بیان کیا گیا ہے اور اس کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جو کہ فہمی سطح سے بلند فہم علمی اصطلاحات و مفہومات و روشنی بخاں دے پائے ہیں۔

اب معارف القرآن کے خصوصی اشاعت پر نظر ڈالیں گے جو یہ ہیں

[illegible]

۲ :- ترجمہ کے بعد مکمل تفسیر اور تفصیل انشری سے پیش کرتا کا خلاصہ مضمون کا خلاصہ بابا بت پرچی سے تفریک
مختصر تفسیر کا کام دیتا ہے اور مشافہ میں معارف آدمی کے لئے قرآن پاک کے سمجھنے کے لئے ایک کتاب
کافی ہے۔ حقیقت حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن کا خلاصہ ہے مگر کوئی کتاب
اور پہلے کر کے پیش کیا گیا ہے۔

۳:- البتہ خاص خاص لغات و مفردات کامل اور انکی تشریح و بحث اور تفسیر کی معنیہ کتابوں کے ہر حصے نفس کرادی گئی ہے۔

۱۲- اصل تفسیر مع اصل تفسیر کے مطابقت کا پورا پورا خیال رکھتے ہوئے صرف مابین کی تفسیر اور پر فرقہ دیکھا گیا ہے خواہ مخواہ تابعین دست منقول اور ثور اور مستند کتب حدیث تفسیر میں موجود ہیں اور ہر وقت پرچوں سے وہ تفسیر لگتی ہے اس کتاب کا حال بھی دیکھا ہے۔

۵۔ لطافت و محبت کے درجہ میں متاخرین میں سے مستند اہل تفسیر کے مضاف میں بھی شے گئے ہیں، ایسا ہی کہ حضرت
 ستہ حبیبہؓ کی بہت جوانی کے دل میں، فوقانی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت کو چھایا
 اور قرآن میں پل کرنے اور اپنے اعمال کی عسلاح کی طرف اُن کر رہیں۔

۱۶۔ اس کے بعد آیات مندرجہ سے متعلق احکام و مسائل لکھے گئے ہیں جس میں اس دست کا التزام کیا گیا ہے کہ صرف ایسے احکام و مسائل کو دیا جائے جن پر بالغہ قرآن کی ولایت قواعد اصول کے تحت و تابع ہے۔ ایسے احکام و مسائل کو براہ تفسیر قرطبی، احکام القرآن جب میں احکام، تفسیر بن عرابی، تفسیرات حمہ و بحر محیط ابن عیینہ، روح المعانی، روح البیان، بیان القرآن، حکیم، مستطاب نووی، اور تفسیر منہجی سے دیا گیا ہے۔

و مسائل کے تحت بہترین جوابات کے مفہوم میں پہلے اپنے نام کے ذریعہ اور ان کے مباحث کو بحیثیت دی ہے
 اس طرح اس قیصر میں نام نہادوں کے اہم مسائل کو موضوع بحث بن کر بحیثیت دی گئی ہے۔ چنانچہ موجودہ دور کے سیاسی معاشی
 معاشرتی اور معاشی مسائل پر یقیناً بہترین اور منت کی روشنی میں تفصیلی تبصرے کئے گئے ہیں اور تجدید پسند لوگوں کی طرف سے
 ان مسائل میں جو شکوک، شبہات پیدا کریں گی ان کو کشمکش کی گئی ہے ایسے تمام شکوک و شبہات کا زائل تعلیمات اسلام میں کی گئی
 ترمیم کے بغیر کسی ممکن نہیں ہو سکتا۔

اس زمانہ کے بعض متنفذین نے قرآن کریم کی تفسیر میں جو غلطیاں کی ہیں موقع ہوتے ان غلطیوں کی ہر ستمی اصلاح اور
تعمیل نہ نہ میں غلطی کی نشاندہی اور اصلاح کی گئی ہے۔ واضح رہے کہ اس تفسیر میں زیادہ زور ان تعلیمات پر
دیگیا ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی رہنمائی کرتی ہیں اور یہ تعلیمات گائیڈ کے قرآن کریم محض اعتقادی اور نظریاتی
کتاب نہیں ہے بلکہ اس کی آیات انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر جاری اور مشتمل ہیں اور یہ ایک مکمل منظم حیات ہے،
اس لئے جا بجا قرآن کریم سے روزمرہ کے معاملے انسانی زندگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اس سلسلہ میں جو تعلیمات اخذ کی
گئی ہیں ان کا طریقہ استنباط اس قدر لطیف اور وجدان پس ہے کہ اسکی صحیح تشریح و تفسیر کا اندازہ اہل علم اور اہل ذوق
کی کر سکتے ہیں۔

آداب معاشرت کے بارہویں قرآنی ہدایات

فرمان فرمایا کہ اس نے نہ کہ میں نے کہا ہے کہ جو معاشرت کے جن اموروں کی تعلیم دی ہے ان میں سے نہایت کئی
وہ ہے جو ہمارے دین و معاشرت کے ان قرآنی آداب اور اسلامی اصول سے قطعاً باہک نہ اور آزاد ہے بلکہ اکثر و بیشتر اور عام طور پر
آداب معاشرت کو دین کی شعبہ اور پڑھ ہی نہیں سمجھا جاتا اور اس کی تعلیم و تلقین کی طرف بھی اتنی توجہ نہیں دی جاتی جتنی توجہ
کیا یہ شعبہ مستحق بہت حالانکہ عقائد و عبادات اور اخلاق و معاملات کے ساتھ آداب معاشرت بھی دین میں داخل
اور اس کا ایک بڑا شعبہ ہے زمانہ حضور میں حضرت حکیم الامت محمد تقی نے اس سے اللہ تعالیٰ نے یوں توفیق کے بڑے شعبہ
میں اس قدر توجہ کی کہ جو انقدر خدمت ملی ہے مگر حضرت محمد ص کی تجدیدی خدمات میں عمل و معاشرہ اور آداب
معاشرت کی تعلیم و تلقین کو اہم ترین مقام حاصل تھا۔

حضرت بخاری کے فہم و محبت کے اثر سے حضرت مفتی صاحب میں بھی صدق معاشرت کا یہی رنگ نمایاں طور پر نمودار ہوا۔ اور حضرت مفتی صاحب نے تفسیر قرآن میں بجا آداب معاشرت اور روزمرہ زندگی کی طرف توجہ کی وجہ سے ایسی ہی ساری ہیئتیں جو ایسے بعض آداب معاشرت ہیں۔ ان کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کا بطور میہان آنے کے واقعہ کہ تحت حسب ذیل احادیث کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

مہمانی اور مہمان داری کے چند اصول :-

۱) مسلمانوں کے لئے سنت ہے کہ جب آپس میں تعلیم و تہذیب کے واسطے ملیں تو سلام کریں مہمان کو اس میں پیش قدمی کرنا چاہیئے اور دو مشن کو جواب دینا چاہیئے، عام طور پر کھانا یا تہہ کرنا یہ لفظ سلام سے ہی سلام کی سنت پر سی ادا ہو جاتی ہے اس غلطی کی اصلاح کرتے ہوئے سنت کی روشنی میں ہدایت فرمائی ہے کہ جب تک ابتداء کو نیا اور پاکستہ منہ نہ ہو تو سلام کی سنت ادا ہو جاتی ہے اور جواب دینے والا و علیکم سلام نہ کہے اس وقت تک سنت ادا نہیں ہوتی (۲) مہمان نوازی کے آداب میں سے یہ ہے کہ مہمان کے آتے ہی جو کچھ کھانے پینے کی چیز میسر ہو اور جلدی سے مہمان پر سکے وہ اس کے پھر اگر صاحب و معیت بہ تو مزید مہمانی کا انتظام بعد میں کرے (قرطبی) ۱۳، آئے والوں کی مہمانی کرنا آداب اسلام اور مبارک اخلاق میں سے انبیاء و صلحاء کی عادت ہے، ہم کھانا لانے کے بعد مہمانوں کو اسکی تکلیف نہیں دی کہ کھانے کی طرف بدست ہو بلکہ جہاں وہ بیٹھتے تھے وہیں لاکر ان کے سامنے پیش کر دیا پھر اس کے ساتھ ہی مہمان کی استعداد رعایت ملحوظ رہے کہ مہمانی پیش کرتے وقت انداز گفتگو میں کھانے پر اعتراض نہ تھا بلکہ فرمایا الاتا کلاوت اکیلا آپ کھائیں گے نہیں، اشارہ اس طرف ہوا کہ اگر آپ کو حاجت کھانے کی نہ ہو، مگر ہماری خاطر سے کچھ کھائیے جس طرح میزبان کے آداب کی تعلیم دی گئی ہے اسی طرح مہمان کو بھی کچھ آداب بتلائے گئے ہیں حضرت مغنی شاہ نے مہمان کے آداب میں سے اس ادب کا استنباط فرمایا ہے کہ مہمان کے سامنے جو چیز پیش کی جائے اسکو قبول کر لے دکھائے کو دل نہ چاہے یا مضرب بھیجیں تو معمولی سی شرکت و بلوٹی کے لئے کریں، اس کے علاوہ میزبان کے لئے اس جگہ سے ایک اور عجیب و غریب ادب کا استنباط فرمایا گیا ہے کہ میزبان کو چاہیئے کہ صرف کھانا سامنے رکھ کر فارغ نہ ہو جائے بلکہ اس پر نظر رکھے کہ مہمان کھا رہا ہے یا نہیں چہرہ پر نظر رکھنا اس طرح سے نہیں کہ مہمان کے کھانے کو شکایت سے سرسری نظر سے دیکھتے ہو کہ مہمان کے انگوٹھ کو دیکھنا، آداب میافیت کے خلاف اور مہمان کے لئے ہوشیار رہنا، مہمان کی ہوتا ہے اس تعلیم میں ایک اعتدال سے کام لیا گیا ہے کہ مہمان کی طرف سے بے اعتنائی اور بے پروائی سے بھی روکا گیا ہے کہ اگر مہمان بالی پہنے سے عادت ہو گئی ہے کہ مہمان کے سامنے کھانا رکھا اور خود پلٹے گئی یا میں مشغول ہو گئے اب میزبان کو کچھ خبر نہیں کہ کھانا کھا رہا ہے یا نہیں، اور مہمان پر مستطاب ہو جائے اور اس کے لئے شامی سے بھی ہذر بننے کی تاکید فرمادی گئی کہ اس سے مہمان کو شرم و محاسن کا جو سے کھانا ہی اوجہ ہو جاتا ہے (۵) یہ ہے کہ (کسی کے مکان میں) بغیر اجازت داخل نہ ہو، جب داخل ہونے کی اجازت ملے کہ کھانے کی دعوت بھی ہو تو وقت سے پہلے اگر کھانا تیار ہوئے کے انتظار میں نہ بیٹھ جاؤ، جبکہ مطلب یہ ہو کہ بلا اجازت داخل ہوا تو وقت پہلے اگر کھانا کھانے کا انتظار کر دیکر بوقت پر بلا جاوے اس وقت کہ میں داخل نہ ہوا، کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو پہلے اپنے کھانے میں منتشر ہو جاؤ دعوت کے گھر میں ہمہ ہیں کرتے کے لئے ہم نہ بیٹھو۔

ہائے ناظرین کو شاید غلبہ ہو رہو گا کہ آجکل کی پارٹیں اور دعوتوں میں تو اس کے برعکس عمل کا رواج ہو رہا ہے ایسی دعوتوں میں اس پر کیے عمل کیا جائے گا۔ حضرت مفتی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے زمانہ حاضرہ کی ضروریات اور تقاضوں پر بڑی ہی گہری نظر عطا فرمائی تھی حضرت مفتی صاحب نے طلبت حکم کے پیش نظر دعوتوں و فقروں میں مرد و معمول کا مستثنیٰ ہونا ظاہر فرماتے ہوئے طرز راستہ دل کے علاوہ دین اسلام کی عقل کردہ سہولتوں سے بہرہ مند ہونے کے جواز کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔ اس طریق استنباد کو بغور ملاحظہ فرمایا جائے۔ اور حضرت مولانا ارشاد ہے "یہ عام حالت میں ہے جبیں مادۂ مہانوں کا کھانے کے بعد دیر تک بیٹھے رہنا مینرمان کے لئے باعث کلفت ہو.... اور جبیں حالات اور عادت سے یہ معلوم ہو کہ کھانے کے بعد مہانوں کا دیر تک باہمی باتوں میں مشغول رہنا مینرمان کے لئے باعث کلفت نہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہو گا جبکہ اگر آپس میں اور دعوتوں میں رواج ہو گیا ہے دلیل اسکی آیت کا لگا کر جلد ہے جس میں ارشاد ہے ان ذالکھ کان یوذی لبی الایۃ ..

مسئلہ استیذان ۱-

قرآنی آداب معاشرت کا یہ ایک اہم اصول ہے کہ پہلے اجازت حاصل کئے بغیر کسی کے گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیئے۔ اس میں ہندو افواہ و جنور بہت سے معالجات اور حکمتوں کے علاوہ ایک بہت بڑی مصلحت لوگوں کو انذار سالی سے بچانا بھی پیش نظر ہے اسلام میں کسی کو بھی ناحق ایذا دینا اور تکلیف پہنچانا ناجائز اور حرام قرار دیا گیا ہے۔ جب کوئی شخص بغیر اجازت حاصل کئے وحشیانہ طرز سے اسپرست ہو گا تو اس سے دوسرے شخص کو یقیناً ایذا و تکلیف ہوگی حضرت مفتی صاحب نے اس مسئلہ کی تفصیل و تشریح فرماتے ہوئے عام طور پر غلبہاں ہائے معاشرہ میں بڑے بڑے ہونے ہیں اسپر بڑی بیکل اصہ حالت اور تمام قرآنی ہیں۔ اس شوق عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس مسئلہ استیذان کا تعلق صرف دوسرے شخص کے گھر کے ساتھ ہے یا صرف مردوں کے لئے یہ حکم ہے پٹنہ گھر یا دعوتوں سے اس کا تعلق نہیں ہے حالانکہ بات قابل ملاحظہ ہے حضرت مفتی صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔ استیذان واجب اس آیت کے عموم سے معلوم ہوا کہ کسی دوسرے شخص کے گھر جانے سے پہلے استیذان کا حکم عام ہے مرد و عورت محرم و غیر محرم سب کو شامل ہے۔ عورت کسی عورت کے پاس یا شہ مرد و مرد کے پاس جائے سب کو استیذان کرنا واجب ہے۔ اسی طرح ایک شخص اگر اپنی ماں اور بہن اور دوسری محرم عورتوں کے پاس جائے تو بھی استیذان کرنا چاہیئے۔

استیذان سنت ۱-

اہلہ جس گھر میں صرف اپنی بیوی رہتی ہو اس میں داخل ہونے کے لئے اگرچہ استیذان واجب نہیں مگر مقب اور طریق سنت یہ ہے کہ اہل سبھی اپنا تک بغیر کسی حلال کے اندر نہ جائے بجز داخل ہونے سے پہلے اپنے ہاتھ

کی آہٹ سے بکھڑا کر کے کسی طرح پہلے بھر کر کے پھر داخل ہو، ایک غلطی یہ ہو رہی ہے کہ اپنا نام بکھڑے بغیر اجازت مانگنے کو کوئی سمجھاتا ہے اور پوچھنے پر تو جواب میں صرف میں ہوں کہہ دیا جاتا ہے، یہ بالکل خاموشی کھڑے رہتے ہیں اس پر بھی حضرت مفتی صاحب نے تنبیہ فرمائی ہے فرماتے ہیں، "اس معاملہ میں سب سے بڑا وہ طریقہ ہے جو بعض لوگ کرتے ہیں کہ باہر سے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی اپنا نام ظاہر کیا اندر سے مخاطب نے پوچھا کون صاحب ہیں تو جواب میں کہہ یا میں ہوں، اگر کوئی کہ یہ مخاطب کی بات کا جواب نہیں جس نے اول آواز سے نہیں پوچھا، وہ میں کے لفظ سے کیا پوچھانے کا اس سے بھی زیادہ برا طریقہ یہ ہے جو بالکل بہت سے لکھے ہوئے لوگ بھی استعمال کرتے ہیں کہ دروازہ پر دستک دی جب اندر سے پوچھا گیا کہ کون صاحب ہیں تو خاموشی کھڑے ہیں کوئی جواب ہی نہیں دیتے، یہ مخاطب کو تشویش میں ڈالتے اور ایذا پہنچانے کا بدترین طریقہ ہے جس سے استیذان کی مصلحت ہی فوت ہو جاتی ہے اس جگہ یہ بات بڑی قابل غور ہے کہ اس استیذان کے حاصل کرنے میں بعض افواہیں پیش آرہی ہیں کہ مومن مخاطب جس سے اجازت مطلوب ہوتی ہے وہ دروازہ سے بہت دور ہوتا ہے وہاں تک آواز پہنچانا مشکل ہے، اس مشکل کا حل بھی سینے جو حضرت مفتی صاحب نے اپنی فقہی بعیرت سے پیش فرمایا ہے، یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اصل واجب یہ بات ہے کہ بغیر اجازت کے گھر میں داخل نہ ہو، اجازت کے طریقے ہر زمانہ اور ہر ملک میں مختلف ہو سکتے ہیں، ان میں سے ایک طریقہ تو دروازہ پر دستک دینے کا اور دوسری بات حدیث سے ثابت ہے اسی طرح جو لوگ پہنچنے والے پر گھنٹی لگاتے ہیں اس گھنٹی کا بجوانا بھی واجب استیذان کی نایابی کے لئے کافی ہے بشرطیکہ اپنا نام بھی ایسی آواز سے ظاہر کرے جس کو مخاطب سن لے اس کے علاوہ اگر کوئی طریقہ کسی جگہ رائج ہو اس کا استعمال کر لینا بھی جائز ہے، بالکل خوشنختی کا رد کارواجی روپ سے چاہئے، ہر رسم اگرچہ اہل یورپ نے جاری کی مگر مقصود استیذان اس میں بہت اچھی طرح پورا ہوجاتا ہے کہ اجازت دیتے داسے کو اجازت لینے والے کا نام و پتہ اپنی جگہ بیٹھنے ہوئے بغیر کسی تکلیف کے معلوم ہو جاتا ہے اس لئے اسکو اختیار کر لینے میں کوئی منہ لقمہ نہیں۔"

ایک وضاحت ۱۔

یہاں شافعی کا رد سے حضرت مفتی صاحب کی مراد یورپ کا مروجہ طوائف کا رد تھا اس سے بعض ناظرین کو یورپ کے مروجہ طوائف کا رد کی حقیقت سے لاعلمیت کی وجہ سے پہلے کے مرد و عورت شافعی کا رد کے جوڑ کا شبہ ہوا اس امر کو ہم نے حضرت مفتی صاحب کی خدمت، بابرکت میں عبارت، بالافضل کر کے دریافت کیا کہ اس عبارت میں بالکل کے شافعی کا رد کا جملہ بھی شامل ہے جس میں فرعون بھی شامل ہوتا ہے، یا کوئی ایسی صورت شافعی کا رد کی ہے جس میں فرعون ہوتا ہے اس کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے لہذا حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی وضاحت میں ارقام فرمایا، جس وقت یہ کہا گیا تھا اس وقت مرد و عورت شافعی کا رد کارواجی ہی نہ تھا میرا اس سے طوائف کا رد ہے جس کو انگریزی میں وزینگ کا رد کہتے

کہنے والے کی حق گفت ہے جیسے مرثیہ میں آیا ہے اُن لوزوں علیک حقاً یعنی جو شخص آپ کی
ملقات کو آئے اس کا تم پر حق ہے کہ اس سے بات کرو اور جو ضرورت ملاقات سے انکار نہ کرو وہی طرح
جو آدمی یتیموں پر آپ سے بات کرنا چاہتا ہے اس کا حق ہے کہ آپ اس کو جواب دیں (صحیح ۳۸۲)
خط نویسی کے چند آداب :

انسان کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس پر قرآن کریم سے ہدایت نہ حاصل کی جاسکتی ہوں خط و کتابت اور
مراسلت کے ذریعہ باہمی گفت و شنید بھی انسان کی اہم ضروریات میں داخل ہے اس کے بارہ میں بھی تفسیر قرطبی سے
حضرت مفتی صاحب نے اہم اور ضروری چیز بات کو نقل فرما رہے ہیں جس شخص کے پاس کسی کا خط آئے اس کے لئے
مناسب ہے کہ اس کا جواب دے کیونکہ غائب کا خط حاضر کے سلام کے قائم مقام ہے خط کا جواب دینا سنت
و نسیب علیہم السلام ہے خط نویسی کی اصل سنت یہی ہے کہ خط کے شروع میں بسم اللہ لکھی جائے لیکن قرآن و سنت
کے ارشاد و حضرت فقہاء نے یہ لکھنا صحابہ کے جس میں بسم اللہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نام لکھا جائے اگر سبکدوش کا خط کی
پہلی ادب سے محفوظ رکھنے کا کوئی احتیاج نہیں بلکہ وہ پڑھ کر ڈال دیا جاتا ہے تو ایسے خطوط اور پتیر میں بسم اللہ اللہ
تعالیٰ کا کوئی نام لکھنا جائز نہیں کہ وہ اس طرح اس بے ادبی کے گناہ کا شریک سمجھائے گا۔ آج کل جو مولو ایک دوسرے
کو خط لکھتے ہیں ان کا عمل سب جانتے ہیں کہ ناپس اور گندگیوں میں پڑے نظر آتے ہیں اس لئے مناسب یہ ہے
کہ اوائل سنت کے لئے زبان سے بسم اللہ کہہ لے تحریر میں نہ لکھے یہ مکتوب الہ کا نام خط لکھنے والے کیلئے
سنت انبیاء یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنا نام لکھے جس میں بہت سے فوائد ہیں مثلاً خط پڑھنے سے پہلے ہی مکتوب اللہ
کے علم میں آجائے کہ میں کس کا خط پڑھ رہا ہوں تاکہ وہ اسی ماحول میں خط کے معنوں کو پڑھے ۔

احتیانات کے نمبر اور دوٹ وغیرہ سب شہادت کے حکم میں داخل ہیں :

آج کل امتحانات کے نمبر سند اور ساری تفصیلات کے بارہ میں شاید یہی بات کسی کے ذہن میں آتی ہو کہ یہ بھی شہادت
میں داخل ہے اور سچی اور جھوٹی جیسے شہادت ہوگی اس پر ثواب یا مواخذہ ہوگا۔ حضرت مفتی صاحب نے اس کی طرف
بھی توجہ دلائی ہے کہ شہادت اور گواہی کا مفہوم آج کل ہاٹ میں مشہور ہو گیا ہے وہ تو صرف مقدمات و خصومات میں
کسی حاکم کے سامنے گواہی دینے کے لئے مخصوص سمجھا جاتا ہے مگر قرآن و سنت کی اصطلاح میں لفظ شہادت اس
سے وسیع مفہوم رکھتا ہے مثلاً کسی بیمار کو ڈاکٹری ساری تفصیلات دینا کہ یہ ڈاکٹر کے قابل نہیں بلکہ کسی پرستار
کے قابل نہیں یہ بھی ایک شہادت ہے اگر اس میں واقعہ کے خلاف لکھا گیا تو وہ جھوٹی شہادت ہو کر گناہ کبیرہ ہو گیا
اسی طرح امتحانات میں طلبہ کے پرچوں پر نمبر لگانا بھی ایک شہادت ہے۔ مگر جان بوجھ کر یا بے پروائی سے نمبروں میں
کمی بیشی کر دی تو وہ بھی جھوٹی شہادت ہے۔ حرام اور سخت گناہ ہے کامیاب ہوئے فارغ التحصیل طلبہ کو سند

یہاں تکلیف دہ اس کی شہادت ہے کہ وہ متعلقہ کام کا طبیعت و صلاحیت رکھتا ہے اگر وہ شخص واقعہ میں ایسا نہیں ہے تو اس میں تکلیف یا سہارا نہ ہو سکتا ہے بلکہ سب شہادت کا بار کے مجرم ہیں۔ اسی طرح سبیلوں اور کونسلوں وغیرہ کے انتخاب میں کسی امیدوار کو دوش دینا بھی ایک شہادت ہے جس میں دوش دہندہ کی طرف سے اس کی گواہی ہے کہ ہمارے نزدیک یہ شخص اپنی استعداد اور قابلیت کے اعتبار سے بھی درجہ انت و امانت کے اعتبار سے بھی قوی نمائندہ بننے کے قابل ہے۔۔۔۔۔ ہمارے حرام ہیں کہ انھوں نے اس کو محض با وجہت کا کھیل سمجھ رکھا ہے۔

اپنی مقررہ ڈیوٹی اور خدمت میں کوتاہی کرنا بھی ناپ تول میں کمی کرنے کے حکم میں ہے ۱
یاد رہے کہ ناپ تول کی کمی میں کو فرمان میں تعلیف لگایا ہے صرف ڈھری مارنے اور کم پانے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کسی کے زبردستی سے کہہ جاتی ہے اس میں کمی کرنا بھی تعلیف میں داخل ہے۔ اس سے معلوم ہو کہ جو عہدہ اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کرنا دقت چراتا ہے یا کام میں کوتاہی کرتا ہے۔ وہ کوئی وزیر و امیر ہو یا معمولی ملازم اور کوئی دفتری کام کرنے والا ہو یا علمی اور دینی خدمت جو قی کے ذمہ ہے اس میں کوتاہی کرے وہ ناجی نہیں داخل ہے۔

ایسی ہی گونا گوں خصوصیات اور جامعیت کی وجہ سے اس تفسیر کو سمیت ہی قبول عام عطا ہو رہی ہے و بلند پایہ اہل علم سے بلکہ معمولی لکھے پڑھے افراد تک اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور بحمد اللہ اس کے ذریعہ قرآنی تعلیمات ایسے طبقہ تک بھی پہنچ رہی ہیں جو قرآن کریم کی روشنی سے اپنی کم استعدادی کی وجہ سے عہدہ عطا ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کے فائدہ کو زیادہ سے زیادہ عام فرمائیں اور اس صدقہ جاریہ اور باقیہ صالحہ کے ذریعہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حسنات میں تاقیامت اضافہ ہوتا ہے آمین۔

معارف القرآن کا انگریزی ترجمہ ۱

اس تفسیر کا فیض عام ملک اور بیرون ملک میں انگریزی و انص کے محققوں تک بھی پہنچ رہا ہے اور ہر طرف سے اس کا انگریزی ترجمہ شائع کرنے کی فرمائش کی جا رہی تھی بڑی خوشی کی بات ہے کہ وسائل کی کمی اور رجال کار کے فقدان کے وجود و دارالعلوم کراچی کے دارالتبلیغ نے اللہ تعالیٰ کے نام پر اس عظیم کام کی ابتداء کر دی اور ملک کے ممتاز اویب و نفاذ اور انگریزی و فرائض کے معتمد ابراہیم صاحب پر ذیہ محمد حسن علی صاحب نے جو صدیقی علوم سے بھی مزوری شغف رکھتے ہیں ترجمہ کی عظیم الشان خدمت امدادی طور پر پہلے ذمہ لیا آغا ز بھی کر رہا ہے ۲۰۴۹ھ سے یہ انگریزی ترجمہ بتدریج میں قسطدار شائع ہو رہا ہے امید ہے کہ انگریزی دان محققوں میں اس خدمت کا ہر ایک ایک غیر مقدم کیا جائے گا اور یہ خدمت بن محققوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوگی۔

۱۲۱ احکام القرآن وغیرہ

حضرت مفتی صاحب کی یہ وہ بلند پایہ اہم علمی تصنیف ہے جس کی نظیر باقر زمانہ میں بھی بہت کم پایا ہے۔

حضرت امام ابو جبر جصاص رضی اللہ عنہ کے بعد سے مسئلہ احناف کے اصول و فروع پر قرآن کریم کی آیات سے امتدادات اور اختلافی مسائل میں دوسرے ائمہ کرام کے دلائل کے جوابات کو کئی صورت میں جمع کرنے کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی اس اہم دینی ضرورت کو حکام اقرآن سکندریہ بطریق جن پورا کر دیا گیا ہے۔

آغاز اور سبب تالیف :

مسئلہ میں جب دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف کے بعد دورہ تفسیر قرآن کریم بھی پڑھانے کی تجویز ہوئی اور اس دورہ تفسیر کے افتتاح کی درخواست کے لئے اکابر علماء کے ایک وفد کے ساتھ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ خانہ جہان تشریف لے گئے اس وقت دورہ تفسیر کے نصاب میں تفسیر ابن کثیر اور تفسیر بیضاوی کا دل کے ساتھ مسلک احناف کی تائید کے لئے تفسیر دارکلمے کا تذکرہ بھی آیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر دارکلمہ کی بجائے ان آیات کا کہ انتخاب کا شورہ دیا جن سے حنفی مسلک کی تائید ہوتی ہے اور اس مجوزہ تفسیف کا نام بھی حضرت تھانوی قدس سرہ نے اسی وقت دلائل اقرآن علی مسائل فقہیہ تجویز فرمادیا، اس کے بعد غالباً ۱۳۵۲ھ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام کو حضرت مفتی صاحب کے سپرد فرمادیا اور حضرت مفتی صاحب نے اسی وقت کام بھی شروع فرمادیا تاہنیکہ چونکہ حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ اس وقت دارالعلوم دیوبند کے عہدہ صدارت افتخار پر مامور اور بہت زیادہ مشغول تھے اس لئے اس کام کے لئے بمقدور فرصت درکار تھی وہ میسر نہیں آ سکی اور اس زمانہ میں حضرت مولانا غفر احمد عثمانی قدس سرہ اعلا داسن کی تفسیف سے فارغ ہو گئے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس غیل سے کہ حضرت مولانا موصوف دلائل اقرآن کا کام جلد پورا کر دیں گے اس کی تالیف کا کام حضرت مولانا موصوف کے سپرد فرما دیا مگر حضرت مولانا عثمانی مکے ڈھاکہ یونیورسٹی تشریف لیجانے کے بعد یہ کام پھر توفیق میں پڑ گیا۔ پھر ۱۳۵۳ھ میں حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس کام کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور یہ چاہا کہ کوئی عالم فاضل نہ صرف اس کام میں لگ جائیں بلکہ اسکی جلدی یکسر ہو جائے مگر ایسی صورت نہ مل سکی تو اس کے چند حصے کر کے ان حصوں کو حضرات اہل علم پر تقسیم کر دینے کا فیصلہ فرمایا اس تقسیم میں قرآن کریم کی پانچویں اور چھٹی دو منزلیں سورۃ الشعراء سے سورہ عجرات تک حضرت مفتی صاحب کے سپرد فرمائی گئیں۔

ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ میں یعنی عودت کی بنا پر جب حضرت مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند کے رسمی تعلق سے استعفیٰ دیکر ۱۶ جمادی الثانی کو راستانہ عالیہ خانقاہ اہلیہ اشرافیہ خانہ جہان حاضر ہوئے تو حضرت قدس سرہ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام اقرآن کی خدمت انجام دینے پر مامور فرمادیا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی کے افادات اور آپ کا علمی شغف :

یہ وہ زمانہ تھا کہ گوشت و صفت اور جوہر امراض کے باعث حضرت قدس تھانوی کا خانقاہ تشریف لیجا

بھی مڑو کہ ہو گیا تھا لیکن حضرت دلا کو دینی خدمات کیساتھ شغف اور تعلق کا یہ حال تھا کہ سب چیزوں پر بھی غالب رہتا تھا۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب نے خانقاہ شریفہ تھانہ بیچون میں جب دلائل القرآن کی تفسیر کا کام شروع فرمایا تو جو سورت لکھنا شروع کرتے اس کو پہلے حضرت اقدس تھانوی خود بار بار تلاوت فرماتے اور اس میں جس مقام سے کوئی حکم مستنبط ہوتا نظر آتا اس کی تفسیر بھی حضرت مفتی صاحب کے سامنے فرماتے مگر اس کے ساتھ ہی غایت اہتمام کی بنا پر یہ جاہلیت بھی فرماتے کہ اس کو کتب تفسیر وغیرہ میں تلاش کریں جائے اگر کہیں مل جائے تو اس کے حوالے سے درجہ میں سے شائبہ ان کے حوالے سے لکھ دیا جائے۔ اس کے علاوہ حضرت اقدس تھانوی اس تفسیر کے طرز اور اس میں کس چیز کو لیا جائے اور کس کو ترک کیا جائے تمام امور کے بارہ میں مفصل جاہلیت اور رہنمائی فرماتے اور اہمیت و نہایت کے بارہ میں بھی مضامین عالیہ اور علوم خاصہ کے افادات سے سرفراز فرماتے تھے حضرت مفتی صاحب کا کلام طرز و انداز اس قدر قوی تھا کہ حضرت عظیم دہلوی کے افادات کو مجلس مہدک میں مسلمان کو اپنے حلقے میں محفوظ فرماتے اور اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر ان کو بغیر ضبط و تحریر میں لے آتے تھے اس طریقے پر سورہ شعراء سے سورہ قصص کے آدھ تک یہ تفسیری کام حضرت تھانوی کی زیر سرپرستی اور ہدایت کے مطابق ہوتا رہا۔

حکیم الامت تھانویؒ کا آخری تفسیری افادہ :

حضرت مفتی صاحب جب سورہ قصص کی اس آیت پر پہنچے جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قبلی کو کفر ماننے اور استغفار فرمانے کا ذکر ہے اس کے بارہ میں حضرت حکیم الامت نے ایک عجیب و غریب تحقیق اور خاص تفسیری افادہ فرمایا جو اس سلسلہ کا آخری افادہ ثابت ہوا۔ حضرت حکیم الامت کے اس افادہ کا خلاصہ پٹنے لفظوں میں خاتمہ السوانح سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے فرمایا قبلی کا فخر جی تھا جکا خون حبیب تو عبد شریف جابح ہوتا ہے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے استغفار کیوں فرمایا اور حق تعالیٰ کی طرف سے بھی منکر کا ذکر فرما کر اسکی تعزیر فرمادی گئی کہ قتل مناسب نہ تھا۔ اب سہل یہ ہے کہ اس کا سبب کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ میرا منت سے یہ خیال ہے کہ کفر سے جیسے باقاعدہ زبانی تحریری معاہدہ ہو جاتا ہے تو اسکی پابندی مسلمانوں پر لازم ہو جاتی ہے اسی طرح بعض اوقات ایسی معاملات لین دین وغیرہ جاری ہونے اور فریقین کے ایک دوسرے سے نفرت و بے خطر ہونے سے بھی ایک نوع کا عملی عہد سمجھا جاتا ہے اس لئے اسکی بھی رعایت رکھنا ضروری ہوتی ہے کہ اگر ایسے لوگوں پر کسی وقت حملہ کرنا ہو تو افادہ کے مطابق پہلے ان کو بند عہد کی اطلاع کر دینی چاہیے اور بغیر اس بند عہد کے حملہ کرنا ایک قسم کا فتنہ ہے جو شریعت اسلام میں کسی حال کسی کافر سے بھی جائز نہیں قبلی کا منکر وہ واقعہ بھی اسی طرح کا تھا کہ مذکورہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے متعلقین بنی اسرائیل کے اور قبلی کفار دونوں فرعونی عظمت کے باشندے تھے اور ایک دوسرے سے عملی طور پر سامعین تھے اس حالت میں قبلی کا چانگ قتل ہو جانا عہد عمل کے غوث خاص لئے اس پر

استغفار و مغفرت کی نسبت ان کی بار بار سوال کر جب قبلی کا قتل مکرم ہوا اور معصیت تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اولیٰ العزم رسول اللہ مصوم ہیں ان سے کیسے صادر ہوا اس کا جواب ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قصداً قتل نہیں کیا انھوں نے معمولی ضرب (صرف ایک ٹکڑے قبلی کو جمانے کے لئے لگا یا عطا اللہ فادہ مرگیا اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کسی نوع معصیت کا صدور ہرگز نہیں ہوا نہ صغیرہ کا نہ کبیرہ کا تاہم صورت بظاہر دیکھنے میں معصیت ہی کی سی تھی اس وجہ سے پیغمبر خدا نے اپنے منصب جلیل کے لحاظ سے اسکو بھی پھٹنے حق میں معصیت ہی کے بارے میں جو کہ استغفار فرمایا کہ مقررہاں رابیش بود و جہاں تلاش کے بعد حضرت مغنی صاحب کو صحیح بخاری کی ایک حدیث برآوردہ مینورہ بن شعبہ میں اس کا ثبوت حد قطلانی وغیرہ شروع بخاری میں اسکی تصریح مل گئی۔ فغذہ در حکم الامت الشافعی قدس اللہ سرہ و ہامی۔
 دائرہ کار میں وسعت :

احکام القرآن کی تصنیف میں دو دورہ تفسیر کے طلبہ کے لئے قرآن کریم سے مرث و دلائل حنفیہ فقہیہ کا استنباط ہی پیش نظر تھا مگر کام شروع ہونے کے بعد حضرت شافعیؒ کی رو کی رائے گرامی اس باب کے موضوع کو عام اور وسیع کرنے کے بارہ میں ہوئی اور مرث و دلائل حنفیہ فقہیہ ہی نہیں بلکہ مطلقاً احکام خواہ احکام فقہیہ ہوں یا عقائد و تقویٰ اور اخلاق و تمدن اور نئی تعلیم کے اثر سے پیدا ہونے والے شکوک و شبہات ہوں سب کا استنباط موضوع بحث بنا دیا گیا پھر اس کا نام بھی وسعت موضوع کے لحاظ سے دلائل القرآن کے بجائے احکام القرآن تجویز فرما دیا گیا پھر مذکورہ علم تفسیر کی یہ دو معقنات اور بلند پایہ علمی کتاب ہے جس کی تصنیف و تالیف کے لئے حضرت حکیم الامت شافعیؒ کی نظر انتخاب حضرت مغنی صاحب پر پڑی اور حضرت شافعیؒ نے ان موضوعات کو اس خدمت کے انجام دینے کے لئے مامور و منتخب فرمایا تھا۔ یہ کتاب حضرت مغنی صاحب کے تفقہ اور استنباط مسائل وسعت نظر کا ثبوت ہے اور حضرت موصوف کی وسعت معلومات کا گنبد ہے حضرت مغنی صاحب نے اس کتاب کی تالیف میں تنہائی دیدہ ریزی اور محنت اور بڑی تحقیق و تدقیق کے ساتھ فقہ و عقائد نیز معاشی اور معاشرتی مسائل کا بہت بڑا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے خاص طور سے ایسے مسائل کی توضیح و تفسیر پر زیادہ زور دیا ہے جو عہد حاضر میں خصوصیت کیساتھ قابل لحاظ ہیں۔ اور ان کے بارہ میں پہلے ملکہ کی کتابوں میں ایک جگہ تفصیلی بحث و دستیاب نہیں ہوتی۔ بعض مسائل پر مبسوطاً و مفصل بحثوں نے مستقل رسالوں کی شکل اختیار کر لی ہے جن کو احکام القرآن کا جزء بنا دیا گیا ہے۔ انہو عام کے لئے ایسے مسائل کا تعداد منفرد طور پر ذیل میں درج کیا جا رہا ہے ان وسائل کے تعارف سے احکام القرآن کے موضوعات بحث کا بھی کسی قدر ناظر بن کر اعانہ ہو گا۔

۱) تفصیل انتخاب فی تفسیر آیات الحجاب ۱۔ حروف کے پردہ سے متعلق جتنی آیات قرآن کریم

کر کے کیا گیا ہے اس کے بعد مذاہب قریب و ماہل اسناد و الجماعت کے اجماع کا ذکر فرما کر مکر بن خلاب قبوتریہ اور محمد بن کے شبہات کے جوابات ارقام فرمائے گئے ہیں۔

(۱) موقف اہل الانبار فی مشاہیرات الصحابہ

اس سال میں مشاہیرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارہ میں اہل سنت و الجماعت کے موقف کا ثبوت کتاب و سنت اور اقوال سلف کی روشنی میں پانچ آیات کریمہ اور دس احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ہمیشہ کیا گیا ہے کہ مثلاً ہر کی جماعت قطعی جنتی اور مغفور ہے۔
زمانہ تصنیف :

حضرت حکیم الامت مخدوم رو کے بتائے ہوئے طریقوں اور تعلیم فرمودہ اصولوں کی روشنی میں حضرت مفتی صاحب نے اس تصنیف کے کام کو جاری رکھا اور بڑی محنت و مشقت سے اس مغنہ تفسیری خدمت کو دو جلدوں میں پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ایک جلد (جو اصل کتاب کی جلدوں کے اعتبار سے پانچویں جلد ہے) سورہ شعراء سے سورہ نین کے ختم تک قرآن کریم کی پانچویں منزل کے احکام و مسائل پر مشتمل ہے اس کے ۶۷ صفحات ہیں ربیع اشانی ۱۳۶۲ھ سے شروع ہو کر دوسرے وقتی ضروری کموں کے ساتھ ساتھ ۱۳۶۳ھ تک مکمل ہوئی دوسری جلد چھٹاں میں جمعی جلد ہے، قرآن کریم کی چھٹی منزل سورہ النہضت سے شروع ہو کر سورہ ہجرات کے ختم تک کے احکام و مسائل کی جامع ہے اس کی ضخامت ۲۰۸ صفحات ہے اسکی تصنیف کا کام اگرچہ ذوالحجہ ۱۳۶۲ھ میں ہی شروع ہو چکا تھا اور ذوالقعدہ ۱۳۶۳ھ میں سورہ فصلت کے آخر تک لکھا جا چکا تھا مگر تحریک پاکستان اور تقسیم ملک کے بعد کے مصروفیات میں مشاغل میں مصروفیت نے تقریباً ۲۴ سال کے عرصہ دراز تک اس کام کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہیں دی عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے عظیم احسان فرمایا اور اس اہم علمی خدمت کی تکمیل کا موقع حضرت مفتی صاحب کو عطا فرمایا گیا چنانچہ محرم ۱۳۸۰ھ سے یہ کام پھر تسلسل کے ساتھ شروع ہوا سورہ شوریٰ سے سورہ ہجرات کے آخر تک کا کام کسی وقفہ کے بغیر مسلسل ہوتا چلا گیا بالآخر ذوالرمضان المبارک ۱۳۸۳ھ کی انیسویں تاریخ کی یک ساعت میں یہ بابرکت خدمت تفسیر قرآن اخصاص کو بہر بخیر نفع اللہ بباد جمیع المسالین آمین۔ یہ کتاب احکام القرآن علماء و طلباء علوم عربیہ کے لئے اس صدی کا قابل قدر اور عظیم علمی تفسیری سرمایہ ہے اللہ تعالیٰ اہم سب کو اس سے زیادہ استفادہ کی توفیق بخشیں آمین۔ احکام القرآن عربی لو اس کے ملحقہ رسائل مذکورہ کے علاوہ اور بھی بعض دوسرے رسائل علم تفسیر سے متعلق حضرت مفتی صاحب کی ایضاً میں بڑے قابل اعتناء اور لائق استعاذہ ہیں ان کا بھی مختصر تعارف ذیل میں دیکھئے۔

۳۱. دستور قرآنی مع غیر مسلموں کے حقوق :

زیر عنوان رسالہ بڑے سائز پر ۲۶ صفحات کا ہے یہ بھی حضرت مفتی صاحب کی تفسیری خدمات جلیلہ میں سے تغافلہ وقت کے مطابق بڑی ہی اہم ادبی اپنی نوعیت کی خصوصی خدمت ہے۔ جن دنوں مسجد باب الاسلام متصل آرام باغ کراچی میں حضرت مفتی صاحب کے دس قرآن مجید تھامی دس قرآن کی ایک تقریر کو ضبط تقریر میں لارنس دوری سینڈ اہم مضمون ایسی آیات کے اضافہ کے ساتھ جن میں اسلامی مملکت کے دستور میں مسائل مذکور ہیں اور حضرت موصوفؒ کے ملاحظہ اور نظر اصلاحی کے بعد یہ بات واضح کرنے کے لئے شائع کیا گیا تھا کہ اسلامی دستور جسکا مطالبہ قیام پاکستان کے وقت سے ہی تمام مسلمان کی طرف سے کیا جا رہا ہے وہ صرف اجتہادات اور قیاسات پر مبنی نہیں ہے بلکہ دستور اسلامی کی اہم دفعات منصوص اور براہ راست قرآن سے بھی ثابت ہیں اس وقت پاکستان کو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت کی حیثیت سے قائم ہونے سات سال کا طویل عرصہ گزر چکا تھا اور مسلمانوں کا یہ مطالبہ ہارنے سے زور دے ہو رہا تھا کہ اس اسلامی سلطنت کا دستور اور قانون خالص اسلامی ہونا چاہیئے مگر اس وقت کا حکمران طبقہ مختلف جیلے بہانوں کے ذریعہ اس مطالبہ کو بال شمول سے پیچھے دھکیلتا جا رہا تھا اور اس کا سامنے نہ کرنے سے جان چڑا رہا تھا ایسی صورت حال میں وقت کا یہ اہم تقاضا تھا اور اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ حضرات علماء کرام اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ حکمران طبقہ کے ساتھ تمام مسلمان کی کو بھی قیام پاکستان کے اس مقصد کے حاصل کرنے کی طرف متوجہ فرماتے رہیں جس کے لئے کروڑوں مسلمانوں نے بے مثال قربانیاں دی تھیں۔

زیر نظر رسالہ میں حضرت مفتی صاحب نے اس فرض کی انجام دہی کے لئے قرآن شریف کی من آیات کی تفسیر و تشریح کے ضمن میں جن سے اسلامی مملکت کی اہم دفعات کا استنباط کیا جاسکتا ہے اسلامی قوانین کنعرو طریقہ تدوین قانون کے مطابق دفعات کی شکل میں مرتب فرما کر اسلامی حکومت کا دستوری خاکہ یا اصول میں (دیریلے) مشق اسلامی حکومت کی غرض انداز کا مقصد کیا ہے اسلامی حکومت کا طرز اور طریقہ کیا ہے ؟ اس کے فرائض کیا ہیں ؟ صدر مملکت کو کن اوصاف سے متصف ہونا چاہیئے ؟ قومیتوں کی تقسیم اور اختیار ؟ معاشی نظام، معاشرہ کی اخلاقی تربیت کا مقام اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے حقوق کیا ہیں ؟

غرضیکہ ایسے ہی بہت سے عنوانات پر حضرت مفتی صاحب نے بصیرت افزا کلام فرمایا مگر بنیاد معارفین اور مغربیت سے مرعوب طبقہ کے اس اعتراض کا کافی شافی جواب مبتدیانہ فرمایا کہ اسلام کے پاس بدل و انصاف کے لئے کوئی قانون اور ملک کے انتظام و انصرام کے لئے کوئی دستور نہیں ہے۔

اس رسالہ پر علامہ سید سلیمان ندوی راء اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دحضرت مولانا محمد اویس راء کا نہ صوبی و غیرہ اکابر برصغیر کے تقریر لیاات ثبت ہیں محمد اللہ بڑے رسالہ اس قدر مقبول عام اور مفید ثابت ہوا کہ اس کا ترجمہ

انگریزی ترجمہ میں بھی شائع کیا گیا اور بارہ ہزار کاپیاں اسکی مفت تقسیم کی گئیں۔

(۵) قرآن میں نظام زکوٰۃ :

۴۴ صفحات کا یہ رسالہ زکوٰۃ اور متعلقات زکوٰۃ کے موضوع پر نہایت جامع اور تفصیلی ہے یہ رسالہ بھی حضرت مفتی صاحبؒ کے ان ہی چھ درسوں کا مجموعہ اور علم تفسیر میں خدمات جلیلہ کا ایک حصہ ہے جو سورہ توبہ کی دو آیتوں کے متعلق ہفتہ وار جمعہ کے روز ریڈیو پاکستان سے نشر ہوتے رہے ہیں یہ دونوں آیتیں سورہ توبہ کی ہیں ایک آیت میں مصارف زکوٰۃ کا بیان ہے کہ اس بجز زکوٰۃ کا خرچ کرنا حرام ہے اور دوسری میں نظام زکوٰۃ کے اسلامی حکومت کے فرائض میں داخل ہونے کا ذکر ہے اس کے ضمن میں زکوٰۃ کی حقیقت اور اس کی تاریخ کا بیان بھی عمدہ پرلہ میں آگیا ہے ان درسوں کی افادیت کے پیش نظر جب ان کو مستقل طور پر رسالہ کی شکل میں شائع کرنا پیش کی گئی تو حضرت مفتی صاحبؒ نے ان پر زور نہ دیا بلکہ فرمایا کہ میں یہ سہ ماہی فرمایا اس کے بعد ان کی شکل میں شائع کیا گیا ہے بلکہ علم دین اور جدید تعلیم یافتہ دونوں طبقوں کے لئے یہ رسالہ حقیقی اور نظر فکر کے اعتبار سے بہت ہی جامع اور براہی مفید اور کمال ہے اس میں زکوٰۃ کے متعلق تمام اہم مباحث اور موضوعات مثلاً زکوٰۃ کی حقیقت، اس کی تاریخ، اہمیت و فرضیت، زکوٰۃ کی اہلیت میں واجب ہے کہ جس میں نہیں نصاب زکوٰۃ، متعدد زکوٰۃ، نظام زکوٰۃ، اموال باطلہ کی زکوٰۃ، مصارف زکوٰۃ، مولفہ القلوب اور فی سبیل اللہ سے کیا جاسکتا ہے کی طرح میں زکوٰۃ زکوٰۃ نہیں ہو سکتی زکوٰۃ حکومت کا ٹیکس نہیں بلکہ عبادت بیت اللہ کی نذرات کے اقسام اور ان کے احکام، ہر مکتبہ زکوٰۃ اور متعلقات زکوٰۃ پر سیر حاصل بحث فکر مسئلہ نظام زکوٰۃ کی تفصیل اور وضاحت فرمائی گئی ہے اور اس مسئلہ کے تمام ٹکڑے و شبہات کا ازالہ فرما کر مسئلہ کو خوب بھی طرح صاف کر دیا ہے۔

(۶) ایمان و کفر قرآن کی روشنی میں :

حضرت مفتی صاحبؒ نے بڑے سادہ کے ۴۸ صفحات پر مشتمل اس تفصیلی رسالہ میں کفر و ایمان اور اسلام و کفر کی تعریف اور اس سے متعلق تمام مباحث کو جس طرح حدیث شریفہ اور اقوال ائمہ دین سے نہایت وضاحت و تفصیل کے ساتھ پیش فرمایا ہے اس کے ساتھ ہی اس اہم معرکہ فکر اور مسئلہ ایمان و کفر کی تعریف کے لئے بنیادی طور پر قرآن کریم سے بھی روشنی حاصل کی گئی ہے اور آیات قرآنیہ کو اس کی بنیاد بنا دیا گیا ہے اس سلسلہ میں سورہ بقرہ کی ابتدائی چھ آیتوں کی تفصیلی تفسیر اور چند دوسری آیات کے مضامین پر اجمالی تبصرہ فرما کر ایمان و کفر کی تعریف کرلیے انداز سے واضح فرمایا گیا ہے کہ اس وضاحت کے بعد اس اختلافی اور نزاعی بحث کا جیسے کہ لے فیصلہ اور خاتمہ ہو گیا جس کو ہمہ دہندہ لوگوں نے لاجل و بھوکہ پیش کیا تھا اور پنجاب کی متبعہ غلطی عدالت میں بھی ایسے ہی طبقہ کی طرف سے یہ سوال بار بار اٹھایا جا رہا تھا کہ اللہ یہ مسئلہ ایسا صاف اور بے غبار کر دے گا کہ اس کے بعد کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہے۔

علم تفسیر میں حضرت مفتی صاحب کی یہ خدمت بھی بڑی رفیع اور نہایت درجہ ہے اور اس لحاظ سے نسبت بھی قابل قدر ہے کہ اس کے ذریعہ ایمان کفر کی تعریف جسے بنیادی مسئلہ کامل قرآن کریم کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

(۷) ختم النبوة فی القرآن

۲۰ صفحات پر مشتمل یہ ضخیم رسالہ حضرت مفتی صاحب کی عظیم الشان تصنیف ختم نبوت کامل (دوسرے حصہ)

کا پہلا حصہ ہے اس میں تقریباً ایک سو آیات قرآنیہ کی تفسیر و تشریح کر کے مسئلہ ختم نبوت کے ہر پہلو کو واضح فرمایا گیا ہے زمانہ حاضر میں جو جہنی نبوت کے مدعی گمراہ گئے ہیں ختم نبوت کے متوازن و جامعی مفہوم سے عام مسلمانوں کو گہر نشہ کرنے اور اپنے دام ترویج میں پھنسا کر گمراہ کرنے کے لئے جہاں اور طرح طرح کی تلبیسات سے کام لیا گیا ہے وہاں قرآن کریم کی آیات ثبوت کو بھی اپنی تحریفات کا تختہ مشق بنانے سے دریغ نہیں کیا حضرت مفتی صاحب نے اس رسالہ میں اس گمراہ کی تمام تحریفات و تلبیسات کا پردہ چاک فرما کر شکوک و شبہات کا دار فرمایا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کا رد سُنن جو کہ ایک ایسے فرقہ کی طرف تھا جو قرآن کریم کے ماننے کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ اپنے دعوائے باطلہ کے اثبات میں قرآنی آیات کو ان میں معنوی تحریف و تبدیل کر کے پیش کر رہا تھا اس لئے مسئلہ ریکٹ کفر قرآن کریم کی آیات سے مدلل کر کے پیش کرنا ضروری تھا تاکہ مسئلہ کا قطعی اور واضح ثبوت قرآنی آیات سے ہی سامنے آکر ملے اس کے لئے انکار کی کسی پہلو سے بھی گنجائش باقی نہ رہے اور اس پر اچھی طرح اتمام حجت ہو جائے۔ پھر چونکہ قرآن مجید ذرا دور ہے اور اس کلام کا لغت نظام میں بحیثیت زبان و لغت مختلف معانی کا احتمال ممکن ہے اس لئے احتمالات ممکنہ میں سے احتمال صحیح کی تعیین اور اس کی پہچان کے لئے کسی معیار کی ضرورت تھی ورنہ ہر شخص جس معنی کو چاہے گا اختیار کرے گا صحیح احتمال کی تعیین اور اختلافی بحثوں میں فیصلہ کی کوئی صورت ممکن ہی نہ رہے گی۔ اس لئے ختم نبوت کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات کو پیش کرنے کے ساتھ حضرت مفتی صاحب نے قطع نزاع کے لئے تفسیر قرآنی کی صحت کا صحیح معیار بھی ارقام فرمایا ہے۔ اس صحیح معیار کے نظر انداز کر دینے کو جوہر سے زمانہ حاضر میں اکثر تفسیر کچھ نالوں نے تفسیر بدلائی کر کے دین میں تحریف والحاد کا دروازہ کھول دیا ہے اور چونکہ اکثر اہل علم اور اُردو مضیفین اس غلط روش پر عمل بہتے ہیں اس لئے افادہ عام کے لئے صحیح تفسیر کے معیار کا حاصل ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب ارقام فرماتے ہیں: ”آج جو شخص کسی آیت کی تفسیر معلوم کرنا چاہے اس کے لئے نہایت سہل اور سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ وہ سلف صالحین صحابہ و تابعین کی تفاسیر کو اپنا مقدمہ بنکر انکی اختیار کردہ تفسیر کو قرآن کی مراد سمجھے اور جو کوئی معنی جمہور صحابہ و تابعین و اسلاف امت کے خلاف سمجھ میں آئے ان کو اپنی غلط فہمی اور قصور و علم کا نتیجہ سمجھے۔“ ص ۵۸۰ صحیح تفسیر کے اس معیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے ننانوے آیات قرآنیہ سے واضح طور پر ثبوت فرمایا

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نوبت کا خاتمہ ہو چکا ہے آپ کے بعد نہ تو آپ کوئی تشریف ہی پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی غیر تشریف علیٰ برادری وغیرہ۔

غرضیکہ حضرت مفتی صاحب نے قرآن مجید کی روشنی میں عقیدہ دفع نبوت کے ہر پہلو پر بڑی جامعیت اور تفصیل کے ساتھ گواہی فرمادے کہ دجل و قلیبسات اور اس کی تحریفات و تشکیکات کا ازالہ فرما کر مگر بن ختم نبوت پر خدا تعالیٰ کی محبت پوری فرمادی۔ اب بھی اگر کوئی شخص ختم نبوت پر ایمان نہ لے تو اس کی قسمت : فیما بقی حدیث بعد یومئذ۔

۸۱) حدیث المبدعین فی آیات خاتم النبیین

حضرت مفتی صاحب کی یہ تاریخ بھی عربی زبان میں اسی عقیدہ ختم نبوت کے سلسلہ کی تفسیری خدمت ہے عربی ملک کے ادا قفہ مصلوں میں اس کا لغزنا لغز و زور نہ فرمایا کے دجل و قلیبسات کی وجہ سے عقیدہ ختم نبوت میں شکوک و شبہات پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس رسالہ میں ان کا ازالہ مقصود ہے یہ رسالہ نہایت جامع اور عربی ملک کے مصلوں کے لئے نہایت نافع ہے۔ عربی دافوں کے شبہات کے ازالہ کیلئے آیت خاتم النبیین کی یہ تفسیر عربی زبان میں اہتمام فرمائی گئی ہے۔ اب مکرر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مفتی صاحب کی تفسیری خدمات جلیلہ سے زیادہ ست زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عنایت فرمائیں آمین۔

حکایت لذیذ تر بود و داد کردم۔ فقط

احقر خادم

عبد الشکور رندی معنی وند

مدد سحر برہنہ زیر سہیوال ضلع سرگودھا



• آزادی راستہ یا رستہ حق کے حسین عزائمات کے فریب میں اگر گمراہی نہ اسلاف کے اعتقاد اور عظمت و محبت کو نالغ کر دیا تو یقین کیجئے کہ یہ ہمارے لیے بڑا مہلک سودا ہوگا۔ تحقیق ہمارے ہتھوڑے آگے اور اسلاف کی ڈگر جو سے چھوٹ جائے گی۔
(مفتی اعظم، طلباء کے نام، ص ۱۳)

مولانا سلیم شہنشاہ صاحب
مہتمم ہوسٹل فار وٹیر کراچی

حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ اور ان کی تفسیر

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فوق کے باب میں اللہ تعالیٰ نے جو شہرت عطا فرمائی وہ ہر صاحب علم و فضل پر ظاہر ہے دارالعلوم دیوبند میں ایک درجہ ذات تکمیل اس نہایت پر فائز رہنا اصحاب علم و بصیرت کے نزدیک لائق حقد و شک اعزاز ہے یہ نہایت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فہم اور استقامت اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، فقہی، اخلاقی اور روحانی تربیت و توفیق اور نادر و مذکورہ کا نہایت محلی کہ جس کو یہ نعمت مل گئی وہ چہ جہاں بھی رہا جتنے پٹے اقران و اشراف میں ممتاز اور یکا در و کار رہی ثابت ہوا ہم حسب عام افراد اشخاص میں یہ الفادیت بر ملا دیکھتے ہیں تو حضرت مفتی صاحب کو پھر دارالعلوم دیوبند کے ایک ہونہار اور لائق فرد نہ تھے اور نہ سنت اشیع نے جن عنایات سے نوازنا اور الطاف کریمانہ کے ساتھ ان پر تو یہ جہد و قربانی تھی اس کا اندازہ قیہ رہی کچھ ہونا تھا جس کو ہم نے حضرت مفتی صاحب کی شخصیت میں متشکل پایہ و دیگر اہل کمال اور مابرا ساتھ کر کے ساتھ حضرت العلامہ محمد اعلیٰ خان فاضل دیوبند کے نام پر ہی قرآن و سنت کے علوم کے بے مثال اور بے نظیر فضل حضرت مولانا محمد افراتہ کشمیری کی نسبت کی نسبت نے بھی اس قدر بے بیا کور آب و تاب عطا کرنے میں بڑی سخاوت سے کام لیا تھا۔ اس لئے جہاں ایک طرف برصغیر کے سب سے بڑے اور مبارک علمی، دینی، روحانی اور فکری مرکز دارالعلوم دیوبند میں جہد و فہم اور دیگر علوم کی تدریس کا مشرف من جائب اللہ علیہ کیا گیا وہیں صدر دارالافتاء کے منصب میل پر بھی حق تعالیٰ نے آپ کو فائز فرمایا اور طویل مدت تک اس منصب پر رہ کر آپ نے سینکڑوں اور ہزاروں علمی اور فقہی مسائل اور مسائل کا استخراج فرما کر مطلق خدا کی رہنمائی کی پھر پاکستان شریعت لانے کے بعد دستور اسلامی کی

تدوین میں برسرِ بارِیں اپنی خداداد خلافت و مہارت کو صرف فرمایا افسوس ہے کہ یہاں کے عاقبتِ فزونی
ہر مفسرِ محکمون نے اس کی قدر نہ کی تھی اس کے ساتھ فقوی کا کام بھی جاری رہا اور پاکستان، ہندوستان
اور دیگر ممالک سے برابر استغناء آتے رہے اور حضرت مفتی صاحب جلا تعزیر تمام اہل اسلام کی خدمت
کرتے رہے اور پاکستان اور ہندوستان کے جائز و برحق مفتی عظیم قرار پائے۔

لیکن اہل علم اور اصحابِ فضل و کمال کے علاوہ کون جانتا تھا کہ یہ مفتی عظیم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب
جس طرح مفتی عظیم ہیں اسی طرح مفسرِ عظیم بھی ہو سکتے ہیں۔ ریڈیو پاکستان پر درسِ قرآن حکیم کا سلسلہ شروع ہوا
اس کی افادیت کو دیکھ کر اپنوں اور غیروں نے اس کو مرتب کر لینے کی فزونی اور درخواست کی حضرت
مفتی صاحب نے جب اس کو مرتب فرمایا تو واقعہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر حصہ وہ ہے جو بہتر ملامت پر ترقی
ہوا تدریسی اور قوت کے زمانہ کو لوگ غفلت اور لامعنی میں اس طرح گزار دیتے ہیں کہ وقت گزرنے کا
احساس تک نہیں ہوتا مگر ان حضرات کو ہی یہ کمال دیکھا کہ وقت کی صحیح قدر و قیمت کا ان کو شدید احساس
رہتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ لمحہ دو لمحہ بھی ان کے یہاں ضائع نہیں ہونے پاتا تو شاید یہ مبالغہ نہ ہوگا،
اس حقیقت کا زندہ جاوید ثبوت تفسیرِ معارف القرآن ہے جو زیادہ تر مرض و ضعف اور عجز کے ان آخری
ایام میں لکھی گئی ہے جب کہ انسان تفریقِ مشاغل سے بھی لطف اندوز ہونے کے قابل نہیں رہتا۔

تفسیر کا مختصر تعارف :- معارف القرآن میں جلد نمبر میں آیاتِ کھنکھنے کے بعد ترجمہ کا عنوان دے کر
اور بعد میں جلدوں میں جہن السطور جو ترجمہ دیا گیا ہے وہ حضرت شیخ الحدید رحمہ اللہ، محمد احمس دیوبندی رحمہ اللہ
تعالیٰ علیہ کا ترجمہ ہے جو دراصل شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی کا ترجمہ ہے اس کے بعد اکثر و بیشتر رابطہ
آیات کی مفسرینِ قائم کی گئی ہے جس میں زیادہ تر تفسیرِ بیان القرآن مؤلفِ حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے
استعارہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد خلاصہ تفسیر کے عنوان آیت اس عنوان کے تحت بیان القرآن مذکور کے
خلاصہ تفسیر کو نقل کیا گیا ہے جس میں حضرت تھانویؒ کا ترجمہ اور مختصر تفسیر دونوں موجود ہیں کیوں مشکل الفاظ
آگئے ہیں قرآن کی تشریح کا اضافہ کر دیا گیا ہے اس طرح حضرت حکیم الامت کی تفسیر کے ساتھ استفادہ
کیا گیا ہے۔ حضرت حکیم الامت کا ترجمہ بھی معارف القرآن کا جزو بن گیا اور ان کی تفسیر بھی معارف القرآن
میں شامل ہو گئی اور اس طریقہ سے بیان القرآن کی عظمت و افادیت کو چار چاند لگانے میں حضرت مفتی صاحب
نے بے مثال کردار ادا کیا اس کے بعد معارف و مسائل کا عنوان قائم کیا گیا ہے یہی عنوان تفسیرِ معارف القرآن

کی جان اور اس تفسیر کا وہ اختیار ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے فقہی فہم اور فہمی میں ان کی مہارت و
خداقت اور علم و کمال میں ان کا اختیار ان کے مزاج کی اعتدال پسندی اور میانہ روی عامۃ الناس کی منفردیت
پر ان کی نظر دقیق و دقیق مسائل کو سہل سے سہل عنوان کے ساتھ ادا کرنے پر ان کی قدرت عمل حاضر ہے
مزاج اور تقاضوں پر ان کی مضبوط گرفت وغیرہ وغیرہ کہادت کا یہ عنوان مینا جاتا ہے جس سے بے شک
حضرت مفتی صاحب نے اس عنوان کے تحت جس قدر معرفت و مسائل تفصیل کے ساتھ ذکر فرمائے ہیں
ان میں ان کی فقہی مہارت کا بڑا دخل ہے لیکن راقم الحروف کا خیال ہے کہ ان مباحث میں فقہ کے علاوہ
تصوف کے مسائل اور لطافت پر خاصی بحثیں آگئی ہیں تاہم یہی مباحث سے بھی کما حقہ اعتدال کیا گیا ہے
کلامی مباحث کی بھی تشہیر نہیں چھوڑا گیا استنباط احکام کے سلسلہ میں علم حدیث سے جس قدر اعتدال کی
ضرورت تھی اس کو پورے طور پر ملحوظ خاطر رکھ کر احکام صریح کئے گئے ہیں عصری ضروریات اور زمانہ حال
کے تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر قرآن کریم کا پیغام امت کے سامنے رکھ دیا گیا ہے تاکہ کوئی یہ کہہ نہ
پائے کہ چودہ سو سال پہلے نازل شدہ قرآن آج کے دور کا مددگار نہیں کہہ سکتا جیسے میں زمانہ غنی اور
مہربان کے شکوک اور اعتراضات کا کافی شافی طریقہ پر ازالہ کیا گیا ہے۔ معارف و مسائل کی تقریرات شکوک و
شبہات کے ازالہ کے لیے مثالوں کو اس خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ معمولی سمجھ کا آدمی بھی آسانی
سے سمجھ سکتا ہے۔

اب ہم معارف القرآن کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے ہمارے دعوے کی آپ
تصدیق کر سکیں گے۔

”روز جزا کی حقیقت اور محض اس کی ضرورت کا عنوان قارئین کو پہلی بات کی وضاحت یوں
کی گئی ہے کہ روز جزا اس دن کا نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نیک و بد اعمال کا بدلہ دینے کے لیے مقرر
فرمایا ہے لفظ ”روز جزا“ سے ایک عظیم الشان فائدہ حاصل ہوا کہ دنیا نیک و بد اعمال کی جزا و سزا
کی جگہ نہیں بلکہ ایک داعی عمل فرض ادا کرنے کا دفتر ہے تحفہ یا صد وصول کرنے کی جگہ نہیں اس سے معذور
ہو گیا کہ دنیا میں کسی کو عیش و عشرت دولت و راحت سے مالا مال دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اللہ
کے نزدیک مقبول و محبوب ہے یا کسی کو رنج و مصیبت میں مبتلا دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اللہ کے
دور ویک و محبوب ہیں جس طرح دنیا کے دفتروں میں اور کارخانوں میں کسی کو اپنا فرض ادا کرنے

میں مصروف محنت، دیکھا جائے تو کوئی مصلحت اس کو مصیبت نہ دیکھ سکتا اور نہ وہ خود اپنی مشقت کے وجود پہنے آپ کو گرفتار مصیبت سمجھتا ہے بلکہ وہ اس محنت و مشقت کو اپنی سب سے بڑی کامیابی تصور کرتا ہے اور کوئی مہربان اس کو اس مشقت سے بیکار و بے مشغول کرنا چاہے تو وہ اس کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتا ہے کیونکہ وہ اس تیسرے روزہ محنت کے پس پردہ اس راحت کو دیکھ رہا ہے جس کو تنخواہ کی شکل میں ملنے والی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے بعد اولیاء اللہ کے زیادہ مصیبت و بلا میں مبتلا ہوتے ہیں اور وہ اپنی اس حالت پر نہایت مطمئن اور بہا اوقات بسر و نظر آتے ہیں۔ الخ
سورہ فاتحہ ص ۱۵ ج ۱

اس مثال میں اللہ کے نیک بندوں کے لیے جزا بے انتہا ہے دنیا میں بکثرت پیش آتے ہیں اور ان کی زندگی اظہارِ نفع و محنت کا مجموعہ نظر آتی ہے اس کو کس غریب کے ساتھ بھی کر سکتا کہ دشمنیات کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔

اسی سورہ فاتحہ میں صراطِ النہد فی نعمت علیہ کے ذیل میں کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کی ضرورت پر تشکیک کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جو دنیا کے تمام کاروبار میں متاثر ہے، نہ محض کتابِ تعمیر سے نہ کوئی کپڑا سینا سیکھ سکتا نہ کھانا پکانا نہ ڈاکٹری کی کتاب پڑھ کر کوئی ڈاکٹر بن سکتا ہے نہ انجینیری کی ان کے محض مطالعے سے کوئی انجینیر بن سکتا ہے اسی طرح قرآن و حدیث کا محض مطالعہ انسان کی تعمیر و اصلاحی تربیت کے لیے ہرگز کافی نہیں ہو سکتا جب تک اس کو کسی محقق و بہتہ باقاعدہ حاصل نہ کیا جائے قرآن و حدیث کے معانی میں بہت سے گہرے پڑے آدمی اس مسئلے میں مبتلا ہیں کہ محض ترجمہ، اعراب و نحو و قواعد قرآن کے ہر ہر کلمے میں یہ بائبل فطرت کے خلاف تصور ہے جو نفس کتاب کافی ہوتی تو رسول کے بھیجنے کی ضرورت نہ تھی کتاب کے ساتھ رسول کو مسئلہ نہ لگنا پڑتا اور وہ اسے تفسیر و تفسیر کرنے کے لیے اپنے مقبول بندوں کی ضرورت، دنیا اس کی دلیل ہے کہ محض کتاب کا متن بے تعبیر و تربیت کے لیے کافی نہیں بلکہ کسی باہر سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

مذکورہ بالا کہ انسان کی صلاح و فلاح کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں ایک کتاب اللہ جس میں ان کی زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق احکام و قواعد ہیں دوسرے رجال اللہ یعنی اللہ والے ان سے استفادے

کی صورت یہ ہے کہ کتاب اللہ کے معروف اصول پر بحال اللہ کو پرکھا جائے جو اس معیار پر نہ اتریں ان کو بحال اللہ ہی نہ سمجھا جائے اور جب بحال اللہ صحیح معنی میں حاصل ہو جائیں قرآن سے کتاب اللہ کا مقدمہ کیسے اور عمل کیسے کا کام لیا جائے۔ سورۃ فی تحریر ص ۳۰ جلد نمبر ۱۔

میان کتاب اللہ کے ساتھ بحال اللہ کی ضرورت کو جس مثال سے ذہن نشین کرایا ہے کیا اس کے بعد بھی کسی منفعہ مزان کے انکار کی گنجائش ہے۔ زائفین کے شبہ کا اس مثال سے کس قدر خوبصورت طریقہ پرانہ کرکھا گیا ہے۔

آلہ کبر الصوت کی آواز پر نماز میں نقل و حرکت کے منہ نہ ناز نہ ہونے پر استدلال کے زیر عنوان تحریر ہے۔ شیخ بخاری باب ما جاء فی القبلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث جو قبا میں تحویل قبلہ کا حکم پہنچنے اور ان گھروں کے بحالت نماز بیت اللہ کی طرف پھر جانے کا واقعہ ذکر کیا، اس پر علامہ عینی حنفیؒ نے تحریر فرمایا ہے۔

فیہ جواز تعلیم من لیس فی الصلوۃ یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص نماز میں من ہو فیہا۔
(عمدۃ القاری ص ۱۲۸ ج ۲) کر سکتا ہے؟

نیز علامہ عینیؒ نے دوسری جگہ اس حدیث کے ذیل میں یہ الفاظ لکھے ہیں، وفیہ استماع المصلی لصلوات من لیس فی الصلوۃ فلا یضر مصلوۃ (الیٰ) ہکذا استنبط الطحاوی۔ (عمدۃ القاری ص ۱۲۸ ج ۲) اور عام فقہاء حنفیہ نے جو غارت مصلوۃ کسی شخص کی اقتدار اور اتباع کو منہ ناز کہتے جو عذر متون و شروح حنفیہ میں منقول ہے اس کا فساد یہ ہے کہ نماز میں غیر اللہ کے اہل کا اتباع موجب فساد نماز ہے لیکن اگر کوئی شخص اتباع اہل الہی کا کرے مگر اس اتباع میں کوئی دوسرا شخص واسطہ بن جائے وہ موجب فساد نہیں،

فتاویٰ جہاں یہ منکر لکھا ہے کہ کوئی شخص جماعت میں شریک ہونے کے لیے ایسے وقت پہنچے کہ اگلی صفت پوری ہو چکی ہوں اس پر پہلی صفت میں تمنا ہو جائے تو اس کو پاپا ہے کہ اگلی صفت میں سے کسی آدمی کو پہلے کہیں گے کہ پہلے ساتھ ملے اس میں بھی یہی سوال آتا ہے کہ اس کے کہنے سے جو تیسرے آجائے گا وہ نماز میں اتباع اہل غیر اللہ کا کرے گا اس لیے اس کی نماز نہ ہو جانی چاہیے لیکن درمختار

باب الامتہ میں اس مسئلہ کے متعلق تحریر فرمایا کہ نقل تجميع عدم الفساد في مسئلة من جذب من الصفت فتخلف فهل ثمه فترق فليحذر اس پر علامہ طحاوی نے تحریر فرمایا، لانہ امثل امر الشریعہ میں نماز فاسد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت اس شخص نے کلمے والے کے حکم کا اتباع نہیں کیا بلکہ امر الہی کا اتباع کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کو پہنچا ہے کہ جب ایسی صورت پیش آئے تو اعلیٰ صفت والے کو کچھ آجانا چاہیے۔

اسی طرح شریعت الٰہی نے شرع و سبائیہ میں اس مسئلہ کا ذکر کر کے پہلے فساد نماز کا قول نقل کیا پھر اس کی تردید کی اس کے الفاظ یہ ہیں۔ اذ اقل لمصل تقدم فقط دلی فسدت صلوتہ لانہ امثل امر غیر اللہ فی الصلوۃ۔۔۔۔۔ ۱۵۷ نماہولامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا یضراہ

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی نمازی کی آواز پر عمل کرے تو اس کی دو صدقین میں ایک یہ کہ خود اس شخص کی ولایتی اور اتباع مقصود ہو یہ تو مفسد نہ ہے، لیکن اگر اس نے کوئی حکم شرعی بتلایا اور اس کا اتباع نمازی نے کر لیا تو وہ حقیقت امر الہی کا اتباع ہے اس لیے مفسد نماز نہیں ہوگا اس لئے طحاوی غنی صلی کی یہ کہ اقول لوقیل بالتفصیل بین کوثرہ امثل امر الشارح فلا تغند و بین کوثرہ امثل امر الداخل مراعاة لمناظرہ من غیر نظر امر الشارح فتغند لعلنا حسنا۔ (طحاوی علی الشعر ۲۷۲)

اب مسئلہ زیر بحث معنی آکر کبر الصوت کا فیصلہ کر لینا آسان ہو گیا کیونکہ وہاں اس آئے کے اتباع کا وعدہ و وعید بھی وہم نہیں ہو سکتا ظاہر ہے کہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس حکم کا ہوتا ہے کہ جب امام کہے کہ کھڑے ہو کر رکعت کی وجہ وہ سجدہ کرتے تو تم بھی سجدہ کرو اس آیت صرف یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اب امام کہتے ہیں کیا یہ سجدہ میں بار بار ہے اس علم کے بعد اتباع امام کا کہنا ہے نہ کہ اس آئے کے حکم کا اور اتباع امام ایک حکم الٰہی ہے۔ واللہ سجادہ تعالیٰ اعلم۔ سورہ بقرہ ص ۱۶۷۔ سورہ بقرہ کی آیت ص ۱۷۱ کے تحت احکام و مسائل کے زیر عنوان عبد اللہ بن عمر کی جن روایت کا اقتباس مندرجہ بالا میں حوالہ گذار رہے قرآن و حدیث کا ہر طالب علم جانتے ہے کہ اس گفتگو میں اس کا ذکر ناگزیر ہے اسیس پر خبر واحد کی جمیت اور لائق استناد ہونے کی بحث بھی سامنے آتی ہے خبر واحد سے کسی حکم قطعی کے

مسنون قرار دیے جانے یا مسنون قرار دیے جانے کا ضد بعد بھی زیر غور آتا ہے حضرت مفتی صاحب نے ان تمام مسائل سے فارغ ہو کر آلہ مکبر الصوت کے لیے جو استنباط اس حدیث سے فرمایا ہے اس کو آپ نے ملاحظہ فرمایا اس میں جہاں زمانہ حال کی ایک ضرورت پر فقیہانہ انداز میں استدلال کیا گیا ہے ، وہیں یہ کتنی بڑی بات ہے کہ حدیث سے استدلال کے لیے اس اصول کو نظر انداز نہیں ہونے دیا گیا جو پہلے سے مسلمہ حلالہ آ رہا ہے نئی پیمائش آنے والی صورت حال کے لیے سابقہ اصول کو کارآمد دکھایا گیا ہے اور اس کی پوری پوری رعایت کرتے ہوئے جدید مکمل کا استخراج فرمایا ہے عصری ضرورت کے لحاظ استنباط حکم میں حدیث رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتدال اور علمی و فقهی شبہات کے ازالہ کی یہ اقتباس کتنی اچھی مثال ہے حضرت مفتی صاحب کے طرز استدلال نے علماء و فقیہ اور فضاء سائنس کی اس بحث کا سرے ہی سے خاتمہ کر دیا کہ اسپیکر کی آواز منکر کی اصل آواز ہے یا پھر صدائے بانگشت ہے اگر وہ حکم کی اصل آواز نہیں بھی ہے تب بھی اس کا استعمال اتباع امام میں غل نہیں مصلحت اللہی بحق الحکمة من اناب وینال الصعاب لمن اصاب سورة آل عمران کی آیت ۱۰۲، ۱۰۳ کی تفسیر کے بعد معارف و مسائل کے زیر عنوان ”مسلمانوں کی اجتماعی قوت کے دو اصول تفتویٰ اور باہمی اتفاق“ کی سرخی لگا کر تفتویٰ کی حقیقت بیان کی گئی ہے تفتویٰ کے تین درجات ذکر کئے گئے ہیں پھر حق تفتویٰ کیا ہے ؟ کے عنوان کے تحت آئمہ و تفسیر کے اقوال پیش کئے ہیں اس کے بعد مسلمانوں کی اجتماعی قوت کا دوسرا اصول باہمی اتفاق کو نمایاں کر کے باہمی اتفاق و ارتباط کا نسخہ اکسیر درج کیا گیا ہے اور اس کی نہایت حسین تشریح فرمائی ہے ۔ آگے چل کر شرفی ہے ”پوری مسلم قوم کا اتفاق صرف اسلام ہی کی بنیاد پر ہو سکتا ہے نسبی اور وطنی وحدت سے یہ کام نہیں ہو سکتا“ اس عنوان کے تحت ”قہر“ میں سب سے پہلے یہ جاننا لازمی ہے کہ وحدت و اتفاق کے لیے ضروری ہے کہ اس وحدت کا کوئی خاص مرکز ہو پھر مرکز وحدت کے بارے میں اقوام عالم کی راہیں مختلف ہیں کہیں نسلی اور نسبی رشتوں کو مرکز وحدت سمجھا گیا جیسے قبائل عرب کی وحدت یعنی کہ قریش ایک قوم اور بنو تیمر دوسری قوم بھی جاتی تھی اور کہیں رجب کا اختیار اس وحدت کا مرکز بن رہا تھا کہ کلمے لوگ ایک قوم اور گورے دوسری قوم سمجھے جاتے کہیں وطنی اورسانی وحدت کو مرکز استقامت و بنایا ہوا تھا کہ ہندی ایک قوم اور عربی ایک کہیں گائی رسوم و رواج کو مرکز وحدت بنایا گیا تھا کہ جوان رسوم کے پابند ہیں وہ ایک قوم اور جوان کے پابند نہیں

وہ دوسری قوم بیسے ہندوستان کے ہندو اور آریہ سماں وغیرہ۔

قرآن کریم نے ان سب کو چھوڑ کر مرکز وحدت جبل اللہ قرآن کریم کے معنی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نظام حکم کو قرار دیا اور دو ٹوک فیصلہ کر دیا کہ مومن ایک قوم ہے جو جبل اللہ سے وابستہ ہے اور کافر دوسری قوم جو اس جبل میں سے وابستہ نہیں خلتکم خضتکم کانرہ منکم مومن کا یہی مطلب ہے جزا فی وحدتیں ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو مرکز وحدت بنایا جائے چونکہ وہ وحدتیں عموماً غیر اختیاری امور ہیں جس کو کوئی انسان اپنے سعی و عمل سے حاصل نہیں کر سکتا جو کہا جائے وہ گرا نہیں ہو سکتا جو قریشی ہے وہ قحطی نہیں ہو سکتا جو ہندی ہے وہ عربی نہیں ہو سکتا اس لیے ایسی وحدتیں بہت ہی محدود دائرے میں ہو سکتی ہیں ان کا دائرہ کسی اور کہیں پوری انسانیت کو اپنی وسعت میں لے کر پوری دنیا کو ایک وحدت میں جمع کرنے کا دعوے کر ہی نہیں سکتا اس لیے قرآن کریم نے مرکز وحدت جبل اللہ یعنی قرآن اور خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نظام حیات کو بنایا جس کا اختیار انہیں ہی ہے کوئی منسحق کاہنہ والدہ ہو یا مغرب کا، گورنر ہو یا کالان، عربی زبان بولتا ہو یا ہندی و انگریزی کسی قبیلہ کسی نژاد ان کا جو ہر شخص اس معقول اور صحیح مرکز وحدت کو اختیار کر سکتا ہے اور دنیا بھر کے پورے انسان اس مرکز وحدت پر منتج ہو کر بھائی بھائی بن سکتے ہیں اور رواداری و رواج سے ڈرا ہندو کو غریب تو ان کو اس کے سوا کوئی معقول اور صحیح راہ ہی نہ ملے گی کہ نہ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نظام کو چھوڑیں اور اس کا اتباع کرے جبل اللہ کو مضبوطی سے تھام لیں جس کا نتیجہ ایک طرف یہ ہو کہ پوری انسانیت ایک مضبوط و مستحکم وحدت سے مربوط ہو جائے گی۔

دوسرا یہ کہ اس وحدت کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نظام کے مطابق اپنے اعمال و اخلاق کی اصلاح کرے اپنی دنیاوی اور دینی زندگی کو درست کرے لگا یہ وہ یکساں اصول ہے جس کو کہ ایک مسلمان ماری دنیا کی اقدار کو ملکا نہ سکتا ہے کہ یہی صحیح راستہ ہے اس طرف آؤ اور مسلمان اس پر جتنا بھی فخر کریں بجا ہے لیکن افسوس ہے کہ یورپ والوں کی گہری سازش جو اسلامی وحدت کو یارہ یارہ کرنے کے لیے صدیوں سے چل رہی ہے وہ خود اسلام کے دعوے داروں میں کامیاب ہوئی اب امت اسلامیہ کی وحدت عربی، ہندی، سندھی میں بٹ کر پارہ پارہ ہو گئی قرآن کریم کی یہ آیت ہر وقت اور ہر جگہ ان سب کو آواز بلند یہ وحدت سے رہی ہے کہ یہ جاننا اقدار و حقیقت اختیار است

ہیں اور نہ ان کی بنیاد پر قائم ہونے والی وحدت کوئی مستقل وحدت ہے اس لیے اعتقاد بحمل التکلیف اختیار کریں جس نے ان کو پہلے ہی ساری دنیا میں غالب اور فائق اور سر بلند بنایا اور اگر پھر ان کی قسمت میں کوئی خیر قدر ہے تو وہ اسی راستے میں مل سکتی ہے: ۱۔ (دوسرے آل عمران ص ۱۵۹ جلد ۲)

اس اقتباس میں دور ماضی کے آئینہ انداز کا کس قدر موثر تعاقب کیا گیا ہے اور اسلامی نقطہ نظر رکھنے والے دین کے ساتھ پیش کیا گیا ہے وہ محتاج وضاحت نہیں۔

سورہ نساء کی تفسیر میراث کے مابقی و معارف اللہ و پرستہ کی میراث وغیرہ کے احکام غریب بحد و تفصیل اور دلائل و حوالیات کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ اسی صورت میں آیت نمبر ۲۲ و ۲۴ کے ذیل میں میراث کی تفصیلات اور متعلقہ مسائل کو جس جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے وہ شاید اسی تفسیر کی خصوصیت ہے البتہ متعدد بحث میں تشکیک بھی محسوس ہوئی اور تحقیق پر بھی نظر ثانی کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۲۳ و ۲۴ کے تحت شرعی سزاؤں کی مقدار مقررہ و قصاص اور تعزیرات کے باجمعی فرق کو واضح کیا گیا ہے اور اسلامی سزاؤں کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ دوزخ کے احکام بتائے گئے ہیں اسی کے ساتھ قرآنی قوانین کا عجیب و غریب انقلابی اسلوب کی سرخی لگا کر تحریر فرمایا ہے۔ پہلی آیتوں میں بائبل کا واقعہ قتل اور اس کے جرم وغیرہ جو مذکور تھا مذکورہ آیات میں اور ان کے بعد قتل و غارت گری اور کربانی اور جرم کی شرعی سزاؤں کا بیان ہے اور مذکورہ آیتوں کی سزاؤں کے درمیان خوف خدا اور سزاؤں کا اس کا لای حاصل کرنے کی قیمت ہے قرآن کریم کا یہ اسلوب نہایت لطیف طریقہ ہے یعنی انقلاب پیدا کرنے والا ہے کہ وہ دنیا کی تعزیرات کی کتابوں کی طرح صرف جرم و سزا کے بیان پر مبنی نہیں کرتا بلکہ جرم و سزا کے ساتھ خوف خدا و آخرت سمجھنے کے انسان کا تعلق یکایک عالم کی طرف مقرر ہے جس کا تصور اس کو عجیب و گناہ سے پاک کر دیتا ہے اور اگر ماضی و واقعات پر غور کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ خوف خدا و آخرت کے بغیر دنیا کا کوئی قانون پر لیس اور فریق دنیا میں انصاف و جرات کی ضمانت نہیں دے سکتی قرآن کا یہی اسلوب دیکھو کہ آدم ربیہ نے طرز سے جس نے دنیا میں انقلاب برپا کیا اور ایسے انسانوں کا ایک معاشرہ پیدا کیا جو اپنے تقدس میں فرشتوں سے بھی اونچا مقام رکھتے ہیں: سورہ مائدہ ص ۱۵۹ جلد نمبر ۲۔

کیسی صحیح حقیقت کو دانشمندان کیا ہے کس طرح قرآنی اسلوب کی دشمنی تشریح کی جاوے نہ مانع
کے اصحاب غفلت کو کس طرح جھنجھڑا گیا ہے غور فرمائیں۔

”معارف القرآن“ میں معارف تفسیروں کی افلاطون پر بھی گرفت کی گئی ہے، سورہ یونس کی آیات
۹۱ تا ۹۲ کے نچے معارف و مسائل کے عنوان میں ایک ماحصر کے یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں۔

”قرآن کے اشارات اور صحیفہ یونس کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہو
جاتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت ادا کرنے میں کچھ کوتاہیاں ہو گئیں تھیں اور
غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر چھوڑ دیا تھا اس لیے جب آؤر عذاب دیکھ کر
آشورہ میں سے توبہ و استغفار کی کراۓ تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا قرآن میں مذکور دستور کے جو اصول و
کلیات بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک مستقل دفعہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک
عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر اپنی محبت پوری نہیں کر دیتا پس جب نبی اوسے رسالت میں کو تابی
کر گیا اور اللہ کے حکم پر کردہ وقت سے پہلے غریبی اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے
اس قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا۔ (تفسیر القرآن مولانا مودودی ص ۱۲۲)

اس کے بعد عصمت انبیاء کی مختصر تفصیل بیان فرما کر مفتی صاحب اشارت فرماتے ہیں یہ لیکن
اس میں کسی فرقہ کسی شخص کا اختلاف نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب اوسے رسالت
کے فریضہ میں کبھی کوتاہی نہیں کر سکتے کیونکہ انبیاء کے لیے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہو سکتا اگر جس منصب
لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا انتخاب فرمایا ہے خود اسی میں کوتاہی کر بیٹھیں یہ تو فرض منصبی میں کھلی ہوئی
خیانت ہے جو عام شریعت انسانوں سے بھی بعید ہے اس کو تا ہی سے بھی اگر غیر معصوم نہ ہو تو پھر
دوسرے گناہوں سے عصمت بے فائدہ ہے۔ قرآن و سنت کے مصلح اصول اور اجماعی عقیدہ علم حقائق
کے بغاوت دعوت اگر کسی جگہ قرآن و حدیث میں بھی کوئی بات نظر آتی تو اصول مسلمہ کی رو سے منہر دی تھا
کہ اس کی تفسیر و معنی کی ایسی ترمیم تلاش کی جاتی جس سے وہ قرآن و حدیث کے قطعی الثبوت اصول سے
متصادم و مختلف نہ رہے۔

مگر یہاں تو عجیب بات یہ ہے کہ مصنف و موصوف نے جس بات کو قرآنی اشارات اور صحیفہ
یونس کی تفصیلات کے حوالہ سے پیش کیا ہے۔ وہ صحیفہ یونس میں موجود جو جس کا اعلیٰ مقام میں کوئی

اعتبار نہیں۔ قرآنی اشارہ تو یکسب ہی نہیں بلکہ ہوا یہ کہ کئی مقتضے جو کہ یہ نتیجہ زبردستی نکال گیا ہے، پہلے تو یہ فرض کر لیا گیا کہ تور پر انیس سے مذاہب کا مل جانا خدائی دستور کے خلاف واقع ہوا ہے جو خود اسی آیت کے سیاق و سباق کے بھی بالکل خلاف ہے اور اہل تحقیق امر متغیر کی تصریحات کے بھی خلاف ہے اس کے ساتھ یہ فرض کر لیا گیا کہ خدائی قانون کو اس موقع پر اس لیے توڑا گیا تھا کہ خود پیغمبر سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کرتا بیاں جو کئی تھیں، اس کے ساتھ یہ بھی فرض کر لیا کہ پیغمبر کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص وقت نکلنے کا مقرر کر دیا گیا تھا وہ اس وقت، مقرر ہے پہلے فریضہ دعوت کو چھوڑ کر بجا لکھتے ہوئے اگر ذرا بھی غور و اندیش سے کام لیا جائے تو ثابت ہو جائے گا کہ قرآن و حدیث کا کوئی اشارہ ان فرضی مقتضات کی طرف نہیں پایا جاتا ۲ سورہ یونس ص ۵۱) اس کے بعد تفصیل سے آیت کے مضمون و مضمون پر غور کیا گیا ہے کہ معاصر موصوف نے خواہ مخواہ قرآنی اشاروں کا سہارا کر ایک غلط بات اپنی تفسیر میں داخل کر دی ہے۔ واللہ تعالیٰ جہل مرکب کے شر سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے آمین۔

سورہ یسین کی آیت نمبر ۳۸ ۲۹ ۳۰ پر معارف و مسائل کے زیر عنوان گفتگو کرتے ہوئے آفتاب کے زیر عرش سجدہ کرنے کی تحقیق انیق ایسے انداز میں رقم بند ہوئی ہے کہ ایک طرف قرآن تمام اشکالات کا رد جو کیا ہے حجاز روئے شاہدہ و نفس الامر حدیث ابوذرؓ پر وارد ہوئے تھے یا نیست اور فکلیات کے اصول کی بنیاد پر حدیث مذکور کے مضمون کو مشکل قرار دے رہے تھے دوسرے بطور سی نظریہ کی تردید بھی اس ضمن میں آگئی ہے کہ سورج چرخے آسمان میں مرکوز ہے تیسرے مستقر کی تشریح مستقر مکانی سے کی گئی ہے جیسا کہ احادیث سے یہی متبادر ہے پھر آفتاب کے زیر عرش سجدہ و عذر کرنے کے سلسلہ میں دوسرے جواب کے علاوہ حضرت العزیز مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کا ان کے معارف سجدہ الشمس والا جواب اس عمدہ طریقہ پر بیان فرمایا ہے کہ فکلیات کے اس دقیق مسئلہ کو سمجھنے کے لیے ایک عامی انسان بھی ذرا غور و فکر سے کام لے تو صحیح بات اس کی سمجھ میں آسکتی ہے سادہ قرآنی سلوب کی اس ضمن میں واضح تشریح تحریر میں آگئی ہے۔

سورہ کہف کی تفسیر کے ضمن میں آیت نمبر ۹۸ سے نمبر ۹۹ تک کے ذیل میں حیات خضر اور وفات خضر کے مسئلہ پر گفتگو کی گئی ہے آیت نمبر ۹۸ سے نمبر ۹۹ کے ذیل میں ذوالقرنین کی شخصیت اور ذوالقرنین

کی تفسیر اور ان کے زمانے اور ان کے ملک کے بارے میں کہ دو کس ملک کے بادشاہ تھے تفسیر علی کلام کیا گیا ہے ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ البرہان بیرونی کی کتاب الآثار الباقیہ من العزین الخالدیہ ابو حیان کی البحر المحیط اور مولانا حفص الرحمن سورہ مدنی (جن کو مفتی صاحب ایک جگہ اپنا خواجہ طاس کہتے ہیں) کی قصص القرآن ہے ذوالقرنین کی شخصیت کے بارے میں مختلف اقوال اور ان حضرات کی آراء نقل فرمائی ہیں اور بغیر تزیین دیکھ کر قرآن کا متعدد مذاہب کی شخصیت وغیرہ کی تعیین کے بغیر بھی پڑا ہوا ہے آگے گئے رہ گئے ہیں۔ آگے چل کر آیت نمبر ۹۲ سے نمبر ۹۷ تک کے معارف و مسائل میں یا جرج ماجرج کون ہیں اور کہاں ہیں سورہ ذوالقرنین کس جگہ ہے۔ کا عنوان لگا کر نہایت مفصل اور واضح بحث فرمائی ہے جو معارف القرآن کے ۱۶ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے پوری بحث لائق مطالعہ و تہنیت کی صفحات کا پتھر ہے۔

اس مختصر فرصت میں معارف القرآن کی تمام خوبیوں پر کلام ممکن نہیں اس لیے جتنے جتنے کچھ مباحث تو بقدر ضرورت اور کچھ محض اشارت میں پیش کرنے پر اکتفا کی گئی ہے۔ اس تفسیر کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ہر چیز آپ کو باحوالہ ملے گی سوائے اس حصہ کے جو حضرت مفتی صاحب کا اپنا نقطہ نظر ہے کہیں حوالہ نظر انداز نہیں کیا گیا۔

باوجود اس کے کہ یہ تصنیف عوام کے لیے پیغام قرآنی کو عام کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔ لیکن علمی دقیق مسائل سے اس کا دامن معصوم ہے اور اسلوب بیان واقعی ایسا ہے کہ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق دامن مراد کو بھر سکتا ہے۔ جگہ جگہ انداز میں لغات کی تشریح کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اصل تفسیر میں اصول کے مطابق صحابہ و تابعین سے منقول حاشیہ تفسیر اور مستند کتب حدیث و تفسیر میں موجود مواد کو شامل معارف کیا گیا ہے۔

مطالعہ و معارف کے درجہ میں متاخرین مستند اہل تفسیر کے مضامین بھی ملے گئے ہیں اور ایسے مضامین کو جامعیت دی گئی ہے جو انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عظمت کو بڑھائیں اور قرآن پر عمل اور اصلاح اعمال پر مائل کریں۔

آخر میں یہ بات ضرور کہنی ہے کہ درہم نظامی پر اعتراض کرنے والے غور کریں کہ جس شخص کی پوری عمر فتویٰ نویسی میں بسر ہوئی کبھی تفسیر کو بطور موضوع اس نے اختیار نہیں کیا جب وہ تفسیر

لکھنے بیٹھا تو ایسی تفسیر اس نے لکھی کہ معلوم ہوتا ہے جیسے ساری عمر کا مشغور ہی اس کا یہی تھا آج آٹھ کا
 ڈاکٹر کان کے علاج سے نابالغ ہوتا ہے دل کے امراض کا ماہر آٹھ کروڑ کھنے تک کے لیے روادار نہیں
 انجینئر صاحب وکالت سے بے بہرہ ہیں اور وکیل صاحب کو معاشیات کی کچھ خبر نہیں لیکن ہر شخص
 اپنی جگہ مطمئن ہے اور کہی اس کو یا کسی دوسرے کو یہ خیال نہیں گذرے کہ انجینئر ڈاکٹر کیوں نہیں اور ڈاکٹر
 وکیل کیوں نہیں مگر درس نظامی کے فضلاء کو کوئی سامنس ٹپسنے کا مشغور دیتا ہے تو کوئی صندت و
 حرفت سمجھنے کی تلقین کرتا ہے حالانکہ یہ مختصر وقت میں جتنے علوم پر ماہر انداز میں دسترس حاصل
 کرتے ہیں ان میں حدیث تفسیر فقہ ان کے اصول ادب (عربی لٹریچر) صرف و نحو، معانی و بیان،
 منطق، فلسفہ، ہیئت و ریاضی وغیرہ بہت سے علوم ہیں جس لائن کو وہ چاہیں ان میں تحقیقی کام کرنے
 کی عمدہ صلاحیت ان میں ہوتی ہے لیکن حوصلہ افزائی نہ ہونے کی بنا پر بہت سے اچھے باصلاحیت افراد
 ضائع ہو جاتے ہیں اور دوسروں کے لیے ترغیب کا کوئی سامان فراہم نہیں ہوتا اس لیے ذہین اور
 حوصلہ مند افراد کا رجوع کم ہوتا ہے اللہ کا دین قیامت تک ہے گا اس لیے وہ اپنا زمانہ کی سرحد پر
 کے باوجود رجال کارہر ہر مدت فراہم فرمائیں گے اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ متعجبہ
 وجعل الجنة مشواہ کے لیے اس تفسیر کو ذریعہ آخرت کے طور پر قبول فرمائیں اور ان کے عہد کو ان کے
 طرز عمل پر چلنے کی توفیق انسانی فرمائیں امت مسلمہ کو اس نعمت عظمیٰ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ
 کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بدعات و محدثات کے ایجاد کرنے والے اور ان پر عمل کرنے والے عموماً حضرات
 صوفیاء کرام اور مشائخ طریقت کی پناہ لیتے ہیں اور انہی کی طرف منسوب کرتے ہیں،
 یہاں تک کہ نسبت سے جو اس خیال میں ہیں کہ شرعیات اور طریقت امتداد چیزیں
 ہیں بہت سے احکام جو شرعیات میں ناجائز ہیں اصل طریقت ان کو جائز قرار دیتے ہیں اور یہ
 ایک خطرناک غلطی ہے کہ اس میں بہت بڑے بددین و ایمان کی خیر نہیں کیونکہ انسان کو تمام گناہوں پر
 سے بچانے والی صرف شریعت ہے اب اس کی مخالفت کو جائز سمجھ لیا گیا تو پھر ہر گناہ کا شمار
 ہو جانا سہل ہے۔
 (حضرت مفتی اعظم، صنت و بدعت، ص ۱۷۰)

مولانا ابو الزاد محمد سرور از صاحب مد
شیخ الحدیث مد سترۃ العلوم گوہر نواز

فقیر و دراپ

بسمہ سبحانہ و تعالیٰ

منہاج الی الزاد

الی محترم المقام حضرت اعلیٰ مولانا صاحب مثالی دامت برکاتہم

مزاج سالی؟

و علیکم السلام رحمۃ اللہ ربکم

آپ کا گرامی نامہ تو کالی دہن سے موصول ہو چکا ہے مگر اقوم نجوم اس اقتدار میں رہا کہ تھ سے فرصت پیش
تو اساد محترم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتا تھا کہ کیا جیسے کہ ایک طرف تو
آج کل کے واقعہ حکم کی تعمیل ہو جائے اور دوسری طرف مغفرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنی عقیدت کا اظہار
ہو ہو جائے کہیں فتنوں کی فرصت نہ مل سکے۔ ع۔ ماحول ما یتصنی المشریٰ ید رکہ۔

بہت مدد صرف ہونے کی وجہ سے قلم ہاتھ میں نہ پکڑا کہ آج ہی خداوند کر کے تھوڑا سا وقت نکالیں اور انہما
چند غیر مربوط جملے ارسال کئے جائیں ہیں۔ فرصت جوتی تو قسمل اور اطمینان سے کہہ دین کیا ہاں مگر ضروری
بہت دے دیئے بھی ہاں حیرت اس قابل ہے کہ بندگان کی ترصیف کے بارے میں کہہ کہہ کر اندھ بن کر گئے۔ انہو باتوں سے
نفع کچا ہیں کجا سادہ سمن بہانہ ایست سوئے قطعے کے کشم نہ تو بیلہ نام را

مگر غیر مربوط جملے رسالہ البلاغ میں درج ہونے کے قابل ہوں تو مدد فرمادیں۔ ع۔

مگر قبولی اللہ ربہ عز و شرف

اور اگر عذرت و اضافہ نہ کر سیکے بعد یہ نقص جملے اندراج کے قابل ہوں تب بھی آپ کو کل اختیار ہے

دعوت ملکوت طریقت خیراں و اللہ

ع۔

ذ اردا اللہ بعبہ خلیفہ جعل اللہ
 فیہ ثلاث خلال ففقهہ فی الدین
 وزہدہ فی الدنیا وبصر عیوبہ
 وجامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۰۸
 جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے بارے میں حکم فرماتا ہے تو
 اس کو تین خیریں عطا فرماتا ہے۔ اس شخص کی فقاہت میں
 کوتاہی، شکوک و شبہات میں زبردستی نہ ہوتی ہے، نہ اس کو اس کے عیوب
 پر گناہ دکھائی دیتا ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ جس کو دین کی فقاہت و بصیرت حاصل ہو جائے اور دنیا کی ملوث کاری اور تباہ کاری اس کے
 پیش نظر ہو اور ہر وقت اس کا اپنے عیوب کی طرف دھیان ہو کہ انسان جو کرمیں ملے کیا کیا کر
 رہا ہوں؟ اور آئندہ مجھے کیا کرنا چاہیئے اور جب اللہ تعالیٰ کی کبھی عدالت میں میری معافی ہوگی تو میری وہاں
 اور عدالت کیا ہوگی اور میں اللہ تعالیٰ کی کبھی عدالت میں اپنی مستعار اور فانی زندگی کے بارے میں کیا غرض
 کروں گا کہ میں نے یہ زندگی کہاں صرف کی؟ جس شخص کے سامنے یہ نقشہ ہو جیتا تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی تعریف
 و تہنیت اس کی رضا اور اس کی رحمت کا مورد رہے۔

حضرت ائمہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:-

خیر دینکم ایسرہ وغیر العبادۃ الغفہ
 متبادر بہترین دین وہ ہے جو آسان ہو اور بہترین
 عبادت غفرتہ۔
 جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۰۸

یعنی جس طرح عزیمت پر عمل کرنا دین کا ایک جگہ اہم حصہ ہے اسی طرح رخصت پر عمل کرنا بھی دین
 کا حصہ ہے اور بعض حالات میں عمل کرنے والوں کے حق میں آسان ہونے کی وجہ سے یہ سب خیریت سے
 مشصفت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ رخصت پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے حدیث شریف میں آیا ہے:-
 ان اللہ یحب ان یؤخذ برخصتہ کما یکسر
 ان فؤادہ بمعصیتہ رواہ احمد وابن خزيمة
 رفقہ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۱۰۸
 کہ اس کی فطرت کی جاسے۔
 رخصتوں پر عمل کی جائے جیسا کہ وہ س کو پسند کرتا ہے

یہ روایت مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۸ اور مدار الطالح ص ۲۵۵ اور ص ۱۴۳ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ
 عنہما میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس طرح رخصت پر عمل کرنا خیر و نیک کام صدیقی ہے
 اسی طرح بہترین عبادت وہ ہے جو فقاہت فی الدین کی ترازو پر پوری اترے کہ نہ تو اس میں افراط ہو
 اور نہ تفریط ایمان و اخلاص و اتباع سنت کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد اس میں ہر برکت و نفع نہ ہو اگر صحیح معنی میں

دین کی فحاشیت سے کوئی شخص محروم ہو تو وہ ایسے امر اور کاموں کو دین سمجھ کر کرے گا جو ہوں گے
 قربانیت سیر اور دین سے قطعاً ان کا کوئی واسطہ نہ ہو گا لیکن وہ اپنی کم علمی اور عدم بصیرت کی وجہ
 سے ان کاموں کو دین اور دین کے امر سمجھے گا اور ہوں جو قیامت قریب آتی رہی ایسے بدی اعمال
 کرتے ہیں گے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ۔

ما رَ عَلٰی النَّاسِ عَامٌ اَوْ اَحَدٌ لَّوْ اَفِيَهُ بِهِنَّ
 وَاَمَّا تَوَافِيهِ سَدَّ حَقَّقِي تَحْيَا الْبَدِيعَ وَسَوَّاسِي
 (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۷ در جہاں مرقون)

جو سال بھی ملے گا کہ میں وہ بدعت گذشتہ رہیں گے
 اور سنت کر تک کہ بتیں گے میں کہ بدعتیں زندہ
 رہیں جائیں گی اور سنتیں مٹی چلی جائیں گی۔

حضرت ابن عباسؓ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ بالکل بجا فرمایا ہے آج وہ درست ہے کہ اگر اس میں کوئی سنت
 ترک ہو جائے تو اکثر مسلمانوں کے ماتھے پر شکن بھی نہیں پڑتے اور اگر کوئی مرد جب بدعت جھوٹ جائے
 اور برادر یوں میں ٹپل بھی جاتی ہے اور ایک دوسرے کے غوث لغت اور تجارت کے مہربان نمیدان ہو جاتے
 ہیں اور ایسے ہی معاملہ میں گندم بنا جو فروش سوام الناس کی جہالت سے خطا فساد اٹھا کر مکتوب و تعصب
 کا مظاہر کرتے ہوئے اپنی جھوٹی سیادت کو سدا دیتے ہیں اور لوگوں کے ایمان اور جیب پر ڈاک ڈالتے
 ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ علیہ السلام سے سنا اپنے فرمایا کہ:-

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْ تَرَكَهُ يَنْتَظِعُهُ
 مِنْ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ
 اَرْعَاءِ حَقِّ اِذَا لَمْ يَسْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ
 رُؤُوسًا جِهَالًا فَفَسَلُوا فَافْتَوِ بِعِلْمٍ فَفَسَلُوا
 وَاهْتَلَوْا۔

جہاں اللہ تعالیٰ علم کو بندوں سے
 علم نکالے لیکن وہ علم کو علم کے
 ہے حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جہلوں کو اپنا
 پیشوا بنائیں گے ان سے مسائل پر مجھے جائیں گے تو وہ بغیر
 علم کے کوئی دیکھتے نتیجہ دے گا کہ وہ خود بھی گمراہ ہو کر لوگوں کو بھی گمراہ

کریں گے۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۷۷)

اور اس کی ایک وجہ تو ان بڑے نام علماء اور منتہیوں کی جہالت ہوگی اور دوسری ان کی دنیا کوئی کی لالچ
 میں ڈوبی ہوئی انفرادی رائے ہوگی جس کی بناء پر وہ گمراہی کے ٹین گڑھے میں اونٹ سے ہو کر جا پڑیں گے کہ
 ان کا دامن سے باوجود احساس کے ہزار چیلانگ لگا کر نکلتا بھی محال ہو گا اور ایسی ہی غیر محصور آزاد اور
 خرابشات نفسانی انسان کو عذاب خداوندی کی طرف کشاں کشاں لے جاتی ہیں۔ حالانکہ ایسے موقع پر حکم شرعی

وہ سب جو حضرت علیؑ سے مروی ہے وہ فراموش ہیں۔

قلت یا رسول اللہ! ان نزل بنا مرئیس
فیہ بیان امرولا نئی فانما مرئی قال شاوروا
فیہ الفقہاء والعابین ولا تمضوا فیہ
رأی خاصۃ

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۸) و بجا و موافق (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۸)

جس زمانہ میں جہالت اور خود غرضی عام ہو ماقبلیت اور دنیا کی محبت رُل دیشے میں سلامت کے جسے
ہو۔ ایسے زمانہ میں علم دین اور فقہ کی نشر و اشاعت بڑا جادہ ہے۔ حضرت ازہری فرماتے ہیں میں نے حضرت
ابن عباسؓ سے جہاد کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ۔

الا دلت علی خیر من الجہاد قلت بلی
قال تبی مہجۃ او تعلم فیہ انحراف
والفقہ فی الدین۔ (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۰۸)

غرضیکہ فقہ دین کا ایک اہم ستون ہے اور ہمیشہ آمدہ باریک اور دقیق مسائل کی گتیاں فقہ ہی سمجھا
سکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے فقہیت فی الدین کی پامیاں دولت اور نعمت سے بہرہ ور کیا ہوتا ہے
حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔

لکل شیء عا د و عا د ہذا الدین الفقہ و ما
عبہ اللہ بشئ افضل من فقہ فی الدین
والفقہ واحد اشہ علی الشیطان من
الف عابہ۔ (جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۰۸)

چونکہ عابد خواہ کتنا ہی ایک اور متبع سنت ہو اور اخلاص سے عبادت کرے ہو لیکن اس سے صرف یہی جوگا
کہ وہ اپنے درجات بلند کرنے کی فکر میں ہوگا اور اپنی ہی نجات اخروی کے لیے ہوگا اور فیر اپنے علمی کمال
اور فہم بصیرت سے بے شمار لوگوں کی اصلاح کرنے کا اور ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش اور کوشش
کرنے کا۔ اس لیے وہ اکیلا شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے اور ایسے ایک عالم ربانی کا دنیا سے فطرت

تو بانی ہزاروں حق پرستوں کی پریشانی کا موجب بنے۔ اور ایسے ہی تمام بدعقوبت العادہ موت العادل کا مجاہد
جلا آرہے۔ سچ ہے۔

کیا کون کتاب ہے محمد میں نقشِ حاتم کو
مبارکوں سر میں دفن ہیں دریا کے پہلو میں
دور حاضر کے فقیر :- ہمارے استاد محترم مفتی محمد امجد علی دہلوی مدظلہ العالی دہلی کے مولانا مفتی محمد شفیع
دہلوی (۱۳۹۶ھ) دورِ حاضر کی ان بلند شہرتوں میں سے ایک تھے جن کی سائنس، زندگی، علم دین اور فقہ اسلامی کی
نشر و اشاعت میں گزری ہے۔ جنہوں نے قدیس و تابوت و تقریر و تکریم خاص کے ذریعہ اُس عظیم دین کا
عوام ان کی کیا فکر خرم تک پہنچایا جو انسانیت کے طور پر حضراتِ سادتِ عالمی نے اپنے والی نسلوں تک
پہنچانے کی ان تحفہ سخی فرائی اور کمال اللہ تعالیٰ ان کی نیک سخی یا ادبی سخی مولانا اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب
موجود کو نہایت بلند مقام پہنچائی ہوئی اور یہ طبعیت اللہ تعالیٰ تھی کہ اپنے ہم عصروں میں وہ بالکل نمایاں تھے۔
ہم نے ۱۳۶۰ھ میں جب دارالعلوم دہلی میں دورہ حدیث شریف کے لیے داخلہ لیا تو حضرت مفتی صاحب
مرحوم کے پاس ہمارے اسباق میں سے ملادی شریف مفتی محمد کریم بخاری جانتے ہیں کہ امام بخاری کی حرکاتِ عالی
دہلوی (۱۳۲۲ھ) کی شرح معانی آثارِ مختلف احادیث کی جمع و تطبیق کے سلسلہ میں کئی رفیقِ کتاب ستور
اس میں انظار فرما کر متعلقہ فقہی و فقهی دلیل سے جس طرح وہ واقعہ حدیث کو عینِ کثرت میں وہ لائقِ اوق ہے
حضرت مفتی صاحب مرحوم شہرِ حرمہ کہ دھیرے دھیرے افغانی کے کتاب کو اس انداز سے پڑھاتے
کہ کمال اللہ تعالیٰ ہمیں آج تک ان کے بعض تقریریں اور بیانات کلمات و وہیں تقریر یا نصبت بعد ہی تک حضرت نے
پاک و ہند اور دیگر اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں کہنے والے مسلمانوں کی جس طرح دینی رہنمائی فرمائی ہے۔
اور ہمارے محسوس ہوا اور محلِ فتنے صادر فرما کر عدم کا صحیح پہلو ان کے سامنے آج کر کیا ہے وہ ایک
نظامِ فاضل و فیروز ہے اور سب سے بڑی خوبیِ منزلت کی یہ ہے کہ باطنِ مہید و رومی دو کی پہلار کی
مکملین کھینچیں جو کمال کرنے کے لیے مسیح جو نیات کی شکل میں وہ ان کتب فقر و فاقہ بالکل غازی ہیں ایسے
جی متابع مہید کے سلسلہ میں قرآن و سنہ اور کتب لغت کی روشنی میں اپنی بنی بعیرت سے لیے معذرت
افراد و تسمیٰ بخش بدین مضامین مرتب فرما کر امت مرحومہ پر احسانِ غفر فرمایا ہے اور اسی طرح اسلئے کہ ان کے
تعلیمت جس سے کوئی مسلمان فرقہ و راج نہ جوڑا۔ باطنِ فرد و راج نہ جوڑا۔ حوس حوس سے دون فرما کر
ہند میں ایک ایسا عہد و فقی پہلے ہے جس کے پڑھنے سے وہ تمام علمی اشکات و نفع اللہ تعالیٰ بالکل کافر

ہو جاتے ہیں جو کسی وسیع النظر اور ذہین سے زمین آدمی کو اپنی علمی خامی کی وجہ سے شیش آستہ اور آستے ہیں
اسی طرح بے شمار اعتقادی مسائل پر چھوٹی بڑی کتابیں اور ان کے تراجم کیسے کیسے اور بعض کو عربی کا جامہ پہنا کر اس
انداز سے مرتب کیا ہے کہ علوم الناس بھی بڑی آسانی سے ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ در عربی زبان ان کی عربی
عبارات سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں اور تفسیر معارف القرآن قرآن کا ایسا صدقہ جاریہ ہے جس سے
دور جدید میں اردو زبان میں تفسیریں لکھنے والوں کے فہم کو بڑا کر رکھ دیا ہے۔ جن کو اپنی تفسیر پر بڑا ہی
ناز ہے اس تفسیر میں فی تفسیر کی ضروری اور صحیح باحوال تشریحات کے علاوہ جس طرح فقہی مسائل بیان کیے گئے
ہیں وہ صرف اردو زبان میں اسی تفسیر کا طرہ اختیار ہے جس سے عموماً ہر مکتب فکر کے حضرات اور خصوصاً
جدید تعلیم یافتہ حضرات صرف استفادہ ہی نہیں کر سکتے بلکہ ان کی ہر طرح سے تسلی بھی ہوجاتی ہے اور ہم نے
بہت اونچے طبقہ کے لوگوں سے اس تفسیر کے بارے بڑے ذوق و شوق کے جذبات سنے اور ملاحظہ کئے
ہیں اور درالعلوم کا دینی مدرسہ جس سے وہ درانہ کے لوگ علمی پیاس بجھاتے ہیں ان کا ایک مستقل صدقہ جاریہ
ہے اور حضرت مرحوم کے سب فرزند جو اپنی جگہ جدید علماء کرام میں شمار ہوتے ہیں ملی انھیں حضرت مرحوم کا محمد
تقی صاحب عثمانی رحمہم جو ان کی باقیات صالحات میں ہیں اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے جنت الفردوس
میں درجہ بلند کرے اور ان کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ہمیں ان کے خیر قدم پر چلنے کی توفیق بخشے
آمین ثم آمین ۔



”نئی تعلیم نے آزادی رائے کا خوب سورت عنوان دے کر ہماری جس تباہ کرانہ پر پہلی ضرب
لگائی، وہ اسلاف کی عظمت اور ان پر افتادہ ہے جس کے نتیجہ میں دین کے مسلمات اور محبت نبیہ
بھی تشکیکات کا کھنڈا بن گئے۔ ہم ریسرچ اور تحقیق کے نام پر ان بزرگوں کا عقیدہ دھوکہ دے کر شکوک
اور ہم کی راہوں میں بھٹکنے لگے جن مسائل میں اسلاف امت سے خود اختلاف ہے۔ ان میں آپ
جس کو جملہ و تقویٰ کی رو سے زیادہ فاضل سمجھیں، اس کے قول و فعل کو اختیار کر سکتے ہیں مگر پھر بھی
اس سے مختلف رائے رکھنے والے بزرگوں کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ بے ادبی بھی بکثرت کی جا رہی ہے
(مفتی اعظم، ایک اہم پیغام پاکستان کے نوجوان علماء کے نام، ص ۱۷)

مولانا صاحب دانش صاحب
فاضل تخصص دارالعلوم کراچی

حضرت مفتی اعظم کی فقہی خدمات اور فتویٰ میں آپ کا مسکاوش

اللہ تعالیٰ نے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے دین کی جو
بی شمار خدمات لیں، ان میں آپ کی فقہی خدمات متز مقلہ کی حامل ہیں۔ زیر نظر مقالے میں انھی خدمات
کا تذکرہ مقصود ہے۔
دارالعلوم دیوبند میں خدمت افتاء

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ اپنی افتاد مع اور شوق و ذوق کی بناء پر ہاب علمی سے اپنے
استاذ محترم امام العقیقہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب کی خدمت میں فتویٰ نویسی کی مشق کے
لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ دراستہ موصوف آپ کو اپنے پاس آئے ہوئے کچھ فقہی سوالات اور
استفتاء دے دیا کرتے، ان کا آپ جواب لکھ کر پیش کر دیتے۔ اسی دور کا ایک استفتاء جو تفصیل
سے متعلق ہے، آپ کے استاذ محترم نے آپ کو جواب لکھنے کے لیے عنایت فرمایا۔ آپ نے اس کا جواب
بہت مفصل و مدلل تقریباً پونیس صفحات پر تحریر فرمایا، جسے مبسوط اور جامع ہونے کی بناء پر دارالعلوم
دیوبند کے مہمانہ المفتی میں شائع کر دیا گیا۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب خود رقم لایا ہے۔

”مسئلہ تقلید پر چند سوالات و جوابات : یہ سوالات میرے استاذ محترم
مفتی اعظم ہند اور دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مستقل مفتی حضرت مولانا مفتی
عزیز الرحمن صاحب کا عطیہ ہیں، وہ بزمانہ ہاب علمی شائع ہیں جب کہ حضرت

دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث کا ایک طالب علم تھا، حضرت ممدوحؒ نے جواب لکھنے کے لیے عہد فرمائے تھے، جواب کچھ مفصل ہو گیا تھا، اس وجہ سے اس کو دارالعلوم دیوبند کے ایک ہنرمند میں شائع کر دیا گیا تھا، وہاں سے نقل کیا جاتا ہے وائے موفق و معین: "ان سوالات و جوابات کی تفصیلات جو ہر صفحہ جلد صفحہ ۱۲۱ پر دیکھی جاسکتی ہیں،

نیز فرماتے ہیں کہ

قصودہ العہد مفتی اعظم، ستہ محترم حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب کی خدمت میں اتمہ کو مشورۃ اور جد نین شریف وغیرہ پڑھنے کا شرف حاصل تھا اور حضرت ممدوح بغایت عنایت فرماتے تھے۔ اس مرحلے میں گاہ گاہ کچھ سوالات عمداً فرمادیتے اور احقر جواب لکھ کر پیش کر دیتا جو اصلاح و تصدیق کے بعد روانہ کیے جاتے شلہ

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ

ستہ میں بہ نیرنگ تقدیر کچھ ایسے اسباب پیش آئے کہ حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب اقدس صرف دارالعلوم سے مستعفی ہو گئے اور اس وقت سے ستہ تک نائب مفتی مولانا مسعود صاحب دیوبندی داماد حضرت شیخ بہندہ جو زمانہ دراز سے حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت میں یہ کام کر رہے تھے، اب بطور قائم مقام مفتی اس خدمت کو انجام دیتے رہے ستہ میں بحجم فتویٰ و ضروریات پر نظر کر کے ارباب دارالعلوم نے حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب کو مدرسہ عالیہ میرٹھ سے حذب کر کے یہ منصب سپرد کیا۔ موصوف نے غرض ستہ تک خدمت انجام دی۔ لیکن پھر بمصالح مدرسہ موصوف کو تعین کی طرف منتقل کر کے اس ناکارہ فذوق کو اس خدمت کے لیے مامور کیا گیا۔ صفر

۱۳۳۸ھ سے ۱۳۳۹ھ تک پانچ سال حسب استطاعت اعتدال نے یہ خدمت انجام دی۔ وسط ۱۳۳۸ھ میں بعض مصالح مدرسہ کی بناء پر احقر کو تعلیم تدریس کے لیے مامور کیا گیا، اور حضرت مولانا سہول صاحب بہاری سابق پروفیسر یونیورسٹی پٹنہ بہار کو اس منصب کے لیے لایا گیا۔ مگر موصوف اپنی ذاتی ضروریات کی بناء پر بہار زیدہ قیام نہ فرما سکے، بلکہ ۱۳۳۸ھ سے ۱۳۳۹ھ تک اس خدمت کو انجام دینے کے بعد پھر اپنی سابقہ ملازمت پر پٹنہ، بہار تشریف لے گئے، وسط ۱۳۳۹ھ سے آپ کی جگہ مولانا حفصہ کفایت اللہ صاحب میرٹھی کو لایا گیا، مگر موصوف بھی اس جگہ زیادہ قیام نہ فرما سکے، آخر ۱۳۳۹ھ میں اس جگہ سے منتقل ہو گئے۔ ۱۳۳۹ھ میں پھر قرعہ فرما کر اس ناکارہ کے نام پر نکلا اور بجائے تدریس کے پھر اس خدمت افتاء پر مامور کیا گیا۔ ۱۳۳۹ھ تک دوبارہ پانچ سال پھر اپنی قدرت واستقامت کے موافق اس سلسلے میں کاغذ سیاہ کیے، مگر بہ نیرنگ تقدیر ۱۳۳۹ھ میں کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ ہر ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو احقر نے دارالعلوم کی غائبہ کی خدمت سے استعفاء پیش کر دیا اور ملازمت سے یکسو ہو گیا، گو اصل خدمت فتاویٰ جو ہر طے ماہ ملتی ہے فیض اور اسی کی خدمت سے ہے، بحمد اللہ جاری ہے۔ ۳۰

غرضیکہ حضرت مفتی صاحب نے بارہ سال تک دارالعلوم دیوبند میں اپنے اکابر علمائے امت کے زیر سایہ افتاء کی خدمات بحسن و خوبی انجام دیں۔ آپ کے فتاویٰ کی جو چار ضخیم جلدیں شائع ہوئی ہیں، وہ بارہ سال کے مجموعی فتاویٰ کا پندرہ سوں حصہ بھی نہیں۔ اگر وہ سب فتاویٰ شائع کیے جائیں جو آپ نے اس تیس سالہ دور میں تحریر فرمائے، تو وہ ساٹھ ضخیم جلدوں میں سما سکیں گے اور جو فتاویٰ اس زمانے میں درج رجسٹر نہیں ہوئے (جن کی تعداد بہت ہے) وہ ان کے مدد میں یہ سب اعداد و شمار تو صرف ان فتاویٰ کے ہیں جو آپ نے صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کی حیثیت سے

تقریر فرمائے ہیں۔

پھر اس کے بعد سترہ میں جب سب دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہوئے تو عوام و خواص کے بکثرت رجوع کے باعث اور حضرت محدثی میرالترک کی ہدایت کی بنا پر افتاء کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا، تحریری بھی اور ذہنی بھی سب سے سی طرح قیام پاکستان کے بعد حضرت مفتی صاحب موصوفیہ بنا دارالعلوم کراچی سے پہلے بھی کراچی میں جس جگہ ہے، آپ کا مکان ہمیشہ ایک دارالافتاء بنا رہتا تھا، پھر آپ نے باقاعدہ دارالافتاء نانک وڑہ کراچی کی ایک بلڈنگ کے چھوٹے کمرے میں قائم فرمایا جو تاریک اور بہت ہی فقیر اور خام چھت کا تھا۔ بنا دارالعلوم کراچی کے بعد آپ نے وہاں تشریف لے کر موجودہ شعبہ دارالافتاء قائم فرمایا، جس میں الحمد للہ سب تک بحسن و خوبی افتاء کا کام جاری ہے۔

افسوس ہے کہ سترہ سے اسیستہ تک (نومال کے عرصہ میں جو فتویٰ جاری کیے گئے ان کی نقل جیسٹروں میں باقاعدہ محفوظ نہ کی جاسکی، نہ ان کی صحیح حدود کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کاش اس گرن قدر مٹی سرمانے کی مخالفت کا اس وقت کچھ انتظام ہو جاتا تو آج وہ علمی و در علم ہر عرصہ و عوام کے سامنے ہوتے۔

وہن موقوف سے ہجرت کے بعد پاکستان کے کافی عرصہ کے بعد سترہ مغربی سترہ میں دارالعلوم کراچی کے شعبہ دارالافتاء میں خوش نصیبی سے دوبارہ آپ کے فتویٰ کی نقول محفوظ رکھنے کا انتظام ہو گیا ہے اور بھلا اللہ آج تک یہ انتظام موجود ہے اس کے لیے جائزہ مدارس پاکستان (مترجمہ نفاذ احکام) کا مندرجہ ذیل تقبیر لائق ملاحظہ ہے :-

دارالعلوم کراچی کے صدر خود شیخ العالی مولانا حضرت مفتی صاحب ہیں۔ آپ مدت الحمد دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کے منصب پر فائز رہے۔ آپ نے

۱۔ مقدمہ مذکور صفحہ ۳۳-۳۵

۲۔ ملخص سالانہ نمونہ دارالعلوم کراچی۔ صفحہ ۱۶-۷

۳۔ مقدمہ مذکور صفحہ ۳۵

اپنے پیرو شدہ حضرت مولانا شرف علی تھانوی مرحوم کے ساتھ بھی کچھ عرصہ افتاء کا کام کیا۔ آپ اپنے دارالعلوم کراچی کے منتہی طلبہ و باقاعدہ افتاء کی عملی تربیت دیتے ہیں۔ آپ کے نائب مفتی مولانا مابر علی صاحب ذیل اردو بہ نصیفہ جریز حضرت تھانوی مرحوم ہیں۔ ۱۳۵۷ھ سے ۱۳۶۷ھ تک کھٹکس کی مدت میں دارالعلوم کراچی کے دارالافتاء سے (حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے قلم سے) ستر ہزار نو سو بارہ فتوے جاری ہوئے۔ ان کے علاوہ مجلس فیصلہ اور زبانی فتوؤں کی تعداد بے شمار ہے۔ اکثر ضرورت مند اور اہل ترازو خود بخود جو کہ اپنے مقدمات اور مسائل کے فیصلے کراتے۔ دارالعلوم کراچی سے پاکستان کے علاوہ ہندوستان، اسکاٹ لینڈ، فلپائن، امریکہ، کویت، حجاز، ایران، افغانستان، برما، سنگاپور، افریقہ اور آسٹریلیا وغیرہ بھی فتوے جاتے ہیں۔ (صفحہ ۲۹۵)

مذکورہ بالا اعداد و شمار پاکستان تشریف لانے کے بعد بھی صرف ۱۳۵۷ھ سے ۱۳۵۹ھ تک کے ہیں۔ اس سے پہلے نو سال اور بعد کے اب تک کے فتاویٰ ان کے علاوہ ہیں، جن کا بڑھتے رہا سلسلہ، تحریر کے علاوہ زبانی اور ٹیلیفون پر صبح و شام ہر وقت جاری ہے۔ سخت بیماری کی حالت میں عین اہم کے وقت، حتیٰ کہ رات کے ایک دو بجے بھی اگر کوئی اہل حاجت آجائے تو آپ دوسرے وقت پر نہیں ٹالتے۔ سفر کی حالت میں بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ آپ کو ہر وقت لکھتے رہنے کی خوب مشق ہے۔ تیز رفتار گاڑیوں میں خواہ وہ کتنی ہی تیز رفتاری سے دوڑ رہی ہوں، آپ فتاویٰ کی جوبلی ڈاک بے تکلف تحریر فرماتے۔ بڑے بڑے سفر اسی شیفے میں طے ہو جاتے نہ

شان تحقیق و احتیاط

افتاء کا منصب علمی مسلوں میں سب سے زیادہ مشکل، دقیق اور اہم ترین سمجھا گیا ہے، فقہ کی متمثل جزئیات اور ان کے متعلق احکام میں تھوڑے تھوڑے فرق سے حکم کا تفاوت محسوس کرنا

عینِ علم و چاہتا ہے جو کہ ہر عالم و مدرس کے پس کی بات نہیں، جب تک فقہ سے کامل مناسبت،
 ذہن و ذکاوت میں خاص قسم کی صریحیت اور قلب میں مادہ تفقہ نہ ہو۔ اس لیے مدارسِ دینیہ میں
 افتاء کے لیے کسی شخصیت کا انتخاب کرنا نہایت پیچیدہ مسئلہ سمجھ گیا ہے، جو کافی غور و فکر اور سوچ
 و چکار کے بعد حل ہوتا ہے اور پھر بھی تجربات کا محتاج رہتا ہے۔

چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء ہی ۱۳۲۹ھ میں جب آپ کو صدر مفتی کے غیر منصب
 پر مقرر کیا گیا تو آپ نے اس کی ہماری ذمہ داری کے باعث ارادہ فرمایا تھا کہ اس منصبِ حلیل اور
 غیر ذمہ داری سے استعفی دے دوں۔ خود تحریر فرماتے ہیں کہ

”میں اپنی صحت سے بے خبر تو نہ تھا، مگر یہ حقیقت ہے کہ
 اس کام کے لیے علم کے جس پایہ و منزلت کی ضرورت تھی، اس سے پورا واقف
 بھی نہ تھا۔ تعینی خدمتوں کی طرح استاذ اور بافصوص سیدی و استاذی حضرت
 مولانا سیدانصر حسینؒ محدث دارالعلوم اور سیدی و مرشدی و سنی حضرت کبیرات
 مجدد الملت حضرت مولانا تھانویؒ قدس سرہ کی امداد و اعانت کے بجز و سر پر اس
 بار کو بھی سر پر اٹھایا۔ کئی سال تک کام کرنے کے بعد اس علم تک رسائی
 ہوئی کہ یہ کام مجھ جیسے بے بضاعت و بے لیاقت لوگوں کا نہیں ہے

سمجھتا کہ کچھ نہ سمجھ پائے

سو یہ بھی عمر میں ہوا علم

ارادہ ہوا کہ اس خدمت سے استعفیٰ پیش کر دوں۔ سیدی حضرت حکیم الامت
 قدس سرہ سے اس ردے کا ذکر کیا، حضرت ممدوحؒ نے اس کی جرات نہ کی
 اور کام میں پورا غور و فکر کرنے کی ہدایت کے ساتھ چند ائمول بھی رش و فروئے
 جس سے یہ کام سہل ہو گیا۔ دوسری طرف سیدی حضرت میاں صاحبؒ مولانا سید
 انصر حسینؒ صاحب کو منجانب دارالعلوم بانسہ بندہ احقر کے قری پر نفوذ و اصلاح

کرنے کے لیے مامور کر دیا گیا تھا اور اہم و مشکلات الفتویٰ میں کثرت و بیشتر،
 سیدی حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے مرجعت رہتی تھی۔ ان کا ایک خاص
 توجہ اور برکت ظاہر و باطن کے سبب اس کام میں لگا رہا یہ
 حضرت ممدوح مجالس حکیم الامت میں اپنے پیرو مشد حضرت مولانا تھوئی علیہ رحمہ کا
 ایک ملفوظ نقل فرماتے ہیں :-

”ارشاد فرمایا کہ مجھے تو تمام علوم و فنون میں فقہ سب سے زیادہ مشکل معلوم
 ہوتا ہے۔ اور تو حضو یہ بھی فرمایا کہ مجھے تو اس فن سے مناسبت نہیں، بالکل
 عاجز ہو جاتا ہوں۔“ ۱

یہی وجہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب مکمل تحقیق کے باوجود استفتاء کے جوابات تحریر فرماتے
 میں غایت احتیاط سے کام لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک سوال جس میں حضرت درجہ سے یہ دریافت کیا گیا تھا کہ
 ”چھپکلی“ حدیث قبل وزغ (گرگٹ) میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کوئی در صریح حدیث یا روایت
 فقہی اس جانور کے مارنے کے متعلق وارد ہے یا نہیں؟ اگر داخل نہیں تو اقلتوا الوزغہ ولو فی
 جوف الکعبۃ سے کیا مراد ہے؟

مذکورہ سوال کی پوری تحقیق کے باوجود غایۃ احتیاط سے حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ
 ”ہم اُلفت عربی و فارسی و ہندی کی عبارتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عربی میں ”وزغ“ اور فارسی میں
 ”چھپکلی“ لفظ عام ہے، دونوں قسم پر صادق آتا ہے، یعنی ”گرگٹ“ اور ”چھپکلی“ دونوں پر۔ اور عربی میں
 ”سام برص“ اور فارسی میں ”کریا“ اور ”کریش“ وغیرہ ”گرگٹ“ کو کہتے ہیں۔ حدیث میں قتل کا مذکور
 لفظ ”وزغ“ کے ساتھ ارشاد ہوا ہے، اس لیے دونوں قسموں کو شامل معلوم ہوتا ہے۔
 نیز حضرت مفتی صاحب جب تک مسئلے کی پوری تحقیق نہ فرماتے درستی پر مکمل شرت صدر

۱۔ مقدمہ مذکور صفحہ ۴۴

۲۔ صفحہ ۳۱۲۔ ضبط و تحریر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب - معبود کربھی -

۳۔ تفصیل کے لیے فتویٰ دارالعلوم دیوبند - جلد ۲ - صفحہ ۳۹ - مد نظر ہو۔

نہ ہو جاتا، فتویٰ صادر نہ فرماتے تھے۔ اور چہر ضرورت ہوتی، احتیاط سے کام لیتے ہوئے کسی چیز سے اجتناب کا حکم صادر فرماتے۔ چنانچہ حضرت والا خود جواہر النفعہ جلد ۲ صفحہ ۸۱ پر مشینی ذبیحہ کے ایک مسئلے کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں :

”اب مشینی ذبیحہ کو جو بخش رسائل و اخبارات میں سنی ہیں، وہ صحیح صورت حال سے پہلے محض مفروضہ صورتوں سے متعلق رہیں۔ مجھ سے بھی یہ سوچا گیا تھا کہ بہت سے جلاوطن کو مشین کے نیچے کھڑا کر کے بیک وقت سب کی گردنیں مشین کی چھری سے کاٹ کر جدا کر دی جاتی ہیں، لیکن اس امر میں کچھ دیکھنے والوں کے بیانات سے کچھ، خبری مقالات سے یہ معلوم ہوا کہ مشینوں کے ذریعہ ذبح کرنے کا معین طریقہ نہیں ہے، بلکہ مختلف ملکوں اور شہروں میں اس کی مختلف صورتیں رائج ہیں، جن میں ایک صورت وہ بھی ہے جس کو اسلامی ذبیحہ کا نام دیا جاتا ہے“

آگے تحریر فرماتے ہیں :

”ان حالات میں کسی مفروضے پر بحث فضول ہے جب تک کہ درمدمدی ہوئی مشین کی صحیح صورت حال معلوم نہ ہو، کوئی فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ اور اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں :

”جب تک صحیح صورت حال معلوم نہ ہو اس وقت تک مشینی ذبیحہ کے گوشت سے احتیاط کرنا واجب ہے“

اسی طرح موصوف نے ”آلہ مکبر الصوت“ کے استعمال کے بارے میں بتداء مروت کے ساتھ یہ تحریر فرمایا تھا کہ جو نماز اس کی مدد سے رک کی جائے وہ منقذ سد ہے۔ اس وقت پتہ نہ چل سکا کہ پوری حقیقت کا انکشاف نہیں ہوا تھا اور حکم فساد میں احتیاط کا پہلو تھا، اس لیے مذکورہ حکم آپ نے صادر فرمایا تھا، لیکن بعد میں بحث و نظر اور از سر نو تحقیق کے بعد حضرت والا نے اس پر ادا کی جانے والی نماز کے عدم فساد کا فتویٰ صادر فرمایا ہے

سے تقصیر کے لیے دیکھیے احکام جدیدہ کے احکام۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایسے مسائل جن کی اجازت سے فقہ و فہم کا اندیشہ ہوتا، تحریری جواب دینے سے بھی بڑی احتیاط فرماتے تھے۔ سائل کو زبانی دریافت کرنے کا مشورہ دیتے۔ یا تحریر فرماتے کہ کسی علم سے زبانی معلوم کریں۔ ایک سول مع جواب اسی نوعیت کا قادی دار العلوم دیوبند سے نقل کیا جاتا ہے :

سوال : غیر مسلم قوم (مثلاً یہود، نصاریٰ یا اہل ہند) کی جماعت کا کوئی فرد مذہب اسلام کی توہین کرتا ہے، پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخانہ کلمات کہتا ہے، مسلمانوں کی دل سزری کرتا ہے اور اپنی جماعت کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا ہے۔ زید جو مسلمانوں کی جماعت کا ایک معمولی شخص ہے اس غیر مسلم کو بلا اتمام حجت دھوکہ سے قتل کرنا چاہتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ زید کا یہ ارادہ در یہ فعل از روئے شرع شریف جائز ہوگا؟ یا ناجائز؟ اور قتل کرنے کے بعد قتل گرفتار ہو جائے اور اس کو پھانسی دے دی جائے تو قاتل کو درجہ شہادت ملے گا یا نہیں؟ کیا اسلام نے اس قسم کی تعظیم دی ہے کہ غیر مسلموں کو دھوکہ سے قتل کر دیا جائے۔ مع حوزہ کتب تحریر کیا جائے۔

الجواب : کسی عالم سے زبانی دریافت کر لیا جائے۔ فقط

حضرت ولیؒ جس طرح خود غایت درجہ احتیاط فرماتے تھے۔ اسی طرح بعض مسائل میں سائل کو بھی اصل حکم سے آگاہ فرما کر تحریر فرمادیا کرتے تھے کہ اس میں احتیاط بہتر ہے۔ چنانچہ ایک سوال مع جواب اس نوعیت کا نقل کیا جاتا ہے :-

”کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ گے اور پکے رنگ سے عورت کے لیے لہڑیاں دھنا جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس میں شراب پڑتی ہے۔“

الجواب : گچا پکا رنگ عورت کے لیے جائز ہے۔ فتویٰ اسی پر ہے۔ اس میں وہم نہ کرنا چاہیے لیکن نماز میں احتیاط کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نیز حضرت مفتی صاحبؒ اپنی مکمل تحقیق کے باوجود برائے عیاد دیگر علمائے کرام سے

بھی تصدیق کرایا کرتے تھے، جس کی نظیر یہ "امدؤ مفتین" جو ہر الفقہ اور حضرت ولہ کے دیگر فقہی رسائل میں بکثرت موجود ہیں۔ اور حضرات علماء کرام حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کو نہ صرف تصدیق فرماتے بلکہ آپ کو زبردست لفظ میں ترغیبیں پیش کرتے، جن میں آپ کے اساتذہ کرام بھی داخل ہیں۔ بشیر ذیل میں کچھ تصدیقات درج کی جاتی ہیں :-

مفتی عبدالکریم صاحب مگھلوی تحریر فرماتے ہیں :

"عورت کے مرتد ہونے سے نزع نکاح نہ ہونے پر جناب مفتی صاحب مدظلہ نے جو تحریر فرمائی ہے، وہ بالکل درست ہے۔ اس تحقیقی نتیجہ کی خاموش سمیت اور ضرورت کو دیکھ کر بے ساختہ در سے نکتہ ہے : **لله در المعجب حيث اجداد واصاب فيما افاد واجاب** "

اسی مدوہ مسرکہ تصدیق فرماتے ہوئے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

"طالعت هذه الضميمة الفخيمة وتشرفت بتوهم هذه الدرة البنيمة فلله در من اخرجها من الصدق الانيق واستخرجها من البحر العميق وانا موافق لجمع ما في الباب ومسروور بضم هذه الضميمة باصل الكتاب والله اعلم بالصواب : **لله**

آپ کے استاد محترم حضرت مولانا بشیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مسرکہ ملکیت میر غلام صوب کے ساتھ شریک عمل کی حدود شرعیہ پر تو اس سے قبل مسرکہ اور کاشغریہ کی شرعی حیثیت کے نام سے شائع ہو چکا تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق انیق پر فرماتے ہیں :

"میر نے اس فتویٰ کا بالانتیفاع مطالعہ کیا، ماشاء اللہ مسئلہ کو باطل

صاف کر دیا ہے۔ اہل عمر و فخر کے لیے گنجائش نہیں چھوڑی۔ سب
اطراف و جوانب واضح ہو کر سامنے آ گئے۔ حق تعالیٰ شانہ، مفتی صاحب
کو جہنمے خیر دے !

۱۸ روزی الحجۃ المبارک
شبیر احمد عثمانی دیوبند

اور اسی مسئلے کی تصدیق فرماتے ہوئے حضرت مولانا غفر احمد عثمانی رقمطراز ہیں :

بعد الحمد و الصلوٰۃ - اس اصرار نے بھی فتویٰ مذکور کا جہاز حق مطالبہ
کیا، اللہ تعالیٰ مولانا مفتی موصیٰ صاحب مدظلہ کو بڑے خیر عطا فرمائے
کہ سیاستِ حاضرہ کا شرعی حکم اچھی طرح واضح فرمادیا اور بڑی محنت سے
قرآن و حدیث و فقہ سے جزیلیتِ احکام کو تلاش کر کے جمع فرمادیا۔
امید ہے کہ اس کے بعد مسائلِ حاضرہ میں کسی درفتویٰ کی حاجت
باقی نہیں رہے گی۔ ہکذا تكون ہمة الرجل وعزيمة البطل
کثر اللہ فینا امثالہم۔ والسلام

غفر حمدی غفر اللہ عنہ سرخود مشہور

یتیم پوتے کی میثاث کے سلسلے میں حضرت مولانا محمد ادریس صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

الجواب صواب۔ واللہ درالمجیب فقد اجداد واصحاب
فیما اجاب۔ اس تحریر و لیدر کو پڑھا، جس کا ہر لفظ عقل و نقل
کی ترازو میں تدبیر ہے اور عقلی و نقلی درنیل سے مدلل و درمیرین
اور قنونی نفاذ سے روشن و درمیزین ہے۔ امید ہے کہ ہر اسلام
کے لیے عموماً اور اراکانِ اسمبلی کے لیے خصوصاً یہ تحریر شبیر صاحب
میں کمال کام دے گی۔ والسلام

محمد ادریس غفر اللہ

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد۔ لاہور

اسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ پوری تحقیق و جستجو کے باوجود حیاط دوسرے عالم کو بھی مسئلہ کی تحقیق کے لیے مقرر فرماتے۔ چنانچہ آپ نے آلہ مکبر الصوت کی تحقیق کے سلسلے میں اپنی تحریر اور اس پر حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی تنقید پر نوکر کے لیے حضرت مفتی رشید احمد صاحب عظیم کو مقرر فرمایا۔ رقمطراز ہیں :-

بہر حال نفس مسئلہ میں اب بھی میری رائے نہیں بدلی۔ مزید احتیاط کے لیے احقر نے اپنی تحریر اور مولانا موصوف کی تمام تنقیدات اپنے دارالعلوم کراچی کے ایک ماہر فن محقق مدرس مولانا مفتی رشید احمد صاحب (مقبہ) کے سپرد کر دی کہ سب پر غور کر کے مجھے رائے دیں۔ مولانا رشید احمد صاحب نے بھی چند جگہ لفظی تنقیدات و تحریر فرمائیں، جن کی اصلاح کر دی گئی۔ مگر اصل مسئلے میں ان کی رائے بھی احقر سے متفق اور وہی رہی جو رسالہ مذکورہ میں شائع کی گئی تھی :-

تفصیلات اصل کتاب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

نیز اسی آلہ مکبر الصوت کے سلسلے میں صفحہ ۳۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

احقر نے حسب ایضاً شیخ الاسلام حضرت مولانا عثمانیؒ اس مسئلے کی تحقیق کے لیے ایک طرف توفنی طور پر محکمہ ریڈیو اور محکمہ صوت کے، علی ماہرین سے اس کی تحقیقات شروع کی اور مکرر مکرر مراسلت کی، دوسری جانب علماء اہل علم و ارباب فتویٰ سے گفتگو اور مراسلت کا سلسلہ جاری رہا۔ خود حضرت مولانا مرحوم سے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر کئی کئی گھنٹے بحث و تحقیق کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ سلسلہ ہفت روزہ مکمل نہ ہوا تھا کہ عدس نے سلف کی یہ آخری یادگار بھی اچانک منہ مرض سے چھین لی۔ ۱۳۳۹ھ میں دنیا سے رخصت ہو گئی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ مسئلہ ہفت روزہ تبلیس تھا۔ اس حادثہ نے اور بھی ہمت توڑ دی۔ ایک مدت تک پھر التوا میں گزارا۔

اہل علم و ارباب فتویٰ کی کچھ تحقیقات و جوابات اس حصے میں موصول ہوئے اور

بقہ فاسے ضرورت پھر اس مسئلے پر لکھنے کے لیے احباب کا تقاضا ہوا۔ اس لیے اس کی پوری تاریخ بتانے کے بعد اس مسئلہ تحقیق اور چند سالہ غور و فکر اور اکابر علماء سے بحث و تمحیص کے بعد جس نتیجہ پر احترام کارہ پہنچا ہے، تو کمال علی اللہ عرض کرتا ہے۔ اس پر بھی اس وقت اقدام کیا، جب اکابر علماء، اہل تحقیق و ارباب فتویٰ سے زبانی بحث و تمحیص میں اس کی موافقت معلوم ہوئی۔ مثلاً مولانا فخر احمد عثمانی، حضرت مولانا محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مذکور، حضرت مولانا خیر محمد صاحب مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان، حضرت مولانا اطہر علی صاحب صدر جمعیۃ علماء اسلام مشرقی پاکستان اور علامہ زابد کوثری از اکابر علماء مصر و مفتی غفرہ فیہ مفتی دیار مصریہ و شیخ امجد زبیدی قاضی علق و ترکستان۔

اسی طرح حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات میں اکابر علماء و مشائخ کے فقہی فتاویٰ میں کسی کو ترجیح دینے میں بڑی عرق ریزی کے باوجود محتاط پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔ چنانچہ آپ ایک مسئلے میں جس میں محدثی اور شایع منیہ جواز کے قائل اور دوسرے عامہ مشائخ ناجائز فرماتے ہیں، وجوہ ترجیح بیان کرنے کے بعد اپنی محتاط رائے کا اظہار فرما دیا ہے :-

مسئلہ یہ ہے کہ اگر دیہ اور ادنیٰ جزیوں کو منع کر لیا جائے یعنی تلے یا نیچے اور ایڑھی پر بھی چڑھا دیا جائے تو اس پر مسیح کرنا شمی اور شامیہ جائز مگر خلاف تقویٰ قرار دیتے ہیں۔ اور دوسرے عامہ مشائخ ناجائز فرماتے ہیں۔ اور ایسے اکابر علماء و مشائخ کے اختلاف میں کسی جانب کو ترجیح دینا گوہم جیسوں کا کام نہیں۔ لیکن بضرورت دینیہ اس سے چارہ بھی نہیں :-

آخر میں حضرت تحریر فرماتے ہیں :

اس لیے خیال اتمہ کا یہ ہے کہ اس قسم کی جرابوں پر بھی مسیح کی اجازت نہ دی جائے۔ واللہ تعالیٰ المسئول للحدید وھو من فضلہ وکرمہ غیر بعید :-

افتاویٰ دلاہور دیوبند مطبوعہ کراچی ج ۲ ص ۴۸

بعض مرتبہ حضرت مفتی محمد حبیب اکابرین کے مسئلہ میں اختلاف ہو جانے کی صورت میں سائین کو بھی قیاد پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے۔ چنانچہ ایک جگہ ہندو پاک سے جانے والے عازمین حج کیسے روایت سے احرام کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”ایسے حالات میں کہ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف رکن ہے، احتیاط اسی میں ہے کہ بکری جہاز میں نفلیم ہی سے احرام باندھ لیں۔ یا ماحل جہاد اُترنے سے پہلے احرام باندھ لیں، کیونکہ حسب تصریح فقہاء عمل اختلاف میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنا بہتر ہے، تاکہ غلات کے جواز میں کسی کا اختلاف نہ رہے۔“

اسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کسی سوال کا جواب تحریر فرمانے کے بعد اس میں شرب ہو جاتا تو آپ احتیاط کی بند پر برطاس کا اظہار فرمادیتے اور مسائل کو دوسرے علماء سے تحقیق کرنے کا حکم صادر فرماتے۔ اسی نوعیت کے ایک سوال کا جواب قادی دارالعلوم دیوبند جلد ۲ صفحہ ۴۳۱ پر درج ہے۔ آپ کو اس پر شرب ہو گیا، آپ نے حاشیہ دے کر ایک نوٹ تحریر فرمایا۔ اس نوٹ سے آپ کے وصف احتیاط کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لکھتے ہیں :

نظر ثانی کے وقت مجھے اس طلاق کے رجعی ہونے میں شرب ہو گیا۔ کیونکہ اس کے الفاظ ”وہ میری ماں ہیں“ اگرچہ مستقلاً بحکم طلاق نہیں، لیکن اگر اس نے ان الفاظ سے نیت حرمت کی کر لی ہے، جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو صحت طلاق میں ایک شدت کا اضافہ ان لفظوں سے ہو جاتا ہے، جس کا مقتضایہ ہے کہ طلاق بائن ہو جائے، جیسے فقہاء نے اشد لعلاق یا اطل الطلاق وغیرہ کے الفاظ میں بیہوشت کا حکم کیا ہے، اس لیے ناظرین دوسرے علماء سے تحقیق فرما کر عمل کریں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کسی سوال کا جواب جزئیہ نہ ملنے کی وجہ سے اصول و قواعد سے تحریر فرمادیتے تب بھی مسائل کو دوسرے علماء سے تحقیق کرنے کا مشورہ تحریر فرمادیتے۔ چنانچہ ایک سوال

کے جواب میں فرماتے ہیں :

آلہ مذکورہ کی شکل دیکھنے سے، نیز اس حال سے جو سوال میں درج ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آلہ تیر کی طرح زخم کھولتا ہے۔ بندوق کی عام گولی اور چھڑوں کی طرح جسم کو کوٹھنٹا نہیں، لہذا اس کا حکم تیر ہی کا حکم ہے، یعنی اگر بسم اللہ کہہ کر چھوڑا جائے اور جاؤر اس کے ذریعہ مر جائے تو مدلل ہوگا، کما هو حکم السهم في عامة كتب الفقہ، لیکن یہ مسئلہ چونکہ محض قواعد سے لکھا گیا ہے۔ کوئی مرتب جرنیہ نظر سے نہیں گزرا، اس لیے دوسرے دور سے بھی تحقیق کر لینا چاہیے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شان تحقیق و فقہ ہست آپ کی تصانیف سے نمایاں ہے۔ ہر فکر خیال میں آپ کی شان تحقیق و فقہ ہست کے لیے صرف جواہر الفقہ دیکھ لینا کافی ہوگا۔ تاہم مثلاً حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عشر و فرائض کے احکام کی تحقیق مختصر طریق سے بیان کی جاتی ہے، جس سے آپ کی شان تحقیق کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ نے عشر و فرائض کے احکام کی تحقیق جواہر الفقہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۱ پر تقریباً پچیس صفحات پر مفصل طریق سے فرمائی ہے۔ یہ مقالہ دراصل حضرت مفتی صاحب کی کتاب اسلام کا نظام اراضی کا چھٹا باب ہے۔ اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے استاذ المکرم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں کہ

یہ کتاب اپنے موضوع پر بالکل منفرد اور بہت سے وقتی اور ضروری مسائل کی تحقیق میں بنی ہے، ہر ملک کے شرعی احکام، زمینوں کے بارے میں اسلامی حکومت کے اختیارات وغیرہ شرعی دلائل سے واضح کیے گئے ہیں۔ پہلے باب میں اسلام کے عام حکم اراضی بلا تخصیص کسی ملک اور خطے کے بیان کیے گئے ہیں۔ دوسرے باب میں قبل از تقسیم مشترکہ ہندوستان کی زمینوں کے شرعی احکام شایان اسلام کے فرائض اور ان کے تعامل کی روشنی میں ہندوستان کے ہر صوبے کے متعلق مجبداً

۴۲۱
 احکام جمع کیے گئے ہیں۔ پھر انگریزی عہد کے تغیرات اور ان کا جو اثر زمینوں کے
 احکام پر پڑا، اس کا بیان ہے۔ تیسرے باب میں تقسیم ہند اور بننے پاکستان
 کی مختصر تاریخ اور وہ دستاویزی معاہدہ جس کی رو سے ہندوستان دو ملکوں میں
 تقسیم ہوا، جس پر دونوں ملکوں کی زمینوں کے احکام کا مدار ہے ان معلومات
 کی روشنی میں دونوں ملکوں کی زمینوں کے احکام شرعی میں کیا فرق آیا؟ اور
 دونوں طرف سے ترک وطن کرنے والوں کی متروک زمینوں کے کیا احکام ہیں؟
 ان سب امور کا مفصل بیان۔ چوتھے باب میں دونوں ملکوں کے اوقاف کے
 متعلق احکام ہیں۔ پانچویں باب میں دونوں ملکوں کی امانی کے عشر و خراج
 کی تحقیق اور مسائل درج ہیں۔ مقصد کے لحاظ سے یہ کتاب فقہی احکام کی حیثیت
 رکھتی ہے، لیکن اس کے ضمن میں تقریباً اکثر فتوحات اسلامیہ خصوصاً افواجِ ست
 ہندوستان اور شاہانِ ہند کے فرائض وغیرہ کا ایک اہم تاریخی حصہ بھی آگیا ہے
 ذیل میں چھٹے باب کی تفصیلات مختصراً بیان کی جاتی ہیں۔

آپ نے ابتداء عشر و خراج کی تعریف دلائل سے واضح فرمائی ہے، بعدہ موصوفہ لکھتے ہیں
 کہ مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ خاص حالات و صفات کے اعتبار سے زمینوں کی دو قسمیں
 ہیں، کچھ عشری کچھ خراجی۔ اس باب میں اصل مقصود اسی کا بیان اور تبیین ہے کہ کوئی زمین عشری
 ہے اور کوئی خراجی۔ چنانچہ آپ نے اس کی مکمل تحقیق تحریر فرماتے ہوئے مسئلہ کی وضاحت کے لیے
 عہد رسالت و خلفائے راشدین کے فیصلے زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کے سلسلے میں نقل فرمائے
 ہیں۔ اس کے بعد بحث کی ہے کہ اراضی پاکستان پر عشر واجب ہے یا خراج، اس سلسلے میں آپ
 اپنے اکابرین اور علمائے سندھ کی تحقیق اور دیگر فقہی کتابوں کے حوالے کے بعد صفحہ ۲۶ پر پوری تفصیلی
 بحث کا خلاصہ تحریر فرماتے ہیں :

”خلاصہ یہ ہے کہ حکومت برطانیہ کے زمانہ میں مشرقِ ہندوستان کی زمینوں

کے جو احکام عشری یا خراج ہونے کے متعلق مکرر الصدہ تحقیق اور حضرت حکیم
الامت تھانوی قدس سرہ کے فتویٰ سے ثابت ہوئے ہیں۔ بناء پاکستان کے
بعد پاکستان کی بعض اراضی میں وہ احکام بدلے ہیں، جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے
کہ غیر مسلموں کی متروکہ زمینیں جو حکومت پاکستان نے مسلمانوں میں تقسیم کیں،
وہ سب عشری ہوئیں، خواہ پہلے وہ خراجی ہوں۔ اسی طرح وہ زمینیں جن کو حکومت
پاکستان نے آباد کار کے مسابغوں میں تقسیم کیا وہ بھی عشری ہوئیں، اگرچہ اس سے
پہلے نہ وہ عشری تھیں نہ خراجی۔ ان دونوں قسموں کے علاوہ باقی اقسام اراضی کے
وہی احکام باقی رہے جو عہدِ برطانیہ اور اس سے پہلے اسلامی حکومت کے زمانہ میں
چلے آتے ہیں جن کی تفصیل حکیم الامت قدس سرہ اور فتاویٰ دارالعلوم کے حوالہ سے
بیان ہو چکی ہے۔

اس کے بعد آپ کے ہندوستان کی اراضی کے عشری یا خراجی ہونے کی تحقیق فرمائی ہے اور اس
پہلے میں بعض ملانے کرام کے فتوے سے پیدا ہونے والے شبہات کو بڑے عمدہ اور دلنشین انداز سے
دور فرمایا ہے۔ اپنی اس تحقیق کے آخر میں بطور تائید حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کی تحقیق گوش گزار کی ہے
بعداً آپ نے پوری تحقیق انیق کا خلاصہ تحریر فرمایا ہے اور پھر عشر و خراج کے احکام و مسائل بیان فرمائے
ہیں۔ مزید آگے آپ نے اولیٰ خراج پاکستان و ہندوستان کی صورت کو منبج کیا ہے اور آخر میں اس
پوری بحث کا خلاصہ تحریر فرمایا ہے کہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنی خراجی زمینوں کا خراج
بطور خود نکل کر مصارف خراج و مدارس اسلامیہ اور علماء و طلباء پر مصرف کرنا چاہیے
اور یہ خراج مؤظف ہوگا جس کی تفصیل ابھی گزری ہے اور توفیق عمری کے نام سے
تمام حدیث و فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ اور پاکستان کے مسلمان اپنی خراجی زمینوں
کا خراج حکومت پاکستان کی مالگزاری میں دے کر سبکدوش نہ رہ سکتے ہیں بشرطیکہ مقدار
خراج یعنی پیداوار کا پانچواں حصہ پورا سہ کاری مالگزاری میں آجاتا ہو۔ ورنہ اگر سہ کاری
مالگزاری میں اس مقدار سے کم ہو تو بقدر کمی کے پاکستانی مسلمانوں پر بھی بطور خود

باقی زندہ خراج کی ادائیگی اور معارف خراج میں خراج کرنا ہو گا۔ ورنہ توں عدم

وسعت قلب و نظر

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو اللہ جل شانہ نے بڑ وسیع اعصاب اور وسیع انظر بنایا تھا۔ آپ اپنی تحقیق کے ساتھ دوسرے کا برین اور ہموار علیہ کی تحقیق کو نقل کرنا اپنی سادہ دست بجھتے تھے اور اخیر اسی طرح شائع بھی فرمادیا کرتے تھے (تفصیلات کے لیے دیکھیے جواہر الفقہ اگر آپ کے فتویٰ سے کسی عالم کو اختلاف ہوتا تو آپ بڑی سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور فرماتے اور بعض مرتبہ اس اختلاف کا ذکر بھی فرماتے، بلکہ ان کی مفصل تحریر اپنے فتوے کے ساتھ منسلک فرما کر شائع کر دیا کرتے تھے چنانچہ آپ اگر مکمل الصوت کے سلسلے میں فرماتے ہیں۔

”اقرنے ان نئی تحقیقات اور دوسری وجود فقہیہ کے ساتھ اپنے رسالے کو دوبارہ ترتیب دیا اور اس کا مسودہ دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارن پور، غیر انداز ستن وغیرہ اہم مدارس اسلامیہ میں تصانیف عامہ کے غور و فکر اور استقواب رائے کے لیے بھیج دیا۔ ان سب حضرات نے جزوی اختلافات کے ساتھ اصل مسئلہ عدم فساد ہرگز میں اتفاق ظاہر فرمایا تو بنام خدامانی یہ رسالہ ۱۳۴۷ھ میں شائع کر دیا گیا، اور تمام اکابرین علماء کی آزاد کو اسی رسالے کے ساتھ شائع کر دیا گیا)

اس کی اشاعت کے بعد ہندوستان و پاکستان سے بعض علماء کی ایسی تحریریں وصول ہوئیں جن میں مکمل الصوت کی آواز کو مسکھ کی آواز سے غیر ایک معنوی آواز ثابت کیا گیا تھا۔ میرے رسالے میں عدم فساد کا حکم اگرچہ اس پر موقوف نہ تھا بلکہ دوسری مجاہدہ فقہیہ بھی لکھی تھیں، جن کی رو سے غیر آواز مسکھ ہونے کی صورت میں بھی فساد نماز کا حکم نہیں ہونا چاہیے، لیکن اس وقت مسکھ فساد کی بنیاد جن پہنچ کر ان مجاہدہ فقہیہ پر تفصیلی بحث کی ضرورت نہ سمجھی گئی تھی، اب جب کہ بعض علماء

اختلاف کا اظہار فرمایا، خصوصاً حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے ہری پور ہزارہ سے خاص ماہرینِ صوتیات کی ایک مفصل تحریر ارسال فرمائی جس میں اس کا مصنوعی آواز ہونا ثابت کیا گیا ہے، جس کو آخر سالہ فیضیہ میں پورا نقل کر دیا گیا ہے۔ نیز احقر کی لکھی ہوئی وجہ فقہیہ پر تنقید فرمائی، اس بے ضرورت پیش آتی کہ ان جزئیات پر تفصیلی بحث کی جائے۔ احقر نے اپنی ناچیز تحقیق و بصیرت کی حد تک اس کی تفصیل لکھ کر مولانا موصوف کے پاس بھیج دی۔ اس پر مولانا موصوف نے استدراک تحریر فرمایا۔ احقر نے مولانا کی تنقیدات سابقہ اور استدراک لاحق کا بخور مطالعہ کیا جس سے کئی جگہ اپنی فوگڑا اشت یا غلطی کا علم ہوا اور کہیں کہیں عبارت کے اجمال و ابہام سے شبہات پیدا ہوئے تھے۔ لہٰذا احقر نے مولانا موصوف کے شکر لکھنے کے ساتھ ان افلاط و اجمال کی اصلاح اصل رسالے میں کر دی، مگر ان میں سے اکثر غلطی یا جروی مناقشات تھے جن کا اثر اصل مسئلے پر کچھ نہ تھا۔

آخر میں حضرت مفتی صاحب نے قاضی صاحب سے اختلاف کے باوجود ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور ان کی مُراسلہ تحقیق کو شائع فرمایا۔ تحریر فرماتے ہیں :

قاضی شمس الدین صاحب کا شکر گزار ہوں کہ اپنی بصیرت افزا تحریرات سے بہت سی مفید معلومات عطا فرمائیں۔ آپ کی مُراسلہ تحقیق متعفف آوازِ مکبر الصوت کو نمبر ثانیہ کا جہ بننا مکمل شائع کیا جاتا ہے۔ لے

اگر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے فتویٰ سے کسی کو اختلاف ہوتا اور وہ آپ کے فتویٰ کے خلاف عمل کرتا تو آپ اس سے بالکل ناگواری کا اظہار نہ فرماتے۔ بلکہ بعض جگہ خود موصوف اپنی تحقیق انہی کے بعد تحریر فرمادیا کرتے کہ کسی کو اس سے اختلاف ہو تو دوسرے علماء سے تحقیق کر کے اس پر عمل کریں چنانچہ آپ نماز میں آلِ مکبر الصوت کے استعمال پر عدم فساد کی مکمل تحقیق کے بعد رقعہ طراز ہیں۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ اس میں جو کچھ لکھایا ہے، اپنی ناقص تحقیق اور ناقص

فہم پر اس کا مدرب ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس کے خلاف کوئی دوسری صورت راجح معلوم ہو، وہ دوسرے علماء سے تحقیق کر کے عمل کریں۔ ۱۵

اسی طرح تحقیق متعلقہ پرائیویٹ فنڈ کے بعد آخر میں تنبیہ کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں کہ:

”روایات فقہیہ کو دیکھنے اور غور کرنے سے احترا کو بھی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ بس فنڈ کی رقم پر ایام الفیہ کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ فقہاء دوسرے علماء سے بھی تحقیق کر لیتا مناسب ہے۔“

اگر حضرت مفتی صاحب کو کسی مسئلے میں تردد یا شبہ ہو جاتا تو ان عین کو دوسرے مرفقہ کی طرف رجوع کرنے اور ان سے مسئلہ دریافت کر کے عمل کرنے کی ترغیب فرماتے۔ چنانچہ آپ ناجائز کاموں میں تعاون کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

”البتہ کراہت تحریم و تنزیہ کا فیصلہ اس بارے میں عمل خود ہے۔ اگر یہ دکھا جائے کہ بنانے والے نے بنک کی مناسبت سے کمرے بنوائے ہیں، تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کراہت تحریم ہے۔ اور یہ سمجھا جائے کہ ایسے کمرے صرف بنک ہی کے لیے نہیں بلکہ دوسرے کاموں اور دفاتر کے لیے بھی بنتے ہیں تو کراہت تنزیہ کہہ جاسکتا ہے۔ اس میں مجھے ہنوز تردد ہے کہ اس کو مکروہ تحریمی کہہ جائے یا تنزیہی، دوسرے علماء سے استصواب فرمالیں۔“ ۱۶

نیز آپ وقف کے ایک مسئلے میں تردد کے باعث تحریر فرماتے ہیں:-

”تغیر ثانی کے وقت احترا کو اس مسئلے میں تردد ہو گیا۔ سرسری تلاش میں کوئی مرتبہ جزیئہ اسی مسئلہ کا نہیں ملا۔ یاد پڑتا ہے کہ شرح کبیر میں ایک جزیئہ لفظ شیشا کے ساتھ ہے اور اس میں مکہ تصنیف کا نہیں ہے، مگر وہ بھی اس وقت نہیں ملا۔ اس لیے دوسرے علماء سے تحقیق کر کے عمل کیا جاوے۔“ ۱۷

اسی طرح ایک استفتاء کا جواب امداد المفتین میں مرقوم ہے جس پر حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی، حضرت مولانا امجد حسین صاحب، حضرت مولانا اعجاز علی صاحب اور حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کی تصدیق و تصدیق موجود ہے۔ لیکن نظر ثانی کے وقت تردد ہو جانے کے سبب تحریر فرماتے ہیں:-

یہ فتویٰ شعبان ۱۳۲۵ء میں لکھا گیا تھا، نظر ثانی کے وقت مجھے اس میں تردد

ہو گیا کہ یہ کلام یحییٰ خدہ ہے یا نہیں، لیکن چونکہ ماہِ جوہِ یحییٰ خدہ ہونے پر نہیں

اس لیے پوری تقریر کو بطور بحث کے رکھا گیا۔ ۷۶

اگر حضرت مفتی صاحب کو اپنے فتوے اور اکابرین کے فتاویٰ میں اختلاف ہو جاتا تو اپنے فتویٰ کو ترجیح دینے کے بجائے کھدے دیتے کہ مسائل کو اختیار ہے جس کے فتویٰ پر دیانہ اعتماد ہو اس پر عمل کرے یا مزید تحقیق کر کے جو راجح ہو اس پر عمل کرے۔ چنانچہ فتاویٰ دالالعلوم دیوبند میں مرقوم ایک فتویٰ کے سلسلے میں ذیلی حاشیہ دے کر لکھتے ہیں کہ

قدیمی میں لفظ ”گذشتہ“ اور اردو میں ”پھوڑا“ جب کہ بوی کے متعلق

استعمال کیے جاویں، اس مسئلہ میں فتاویٰ علماء مصر کے مختلف ہیں۔ عزیز الفتاویٰ

جلد ۵ صفحہ ۵۵ میں اس کو کنایہ قرار دے کر محتاج نیت فرمایا ہے اور بشرط نیت وقوع

بائن کا حکم دیا ہے اور بعض جاب نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ

سے بھی یہی حکم نقل کیا ہے۔ اور مولانا عبدالحی لکھنوی نیز حضرت حکیم الامت تھانوی

ان الفاظ کو جو عرف عام کے مترشح قرار دیتے ہیں۔ حکم اس کا یہی ہے کہ ایک طلاق

رجعی ہوگی خواہ نیت برویانہ ہو۔ احقر کے خیال میں بھی اسی کو ترجیح ہے۔ غرض

اس میں غلطی کا خوف ہے، مسائل کو دیانہ جس پر زیادہ اعتماد ہو اس کے فتوے

کو اختیار کرنا چاہیے۔ ۷۷

اسی طرح حضرت مفتی صاحب امداد المفتین کے مقدمے میں صفحہ ۱۰ پر اپنے استاذ محترم حضرت

مولانا مفتی محمد امجد علی صاحب کے فتاویٰ بنام عوین الفتاویٰ کی جمع و ترتیب اور اس کی تصحیح کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں :

”احقر نے اس سلسلے میں، پناہ یہ معمول قرار دیا کہ جس جگہ یقینی طور پر کتابت کی غلطی ثابت ہوئی، وہاں تصحیح کر دی اور جس جگہ شبہ رہا، وہاں ترسیم نہ کی بلکہ حاشیہ میں تنبیہ کر دیا۔ اسی طرح جن مسائل کے احکام حالات بدل جانے کے سبب بدل گئے، وہاں بھی حاشیہ میں تنبیہ کر دی۔ معدودے چند مقامات ایسے بھی آئے ہیں جن میں حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ پر احقر کو شرح صدر نہیں ہوا اور میرا اپنا فتویٰ اس کے مطابق نہیں ہو سکا اور عوین الفتاویٰ و امداد المفتین میں فتاویٰ کا اختلاف رہا، ایسے موقع میں بھی حاشیہ پر تنبیہ کر دی گئی۔ ان مسائل میں اہل بصیرت اپنی بصیرت پر اور عوام دوسرے علماء کی طرف مراجعت کر کے جس پر اطمینان ہو اس پر عمل کریں۔ اور ایک جگہ پڑے دوامی کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ

”پڑے دوامی کا معاملہ اگر حکومت موجودہ سے کیا گیا ہے یا کسی وقف زمین کے متعلق ہے تو اس میں جواز اس معاملہ کا خصاص اور قنبہ کے موافق شامی اور بحر وغیرہ میں منقول و مصرح ہے، اس میں تو احقر کے نزدیک کوئی شبہ نہیں لیکن جو زمین کسی زمیندار کی ملک خاص ہو اس کے بارے میں چونکہ فقہاء متاخرین کے کلام بھی مختلف ہیں، اس لیے بہتر یہ ہے کہ دوسرے علماء سے بھی اس کی تحقیق کر لی جائے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم“

نیز حضرت علامہ مفتی رفیع الدین صاحب کے ہاجرہ کی کتب فتاویٰ کے حوالے اپنے فتاویٰ کی تائید میں پیش فرماتے تھے۔ اسی طرح کا ایک سوال مع جواب امداد المفتین سے نقل کیا جاتا ہے، جس میں آپ نے جواب تحریر کرنے کے بعد اپنے فتوے کی تائید میں مولانا عبدالحی کھنوی ”کے

مجموعۃ الفتاویٰ کا حوالہ دیا ہے۔ جب کہ آپ کا مولانا عبدالحی لکھنویؒ سے سونے چاندی کے نصاب اور
 اوزن شرعیہ میں شدید اختلاف ہے۔ اختلاف کی تفصیلات اوزن شرعیہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔
 سوال (۱۵۶)۔ تمباکو کھانا جائز ہے یا حرام؟ پان مزہ میں ہوتے ہوئے درود شریف پڑھنا
 جائز ہے یا نہیں؟

الجواب :- تمباکو کھانا بد تامل جائز ہے اور تمباکو مزہ میں ہوتے ہوئے درود شریف اور
 قرآن مجید وغیرہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ کذا قال مولانا المحقق عبدالحی لکھنویؒ فی مجموعۃ
 الفتاویٰ جلد دوم صفحہ ۳۹۵ لے

آپ خود بھی بعض مسائل میں دوسرے علماء سے استفادہ فرمایا کرتے تھے، خصوصاً اپنے ذاتی
 مسائل میں تو اکثر رجوع فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ جب کہ آپ شدید تکلیف میں مبتلا
 تھے ماسٹرز مکرہ حضرت مولانا ماسق الہی صاحب مدنیؒ قلعہ سے دریافت فرمایا کہ تیمم کی گنجائش ہے؟
 عابد موصوف فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک گنجائش نہ تھی لیکن تکلیف اس قدر شدید تھی کہ میں یہ کہنے کی ہمت
 نہ کر سکا کہ وضو کرنا لازم ہے۔ تھوڑی دیر خاموش بیٹھ کر چلایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے غصہ فرمایا
 کہ وضو کے بغیر چارہ نہیں، چنانچہ وضو فرما کر نماز پڑھائی اور مسجد میں مجھ سے فرمایا کہ میں نے وضو کر لیا
 تھا۔ لے

اسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں بالتفصیل تحریر فرمایا کہ اقرب
 الی غیر اللہ کے لیے کسی جائز کو ناجائز کرنے کی تین صورتیں ہیں۔ اور آخر میں تینوں صورتوں کی پوری بحث
 کا خلاصہ تحریر کرنے کے بعد قلم اڑا دیا کہ

اس مسئلے میں تیسری صورت چونکہ اس نے محض قواعد سے لکھی تھی اس لیے
 اس پر طینان نہ تھا۔ بناء علیہ حضرت ممدوحؒ مولانا تھانویؒ کی خدمت میں عرض
 لکھ کر مستحب کیا۔ ایہ خلاصہ جواب امداد مفتیں، کتاب الہیہ و مذہبیہ صفحہ ۶۰۹
 پر مرقوم ہے۔

فقہی اختلافات میں اعتدال پسندی

اللہ جل شانہ نے حضرت مفتی صاحب نور اللہ رحمہ اللہ کو بہت سی صفت جلیلہ سے نوازا تھا، جن میں سے ان کی ایک خاص صفت طبیعت کا اعتدال ہے، جس کا ایک نتیجہ یہ بھی تھا کہ ہر مکتب فکر کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ ان سے بڑی خندہ پیشانی اور بشاشت سے ملتے اور ان کی عزت و احترام فرماتے اور کبھی کسی کے آنے پر نگواری یا بدخلی کا مظاہرہ نہ فرماتے۔ چنانچہ آپ کی وفات پر سب ہی مکتب فکر کے لوگ آپ کے جنازے میں شریک تھے اور سب ہی کو آپ کی مخالفت کا غم تھا۔ اس سلسلے میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ آپ نے حالات کے پیش نظر نشریات میں بریلوی مکتب فکر کے مولانا محمد حسن حقانی کو دوٹو دینے کی اپیل کی تھی جو آپ کے حق سے موبائی انتخاب کے لیے کھڑے ہوئے تھے اور وہ اس حق سے کامیاب ہوئے حالانکہ ان سے آپ کا مسلکاً شدید اختلاف ہے۔ یہ اعلان اخبار جنگ میں شائع ہو چکا ہے۔

جواہر الفتحہ جلد ۳ صفحہ ۳۳ پر آپ اعتدال پسندی کی اہمیت پر فرمود تحریر فرماتے ہیں کہ

دُنیا کے مسلمات اور علوم متعارفہ میں سے ہے کہ کوئی چیز خواہ کتنی ہی محبوب اور بہتر ہو، جب وہ اپنی حدود سے تجاوز کرتی ہے تو مضر اور ایک آفت ہو جاتی ہے۔ پانی اور ہوا انسان کے لیے مدار حیات ہیں لیکن ذرا اعتدال سے زائد ہو جاتی ہیں تو یہی چیزیں ہلک ہو جاتی ہیں۔ اگر غم کیا جائے تو دین و دنیا کی تمام خرابیاں، جرائم اور معاصی، بد اعمالی اور بد خلقی، سب ایک لفظ بے اعتدالی کی شرٹ اور اس کے مختلف شے ہیں اور ہر زمانے میں اصلاح کرنے والوں کا کام اسی بے اعتدالی کا علاج کرنا رہا ہے، جس طرح طبیب جسمانی میں بے اعتدالی کا نام مرض ہے اور مزاج کے اعتدال کی اصلاح و مدد ہے، مثیب اسی طرح طبیب روحانی (دین و شریعت) میں بھی یہی اصول رائج ہے

آپ کی تصانیف و تحریرات کے مطالعے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ نے مسائل کے اختلاف میں کبھی سخت اور متعصبانہ الفاظ استعمال نہیں کیے۔ ذاتیات سے ہمیشہ دین

بچایا اور کبھی ایسا انداز بیان اختیار نہیں فرمایا، جس سے دوسرے عالم کی توہین و تذلیل ہو۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اختلافات میں آپ بہت محتاط الفاظ استعمال فرماتے تھے اور وہ اختلاف صرف مسئلے کی حد تک ہوتا تھا، تعلقی کلام تک فہمت نہیں آتی تھی اور اختلاف رائے پر کبھی غصہ یا ناگواری کا اظہار نہ فرماتے تھے، اگرچہ اختلاف کرنے والا آپ کا شاگرد ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت مولانا عثمانی صاحب مدظلہم جو کئی سال تک حضرت کے زیر سایہ فقاہی کے جوابات دیتے رہے۔ فرماتے ہیں :-

”آخر کو بہت سی جگہ اختلاف رائے بھی ہوتا، بندہ عرض کر دیتا کہ یہ جواب آپ کی رائے کے مطابق لکھ دیا ہے، آپ دستخط فرمادیں، میں دستخط نہیں کروں گا میری گزارش بشارت سے قبول فرماتے اور دستخط فرمادیتے۔ مجھ جیسے ایک معمول طالب علم کے اختلاف کرنے میں کبھی تکرار یا ناگواری کا ظہور نہیں ہوا تکرار کیا ہوتا، اختلاف سے خوش ہوتے تھے۔“

اور اگر آپ کو کسی علم کے کسی مسئلے میں مغالطے کے بارے میں شبہ ہو جاتا تو اس شبہ کی وجہ بھی بیان فرمادیتے کرتے تھے کہ ممکن ہے اس کا اعتبار کرتے ہوئے مذکورہ عالم نے مسند بیان کیا ہو۔ چنانچہ مولانا عبدالحق کھنویؒ سے اذہان شریعہ میں اختلاف فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مولانا کھنویؒ نے جو وزن صاع کا ایک سیر پندرہ تولے قرار دیا ہے۔ جب تک محقر نے تفتیش کی وہ کسی حساب سے درست نہیں نکلا۔ اور وہ اس مغالطے کی دہی معلوم ہوتی ہے جو وزن درجہ کی حقیقت میں غلطی کی گئی ہے کہ صرف ایک رتی کو جو کے ساتھ تولایا اس میں خفیف فرق محسوس نہ ہوا۔“

آپ حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

”یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا نے دوسرے ائمہ کے موافق صاع عراقی کے بجائے صاع حجازی اختیار فرمایا ہو۔ جو آٹھ کے بجائے پانچ ریس سے کچھ زائد ہوتا ہے، مگر جمہور خفیف نے چونکہ صاع عراقی کو ہی ان معدلت میں اختیار کیا ہے اس لیے

ہم نے اسی کا حساب لگایا ہے۔ واللہ اعلم۔

مولانا لکھنویؒ سے اس شدید اختلاف کے بعد وہ آپ اپنے فتاویٰ کی تائید میں ان کے اقبال اور ان کی تصنیف کی عبارتیں پیش فرماتے ہیں اور مولانا لکھنویؒ کے لیے بڑے عمدہ الفاظ تحریر کیے ہیں۔ ملاحظہ ہوا وہ دافعتین کتاب لاکل و اشرب صفحہ ۱۵۳ سوال مع جواب نمبر ۱۵۷ لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: کذا قال مولانا المحقق عبدالحی لکھنویؒ فی مجموعۃ الفتاویٰ (جلد دوم صفحہ ۱۹۵)

دوسری جگہ حضرت مفتی صاحبؒ کتاب الفلوق صفحہ ۴۶ پر رقم فرماتے ہیں:-

وصرح بہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فی مجموعۃ

الفتاویٰ (جلد اول)

اسی طرح حضرت مفتی صاحبؒ کا مولانا بنوریؒ اور مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم سے اس مسئلہ کی تحقیق میں کہ ہندوپاک سے جائز بنائے جائزین حج کو کس جگہ سے احرام باندھنا چاہیے اور کیا ان کے لیے جدہ داخل میقات ہے؟ اختلاف ہے۔ آپ دونوں حضرات کی مکمل تحقیق نقل فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں، جب کہ دونوں حضرات آپ کے جمعہ ہیں۔ جس سے آپ کا وصف اعتدال واضح اور روز روشن کی طرح نمایاں ہو جاتا ہے اور یہیں سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ آپ معاصر فقہاء کا کس درجہ احترام فرمایا کرتے تھے، حالانکہ مشہور ہے، معاشرت بہت بڑی ابتداء ہے، اس قدر سے اچھے اچھے اور بڑے بڑے علماء نہ بچ سکے۔ فرماتے ہیں کہ

مذکورہ بالا دونوں بزرگوں کے علمی اور عملی کمالات مجھ پر بکاب ضعیف کے لیے قابل غبطہ ہیں زادہم اللہ تعالیٰ علما نافعاً و عملاً متقبلاً زیادۃً لا تقتضیہا لیکن جن وجوہ کی بناء پر ان حضرات نے بحری مسافروں کے لیے جدہ سے احرام باندھنے کو ناجائز۔ موجب دم قرار دیا ہے، ان پر احقر کا قلب منشرح نہیں۔ احقر نے جہاں تک فوراً، ترجیح اسی کو منعم ہوئی کہ بحری مسافروں کے لیے جدہ تک احرام مؤخر کرنا اور جدہ سے باندھنا نہ کوئی گناہ ہے، اس سے دم لازم آتا ہے۔ (جماعہ اہل حقہ جلد صفحہ ۸۷ بہر وقت و)

اسی طرح حضرت مفتی صاحب کے پاس آئے ہوئے ایک سوال پر جس میں مسائل نے یہ دریافت کیا تھا کہ نابالغ لڑکی کا نکاح باپ کر دے تو کس صورت میں اس کو خیال فریح ملے گا؟ اور باپ کو کب میں اختیار قرار دیا جائے گا؟ نیز اس نوح کو فریح کرنے کی شرعی صورت کیا ہوگی؟ ایک جواب مدرسہ خیر المدارس ملتان کے نائب مفتی مولانا محمد اسحاق صاحب کا مرقوم ہے اور اس جواب پر مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کی تصدیق و تصحیح ہے۔ اور دوسرا جواب جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی مولانا جمیل تھانوی مدظلہ کا ہے۔ حضرت مفتی صاحب اس سوال کا محققانہ جواب تحریر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ لاہور کا فتویٰ مرجوح ہے۔ اسی طرح ملتان کے فتویٰ میں بھی جو یہ لکھا گیا ہے کہ نجس منعقد ہی نہیں ہوا، لڑکی ہزار ہے، جہاں چاہے نکاح کرے۔ یہ بھی صحیح نہیں، جیسا کہ فتاویٰ خیرہ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ جس کسی نے اس کو نکاح کہا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ عدالت کے ذریعہ فریح کر کے باطل ہو سکتا ہے۔

جب کہ حضرت مفتی صاحب، مولانا خیر محمد صاحب اور مفتی جمیل رحمہ صاحب مدظلہ ہم مسلک ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شیخ کے تربیت یافتہ ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ حضرات جب آپس میں ملتے تھے تو ایک دوسرے کا احترام و اکرام فرمایا کرتے تھے۔

مصر کے مفتی عبدہ ان مجدد پسند علماء میں سے تھے جنہوں نے بہت سے مسائل میں جمہور امت سے الگ راہ اختیار کی ہے اور ان کے اس شذوذ نے عالمِ اسلام کو بڑا نقصان پہنچایا۔ چنانچہ انہوں نے پوری امت اسلامیہ اور ائمہ اربعہ کے خلاف، یورپ میں ہونے والے سب مذاہب کے حلال ہونے کا فتویٰ دے دیا تھا۔ ہمارے حضرت نے ان کی تحقیق نقل فرما کر اس کی سخت تردید فرمائی ہے۔ صفحہ ۲۱۵ پر رقمطراز ہیں کہ

مفتی عبدہ نے ذبیحہ پر اللہ کا نام لینے کی ضرورت کا پہلے ہی انکار کر دیا تھا۔ معلوم کی رگیں کاٹنے کی ضرورت کا بھی صاف انکار کیا، گلا گھونٹ کر بالقصد مارے

ہوئے جانور بھی مذکور ہوئے تو اب ان کی تحقیق کی رو سے حرام صرف وہ جانور
 وہ گیا جو اپنی موت مر گیا ہو یا کسی انسان کے قصد و اختیار کے بغیر کسی ٹکر سے
 یا ادنیٰ جگہ سے گر کر مر گیا ہو یا خود بخود گلا گھونٹ کر مر گیا ہو۔ اور جن کو کسی انسان نے
 کھانے کی نیت سے بالقصد مارا ہو، وہ سب حلال ہے، کوئی مارے کسی طرح
 مارے، اللہ کا نام لے یا نہ لے، ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا کافر، حلقوم کی رگیں
 کاٹنے یا نہ کاٹنے۔ خصوصاً اہل کتاب کے معاملے میں تو ان کی تحقیق یہ ہے کہ اہل کتاب
 اہل کتاب بغیر کسی قید و شرط کے سب جائز ہے، خواہ اہل کتاب نے گلا مروڑ کر
 مارا ہو یا جھٹکے سے قتل کیا ہو یا کسی اور صورت سے۔ (تفسیر المنار، صفحہ ۲۰۰، جلد ۲)

آگے تحریر فرماتے ہیں :-

”اس کے بعد واضح غفلتوں میں یہ بھی کہہ دیا کہ جانور کا گوشت کھانا، امویہ
 طبعیہ علاریہ میں سے ہے مذہب و ملت سے اس کا کوئی تعلق نہیں، شرعی پابندیوں
 صرف جملات میں ہوا کرتی ہیں۔“

مزید آگے حضرت رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں جو آپ کے وصف اعتدال کی مبتنی دلیل ہے کہ
 ”مفتی عبیدہ اور علامہ رشید رضا مصری سے یہ لفرش ہوئی اور بڑی سخت
 ہوئی، مگر ان کی علمی خدمات اور سوابق سے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ سے دعا
 اور اتمید مغفرت ہے۔“ ۱۷

اپنے شیخ سے فقہی اختلاف

نیز آپ نے بعض مسائل میں اپنے شیخ و مربی حکیم الدت مجدد الملت حضرت تھانوی قدس سرہ
 سے بھی اختلاف فرمایا، جس سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ شیخ سے فقہی اختلاف اپنے نفس کی
 اصلاح میں مانع نہیں۔ اور شیخ کو بھی مرید کے فقہی اختلاف سے اظہار ناراضگی یا انقباض نہ ہونا چاہیے

بلکہ شیخ کی اپنی غلطی ہو تو اس سے رجوع ہو جانا چاہیے۔ جیسا کہ ہم ذیل میں مولانا مفتاح نوویؒ اور حضرت مفتی صاحبؒ کی ایسی نظیریں پیش کریں گے۔

موصوف جو برافقہ جلد امفون۔ اپر پر ودرشد کے فقہی اختلاف کے زیر عنوان مفسریر فرماتے ہیں :-

”جس زمانے میں مرحوم مولانا خانہ جمیل احمد صاحبؒ حضرت مکمل امامت تھوکی کے مفصوص ورمناز خلیفہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ تھانہ بھون میں مقیم تھے آپ نے اپنی جیہ محترمہ کی وقف کردہ جائداد کے متعلق کچھ سوالات حضرت صاحبہ امامت قدر سرہ کی خدمت میں پیش کیے، جن کا جواب اس وقت کے مفتی خانقاہ نے تحریر فرمایا، مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اس جواب پر اطمینان نہ ہوا اور اس پر کچھ اشکالات تحریر فرما کر اپنا جواب لکھ اور ارشاد فرمایا کہ اب یہ مجموعہ محمد شفیع کے پاس دیوبند بھیج دیا جائے کہ وہ جواب لکھے۔ میں نے سننے میں جتنا غور و فکر کیا تو مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پر اطمینان اور شرح صدر نہ ہوا، بلکہ کچھ شبہات و اشکالات پیش آئے جن کو تحریر کر کے حضرت کی خدمت میں بھیج دیا اور میرا جواب حضرت کے جواب سے مختلف ہو گیا اور معاملہ اور زیادہ الجھ گیا تو حضرت نے مولانا خانقاہ محمد علیل صاحب سے فرمایا کہ خط و کتابت میں مومن ہوا، محمد شفیع کے ساتھ بھون آنے کا انتظار کرو، زبانی گفتگو سے بات طے کر لی جائے گی۔

جب اقرار تھانہ بھون حاضر ہوا تو حضرت نے اس مسئلے پر گفتگو کے لیے ایک وقت مقرر فرمایا اور کافی دیر تک مسئلے کے مختلف پہلوؤں پر بحث و گفتگو ہوتی رہی، مگر عجب اتفاق یہ پیش آیا کہ اس زبانی گفتگو میں بھی کسی یک صوت پر رائیں متفق نہ ہوئیں۔ حضرت کے سامنے مجھ بے علم و ثل کی رائے ہی کیا تھی، مگر حکم یہی تھا کہ جو کچھ رائے ہو اس کو پوری صدق سے پیش کرو، اس میں ادب و رنج نہ ہونا چاہیے، اس لیے اظہار رائے پر مجبور تھا کچھ دیر کے بعد مجلس اس بات پر ختم ہوئی کہ دیکھائی ہو گئی ہے، اب پھر کسی روز اس مسئلے پر غور کریں گے۔

اب حافظِ شصت ہونیکے ہے پوری بات یاد نہیں اتنا یاد ہے کہ اس کے بعد ہم تحریری سلسلہ شروع ہوا۔ حضرتؒ نے میرے شبہات و اشکالات کا جواب تحریر فرمایا، مگر اکثر کو اس جواب پر اطمینان نہ ہوا تو مزید سوالات لکھ کر بھیجے۔ اس طرح ایک ہفتے تک پھر یہ زیر بحث مسئلہ ملتوی رہا۔ اور آخر میں جب احقر تھکا نہ بھون حاضر ہوا تو مزید غور و فکر کے لیے ایک مجلس منعقد ہوئی۔ اس میں بھی مسودہ حال ہی رہی کہ نہ حضرتؒ کی رائے بدل نہ میری۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں تمہارے جواب کو اصول و قواعد کی رو سے غلط نہیں کہتا، مگر اس پر میرا شرح و تفسیر اس لیے اختیار نہیں کرتا۔ اکثر نے بھی عرض کیا کہ حضرتؒ کی تحقیق کے بعد غالب یہی معلوم ہوتا ہے کہ میری رائے ہی غلط ہوگی، مگر کیا عرض کروں؟ اس کا غلط ہونا مجھ پر واضح نہیں۔ اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اچھا بس آپ اپنی رائے اور فتویٰ پر رہو، میں اپنی رائے اور فتویٰ پر ہوں۔ مستغنی کو ہم اس کی اطلاع کر دیں گے کہ اس مسئلے میں ہم اور ان میں اختلاف ہے اور کسی جانب کو بالیقین غلط بھی نہیں کہہ سکتے، اس لیے تمہیں اختیار ہے، جس پر چاہو عمل کرو۔ عجب اتفاق ہے کہ مستغنیؒ حضرتؒ کے مژید اور خاں خلیفہ تھے۔ ان کو جب اختیار ملا تو انھوں نے عرض کیا کہ اگر مجھے اختیار ہے تو بندہ، محمد شفیع کے فتویٰ کو اختیار کرتا ہے۔ حضرتؒ نے بڑی خوشی کے ساتھ اس کو قبول کیا۔ یہ واقعہ حضرت عظیم الامتؒ کی وفات سے چند سال پہلے یعنی ۱۳۵۵ھ کا ہے۔ مزید تفصیلات جوامع الفقہ جلد ۱ صفحہ ۷۵ پر ملاحظہ فرمائیں

اسی طرح ایک سولہ قادیان دارالعلوم دیوبند^{۱۷} میں مقوم ہے جس کا ایک جواب حضرت تھانویؒ کی جانب سے دیگیا تھا اور دوسرا جواب مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور سے دیا گیا تھا۔ آخر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا محقق و مدلل جواب تحریر فرمایا ہے جو تقریباً چار صفحات پر مشتمل ہے

جس میں آپ نے مذکورہ دونوں فتوؤں کے خلاف وقوعِ طلاق کا فتویٰ صادر فرمایا۔ (تفصیلات کتاب مذکورہ میں دیکھی جاسکتی ہیں)

اسی طرح حضرت تھانویؒ نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی تحقیق متعلقہ زکوٰۃ پر ویڈیو قذ جو موصوف نے دارالعلوم دیوبند میں ۱۲ صفر ۱۳۶۶ء میں کی تھی۔ اس پر جواب تحریر فرمایا۔
الجواب: آپ صاحبوں کی تحقیق صحیح ہے، لہذا میں بھی اسی کو اختیار کرتا ہوں اور اس کے خلاف سے رجوع کرتا ہوں۔

الشرف علی — ۱۳ صفر ۱۳۶۶ء

معاصر جماعتوں اور فرقوں پر فقہی اظہارِ خیال میں احتیاط و انصاف

احتیاط کے معنی میں انصاف، تبلیغِ حق و باطل اور مددِ اہل سنت فی الدین نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ”اتحادِ ملی“ کے لیے علمی طور پر بھی کسی قسم کا اختلافی اظہارِ خیال نہ چاہیے اور باہمی اتفاق کے لیے کسی ماہرِ علم و فن کو بھی اپنی تحقیق اور اپنا تحقیقی مسلک واضح نہ کرنا چاہیے۔ اتحادِ ملت اور ملی یک جہتی واقعی ایک عظیم دینی مقصد اور مقصودِ ملت ہے اور اس باب میں دل آزار اسلوب، مناظرہ بازی، کج بحثی اور غوامی سطح پر اختلافی اور فروعی مسائل و احکام پر ہنگامہ آرائی اور تنظیم سازی نہایت قابلِ نفرت اور ملی انتشار و زوالِ امت کا باعث ہیں۔

اختلاف اور اس کے حدود و شرائط و آداب کے سلسلے میں بھی حضرت مفتی صاحب موصوفؒ کا رویہ افراط و تفریط سے پاک، حرم و احتیاط اور مدد و انصاف پر مبنی ہے، جس کا البتہ باب درج ذیل ہے :-

① — مسلمانوں کے وہ تمام فرقے اور جماعتیں جن کے درمیان دین کے بنیادی اور جوہری امور میں اختلاف نہیں ہے، زبانی اور قلمی مناظروں سے مکمل پرہیز کریں۔

② — ہر فرقہ اپنے تدریس، تصنیف اور فتویٰ کے حلقوں میں اپنا مسلک ضرور واضح کرے، لیکن اس میں دوسرے پر طعن و تشنیع، فقرہ بازی اور ملامت و تعریض کے دل آزار

اسلوب کو قطعی طور پر ترک کیا جائے۔

③— ان اختلافات کو عوامی جلسوں اور اخبارات و رسائل کا بنیادی موضوع نہ بنایا جائے کسی جگہ مگر ان کا ذکر ضروری معلوم ہو تو اس میں نرم لب و لہجہ کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت کر دی جائے۔

④— تمام مسلمان اپنی توانائیاں بے دینی کے اس سیلاب پر بند باندھنے میں صرف کریں جس نے ہمارے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔

⑤— ہر جماعت کے اہل علم و وقت کے ان علمی فتنوں کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ فرمائیں، جو اشتراکیت، عیسائیت، دہریت، قادیانیت، انکارِ حدیث اور تجدید و تحریفِ دین کی شکل میں براہِ راست دین کی بنیادوں پر حملہ آور ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر ہمارے اہل علم و فکر حضرات ان نظریات کا کماحقہ مطالعہ کر کے ان کی فتنہ سامانیوں سے پوری طرح آگاہ ہوں گے تو انھیں آپس کے اختلافات سے بچ کر نظر آئیں گے اور فروعی مسائل پر بحث و مباحثہ کی یہ گرم بازاری انھیں گناہِ محسوس ہوگی۔ ۱۷

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی ایسی جماعتوں اور فرقوں پر بھی فقہی اظہارِ خیال فرمایا ہے جن کے بارے میں آپ سے استفسار کیا گیا۔ آپ نے ان کے بارے میں سوالات کے جوابات اگرچہ جلدی جرات اور بلا خوف لومۃ لائم دیئے ہیں۔ لیکن ان میں بھی بڑی قحاط روش اختیار فرمائی ہے۔

کانگریس اور مسلم لیگ

آپ نے کانگریس اور مسلم لیگ کے متعلق فتویٰ صادر فرمایا، جو تقریباً پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ نے بڑی محنت سے قرآن و حدیث و فقہ سے جزئیات احکام کو تلاش کر کے کانگریس اور مسلم لیگ کی شرعی حیثیت کے مدوہ اس میں کافروں کے ساتھ مسلمانوں کے یہ سی تعلقات کے موضوع پر فاضل فقہی حیثیت سے اصولی بحث فرمائی ہے اور اس موضوع کے تمام متعلقات پر سیرِ چل

تحقیقی مواد کے ذریعہ مسئلے کے ہر پہلو کو خوب واضح اور مدلل فرمایا ہے۔ یہ فتویٰ ہندستان ہی میں دو مرتبہ کانٹریس اور مسلم لیگ کے متعلق شرعی فیصلہ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ چونکہ اس رسالہ کی حیثیت محض ایک وقتی مسئلے کی نہیں بلکہ یہ غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کی داخلہ و خارجہ پالیسی کے لیے ہم شرعی دستور العمل ہے۔ اس لیے اس کا نام ملکی سیاست میں غیر مسلموں کے ساتھ اشتراک عمل کی حدود شرعیہ سے بدل کر تیسری مرتبہ جواہر افتخار جلد ۲ کا جز ۱ بنا کر شائع کیا گیا ہے۔ فتویٰ کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے، جو دراصل ایک استفتاء کا جواب ہے جس میں اراکین مجلسِ مملکتِ ممبئی کی جانب سے تین سوال کیے گئے تھے :-

ان حالات میں کہ کانٹریس میں غلبہ ہندوؤں کا ہے اور مسلمانوں کی اکثریت کسی حال میں متوقع نہیں، مسلمانوں کا بد شرعہ اس میں داخل ہو کر حصولِ آزادی کی کوشش کرنا اور ان سے مدد لینا، جائز ہے یا نہیں؟
بجانب مذکورہ الصدر مسلم لیگ کی حمایت و شرکت اور اس کے زیرِ علم آزادی کی کوشش جائز ہے یا نہیں؟

مسلم لیگ کا مطالبہ پاکستان معنی مسلم اکثریت کے صوبوں میں ان کی آزاد و خود مختار حکومت، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ بقینوا، ثوجرو!
درج ذیل جواب سے حضرت والا کی رشف نگاہی، جرأت اور توازن و احتیاط کے جذبہ پیو

واضح ہیں۔ جواب کے آغاز میں حضرت مفتی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ ہندوستان کی سیاسی کشمکش اور اس کے طوفانی مدجزرنے ایک زمانے سے مسلمانوں میں مختلف قسم کے سیاسی اور مذہبی سوالات پیدا کر رکھے ہیں۔ اہل فہم پر فحشی نہیں کہ معمولی امور یا جزوی اختلاف کو فتوؤں کا رنگ دے کر ان کو سیاسی اگھڑوں کا کھیل بنانا کسی طرتِ زیب نہیں کہ اس کی وجہ سے قسم قسم کی افراط و تفریط اور حدود شرعیہ سے تجاوز و غلو کے علاوہ خود فتوے کے اعتماد و احترام میں سخت خلل پڑتا ہے۔ لیکن پیش کردہ سوالات ایک حد تک اصول کی حیثیت رکھتے ہیں جن پر مسلمانوں کی ملکی و سیاسی مساعی کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے اور جس کے صحیح

یا غلط ہونے کا اثر ان کے ہم شعبہ ہائے زندگی تک پہنچنے والا ہے۔ بالخصوص مذہب اور شعائر مذہب پر اس کا اثر سب سے زیادہ ہے۔ اور دین دار مسلمانوں کے سوالات اور استفتاء اطراف و اکناف سے بکثرت آرہے ہیں، سب کا شافی جواب غلطہ علیحدہ لکھنا دشوار ہو رہا ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ ان مسائل پر کسی قدر مفصل بحث کر کے ایک متنوع امر پیش کر دینا چاہئے، جس میں عامۃ لورود سوالات کا بھی جواب ہو جاوے۔

پہلے سوال میں غیر مسلموں کے ساتھ سیاسی تعلق کی تین صورتیں بڑے دل نشین انداز میں دلائل و دلائل کے ساتھ بیان فرمائی ہیں۔ آخر میں اس بحث کا خلاصہ تحریر فرماتے ہیں :

خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ مسلمانوں کے وفق کی صرف دو صورتیں جائز ہیں، ایک محض مصالحت و مودعت بلا اشتراک عمل، یہ جائز ہے، بشرطیکہ اس میں مصالحت مسلمین ملحوظ ہو اور شرائط صلح میں کوئی شرط خلاف شرع نہ ہو۔ دوسرے استعانت اور مشارکت عمل، یہ اس شرط سے جائز ہے کہ غلبہ اسلام کا ہو، کفار محض تابع ہو رہے ہوں، ان دو صورتوں کے علاوہ کسی غیر مسلم قوم کے ساتھ اختلاط اور جماعتی اشتراک کی کوئی صورت جائز نہیں، خواہ وہ صورت متابعت و مشابہت بہت کدے یا ممالک و مودت نام رکھی جائے یا کچھ اور۔

اس کے بعد حضرت ولانے یہ ثابت فرمایا ہے کہ جس وقت حضرت شیخ مبذ نے کانٹریس کے ساتھ اشتراک عمل فرمایا تھا اس وقت پہلی صورت تھی، لیکن آپ کے بعد وہ باقی نہیں رہی بلکہ جھنڈا غیر مسلموں کے ہاتھ میں آگیا، اس لیے اب اشتراک کا مطلب مغلوبیت و متابعت ہو گا جو ناجائز ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں :-

کفار کے ساتھ اتفاق کی تین قسمیں جو اوپر مفصل ذکر کی گئی ہیں، ان میں معلوم ہو چکا ہے کہ جب غلبہ اسلام کا نہ ہو تو کفار سے استعانت بھی جائز نہیں، چوتھا کہ اگر بشرط انفرادی طور پر کفار کی جماعت میں شامل ہو جائے اور پھر شرعاً کفر کے

انجیار اور شائرا سلام کے مٹانے والی تجاویز نافذ کرنے کے باوجود اس میں شامل رہنا جو تیسری قسم کی بھی بدترین فرد ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی شرکت کانگریس بلاشبہ ناجائز ہے، بچند وجوہ (۱) اس لیے کہ کانگریس میں ہندو غالب اور مسلمان مغلوب ہیں اور ایسی حالت میں اگر ہندو بالفرض ہواداری سے بھی کام کریں اور اسلام کے خلاف تجاویز نافذ نہ کریں، جب بھی حسب تعریضات مذکورہ ان سے اشتراک عمل جائز نہیں۔ (۲) اس لیے کہ صورت موجودہ میں مسلمانوں کو طوعاً یا کرہاً ہندوؤں کی متابعت کرنا پڑتی ہے (۳) اس لیے کہ ایسی متابعت و مشارکت حسب تعریضات جہو مفسرین و فقہاء و حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ مولانا ابوالکلام آزاد کے خلاف ہو جاتی ہے، جیسا کہ خطبہ صدارت جلسہ جمعیتہ العلماء دہلی کے حوالے سے اوپر آچکا ہے۔

آزادی تیسرے سوال کا جواب تحریر فرمایا ہے، یعنی مطالبہ پاکستان کی شرعی حیثیت۔ موصوف

رقطراز ہیں۔

ظاہرات ہے کہ اگر ہندوستان کا ایک مرکز ہے تو ہندو اکثریت کے سبب پورے ہندوستان پر ہندوؤں کی حکومت ہوگی، گو اس میں بڑی جتنی کے بعد کسی حد تک مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ بھی کر لیا جاسکے (جس کی حالات موجودہ و سابقہ کی بنا پر کوئی توقع نہیں) اور یہ امر مسلم ہے کہ اپنے اختیار سے اپنے اوپر غیر مسلم حکومت مسلط کرنے کا مطالبہ کرنا یا اس کا قبول کرنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ اور دوم مرکز مسلم و غیر مسلم ہوجانے کی صورت میں مسلم مرکز میں حکومت مسلمانوں کی ہوگی، جس کے سبب اپنی حدود میں اسلامی احکام کے موافق دستور اور نظام جاری کرنے پر قدرت حاصل ہوگی، نیز یہ اقتدار حکومت دوسرے صوبوں میں مسلمانوں کے حقوق کو پوری حفاظت و نگرانی کر سکے گی جو مسلمانوں کی اقلیت زدہ منتشر قوت کے ذریعہ کسی حال متصور نہیں۔

لہذا مسلمانوں کے لیے دو مطالبے ضروری ہیں، ایک اپنے لیے مستقل مرکز کا

نیا جس کو پاکستان سے تعبیر کیا جاتا ہے، دوسرے مسلم اقلیتوں کے صوبے میں مسلمانوں کے حقوق کی مخالفت کا غیر مبہم الفاظ میں مکمل معاہدہ جس کی نگرانی اسلامی مرکز کے فرائض و اختیارات میں داخل ہو۔ (مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے جواہر الحق جلد ۲ صفحہ ۱۵۵)

جماعت اسلامی

حضرت مفتی صاحب موصوف جماعت اسلامی پر فقہی محکمے کے بعد تحریر فرماتے ہیں جو آپ کے احتیاط و انصاف کا وسیع اور مبہین ثبوت ہے۔ رقمطراز ہیں:-

”میری ذاتی رائے ہے جو اپنی حد تک غور و فکر کے بعد فیض بخینی و بینائے قلم ہے، میں کسی سبب کے بارے میں بدگمانی اور بے احتیاطی سے بھی اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور دین کے معاملہ میں مہابہت سے بھی جن حضرات کو میری اس رائے سے اتفاق نہ ہو، وہ اپنے عمل کے تحت رہیں، مجھے ان سے کوئی مباحثہ کرنا نہیں، نہ میرے قوی اور مدد و قیادت اس کے متحمل ہیں۔ اور اگر کوئی صاحب اس کو شائع کرنا چاہے تو ان سے میری درخواست ہے کہ اس کو پورا شائع نہ کریں، ادھر یا کوئی ملوث شائع کر کے خیانت کے مرتکب نہ ہوں۔“

مندرجہ بالا عنوان کی رحمت سے یہ فتویٰ بلا کم و کاست درج ذیل ہے۔ جواب ہی سے سوال

کا مدعا بھی ظاہر ہے اور تجزیہ و حزم و احتیاط بھی ہے۔

الجواب :- مولانا مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے بارے میں میرے پاس سادہ سادہ سوالات آتے رہے ہیں، جن کا جواب میں اس وقت کے حالات درنظر رکھ کر دیتا ہوں۔ یہ معلومات کے مطابق گفت و رہا ہوں، ان میں بعض تحریریں شائع بھی ہوئی ہیں اور بعض نجی مکاتیب کے جواب میں لکھی گئی ہیں۔ اس وقت ان تمام تحریروں کو سامنے رکھنا ممکن نہیں، البتہ اس طرے میں، اتحرک کو کچھ ان کی مزید تحریرات کے مطالعہ کا موقع ملا، کچھ ان کی نجی تصانیف سامنے آئیں اور کچھ ان کے لکچر کے عام اثرات اور ان کی جماعت کے حالات کو مزید دیکھنے کا موقع ملا، اس مجموعے سے اب ان

کے بارے میں جو میری رائے سے وہ بے کم و کاست ذیل میں لکھ رہے ہوں۔
میری سابقہ تحریرات کو اس بارہ تحریر کے موافق ہوں تو فہم اور اگر سابقہ تحریرات میں کوئی
چیز اس کے خلاف محسوس ہو تو اسے منسوخ سمجھ جانے۔ ورنہ اب میری رائے کے حوالے کے لیے صرف
ذیل کی تحریر پر اعتماد کیا جائے۔

احقر کے نزدیک مولانا مودودی صاحب کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ عقائد اور احکام میں
ذاتی اجتہاد کی پیروی کرتے ہیں، خواہ ان کا اجتہاد جمہور علمائے سلف کے خلاف ہو، حالانکہ احقر کے
نزدیک بمنصب اجتہاد کے شرائط ان میں موجود نہیں۔ اس بنیادی غلطی کی بنا پر ان کے لٹریچر میں
بہت سی باتیں غلط اور جمہور علمائے اہل سنت کے خلاف ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنی تحریروں
میں علمائے سلف یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کا جو انداز اختیار کیا ہے، وہ انتہائی غلط
ہے۔ خاص طور سے خلافت و مسوکتیت میں بعض مباحثہ کرام رضی اللہ عنہم کو تیس طرہ صرف تنقید ہی نہیں
بلکہ ملامت کا ہدف بنایا ہے، اور اس پر مختلف حلقوں کی طرف سے توجہ دلانے کے باوجود امر کی
جو روش اختیار کی گئی ہے، وہ جمہور علمائے اہل سنت کے طرز کے بالکل خلاف ہے۔

نیز ان کے عام لٹریچر کا مجموعی اثر بھی اس کے پڑھنے والوں پر بکثرت یہ محسوس ہوتا ہے کہ
سلف صالحین پر مطلوب اعتماد نہیں رہتا اور ہر سے نزدیک یہ اعتماد ہی دین کی حفاظت کا بڑا
حصہ ہے، اس سے نکل جانے کے بعد پوری نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ بھی انسان نہایت
غلط اور گمراہ کن راستوں پر پڑ سکتا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ ان کو منکرینِ حدیث، قادیانیوں یا بابائیت
پسند لوگوں کی صف میں گھر کرنا میرے نزدیک درست نہیں، جنھوں نے سود، شراب، قمار اور
اسلام کے کھلے خلاف کوشش کرنے کے لیے قرآن و سنت میں تحریفات کی ہیں..... بلکہ ایسے
لوگوں کی تردید میں ان کی تحریریں ایک نام نہاد نفعیہ حلقوں میں مؤثر و مفید ثابت
ہوتی ہیں۔ یہ بات میرے ہمیشہ کہتا آیا ہوں، لیکن کوئی شخص میری اس بات کو بنیاد بنا کر یہ کہے
کہ میں مودودی صاحب کے تعزیرات سے متفق ہوں جو انھوں نے جمہور علمائے سلف کے خلاف اختیار کیے
ہیں تو یہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ بات ہے۔

اگرچہ جنت کے قانون میں مولانا مودودی صاحب درجہ امت مسلمہ ایک مک حیثیت

رکھتے ہیں۔ اور مولانا جو بات مولانا مودودی صاحب کے بارے میں درست ہو، ضروری نہیں کہ وہ جماعت اسلامی کے بارے میں بھی درست ہو۔ لیکن عملی طور سے جماعت اسلامی نے مولانا مودودی صاحب کے لٹریچر کو نہ صرف جماعت کا علمی سرمایہ اور اپنے عمل کا محور بنایا ہوا ہے، بلکہ اس کی طرف سے زبانی اور تحریری مدافعت کا عام عزائم برقیہ مشہدے میں آتا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت کے افراد بھی ان لغویات اور تحریروں سے متفق ہیں۔ البتہ اگر کچھ مستثنیٰ حضرات ایسے ہوں جو مذکورہ بالا امور میں مولانا مودودی سے اختلاف رکھتے ہوں۔ وہ جہنم اور علمائے اہل سنت کے مسلک کو اس کے مقابلے میں درست سمجھتے ہوں تو ان پر اس رائے کا اطلاق نہیں ہوگا۔

نماز کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ راہ میں شخص کو نہ چاہیے جو جہنم اہل سنت کے مسلک کا پابند ہو۔ لہذا جو لوگ مودودی صاحب سے مذکورہ بالا امور میں متفق ہوں انھیں باضابطہ طور پر نام بنانا درست نہیں، البتہ اگر کوئی شخص ان کے پیچھے پڑھ لگے تو نماز ہوگئی۔ ۱۷

غیر مقلدین

اسی طرح حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مقلدین کے بارے میں فقہی اظہار خیال فرمایا ہے جس کی بغیر امداد المفتین وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ تمثیل ذیل میں چند فتویٰ مع سوائے درج کیے جاتے ہیں۔ غیر مقلد حضرات کے بارے میں حقیقت یہ ہے کہ تو حضرت کے مندرجہ ذیل فتویٰ سے واضح ہے :-

سوال :- جو لوگ آئین بالمعبر کہتے ہیں، ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟
الجواب :- آئین بالمعبر کہنے والے جو ہرے دیر میں عام طور پر غیر مقلد ہیں، ان کے پیچھے بلا ضرورت نماز نہ پڑھنی چاہیے، کیونکہ وہ وضو و طہارت میں قواعد کے پابند اور متحرع نہیں، لیکن اگر اتفاقاً ان کی مسجد یا جمعہ میں پہنچ جائے اور جماعت شروع ہو جائے تو شریک ہو جانا چاہیے، نماز ہو جانے کی بابت عین ان سے ضرورت کوئی ایسی چیز صادر نہ ہو جو ہمارے نزدیک مفید نماز ہے۔ کذا قال

لیکن ان میں سے جو حضرات مقتصد ہیں اور مقلدین کو کافر و مشرک قرار دیتے ہیں ان کے بارے میں تحریر فرمایا:

سوال ۱۱۵۱: جو غیر مقلدین کی امامت کے متعلق ایک مفصل فتویٰ ہے:-

کیا فہمے ہیں علماء دین اس سلسلے میں کہ غیر مقلد کے عقائد و عملیات یہ ہیں کہ تقسیم و شرک بتاتے ہیں اور حنفی مذہب والے کو کافر و مشرک اور بدعتی کہتے ہیں اور اپنے مذہب میں داخل کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ صلمان ہو جائے۔ اگر کوئی حنفی مذہب کا نہ پڑھے اس مذہب میں بھی جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں شخص کو مسلمان کیا ہے، چنانچہ یہاں پر کوئی موقع گزر چکے ہیں۔ ہم حنفی تحریر کرتے ہیں کہ اس میں باطل جھوٹ نہیں ہے۔ غیر مقلدین جو نماز پڑھتے ہیں وہ اس طریقے سے ہاتھ سینے پر باندھتے ہیں اور رفع یدین کرتے ہیں، پیروں کے اندر کا فیصلہ بہت ہوتا ہے۔ اور جب امام قرات شروع کرتا ہے تو سورۃ فاتحہ سے پیشتر بسم اللہ قرات سے پڑھتا ہے اور سورۃ فاتحہ کے بعد جو سورت پڑھتا ہے تو اس کے شروع میں بسم اللہ قرات سے پڑھتا ہے۔ اور پھر سورت ختم کرنے کے بعد بسم اللہ قرات سے پڑھتا ہے، سورۃ اخلاص شروع کرتا ہے۔ وہ سورۃ اخلاص کو دُعا مانتے ہیں بعض موقع ایسا ہوتا ہے کہ قرات میں اُلٹی ترتیب سے سورۃ پڑھتے ہیں، جیسے پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھا اور دوسری میں سورۃ فاتحہ پڑھا اور پھر سورۃ اخلاص پڑھا۔ اور آمین بہت زور سے پڑھتے ہیں، یہاں تک کہ آواز مسجد سے دوچار قدم باہر پہنچتی ہے، ان سے اس کے متعلق دریافت کی گئی کہ تم اس طرح قرات کیوں پڑھتے ہو اور آمین زور سے کیوں پڑھتے ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر عمر تک کی ہے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔

الجواب: ایسے غیر مقلدوں کے پیچھے نماز حنفیوں کی مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ امام سے کوئی فعل ایسا نہ ہو جو جس سے حنفیوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مثلاً خون زخم کے سر سے نکل کر بہہ گیا اور اس نے وضو دوبارہ نہ کیا اور غفلت مواضع خلاف کی نہ کرے۔ اگر امام موضع خلاف کی ریت نہیں کرتا ہے تو پھر اس کے پیچھے نماز حنفیوں کی جائز و صحیح نہیں ہے۔ بہر حال آج کل کے ان

غیر مقلدوں کو امامِ خلفیہ کا ہرگز نہ بنانا چاہیے۔ کذا فی الشامی، باب الامامة مطلب فی
اقدام الشافعیؒ۔ لہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بریلوی مکتب فکر

اسی مہر حضرت مفتی صاحبؒ نے بریلوی مکتب فکر پر اعتدال و توازن کے ساتھ نقیبہ
محاکمہ فرمایا ہے۔ اپنی تالیف "سنت و بدعت" میں "بدعت و سنت کی جنگ میں لمحہ فکریہ" کے
تحت تحریر فرماتے ہیں کہ

تشدد، طعن ذی، الزام تراشی کے طریقوں سے کلی غور پر اجتناب کیا جائے
کہ ان سے کبھی کسی کی صلح نہیں ہوتی۔ بدعتی اور وہابی کے طعن آمیز خطاب
سے پرہیز کیا جائے۔ کسی کے کوم کو توڑ مڑ کر اس کے منشا و مقصد کے خلاف اس
پر غلط الزم لگانا کھد بہتان ہے، جس کے حرم ہونے میں کسی کو کسی تردد کی گنجائش
نہیں۔ آخرت کے حساب کو سامنے رکھتے ہوئے، ان حرکات سے باز رہا جائے۔

اس کے بعد موصوفؒ نے بدعت کے تمام مآلہا و عیب پر روشنی ڈالی ہے اور حضرات
مؤلفین کے اقوال بھی بدعات و محدثات کے بارے میں نقل فرمائے ہیں۔ قابل ملاحظہ ہیں۔
"صلوة و سلام" کے مروجہ طریقے کے متعلق ایک استفتا کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں
جس میں سائل نے یہ دریافت کیا تھا کہ

بعض مساجد میں کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جمعہ کی نماز یا دوسری نمازوں
کے بعد التزم کے ساتھ جمعہ بن کر اور کھڑے ہو کر باوازا بندہ بخاندانِ نبویؐ
پڑھتے ہیں۔

یا رسول سلام علیک یا نبی سلام علیک

ان میں بہت سے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں

تشریف لاتے ہیں یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ اس لیے یہ سلام خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ جو لوگ ان کے اس عمل میں شریک نہیں ہوتے، ان کو مطمئن کرتے اور طرح طرح سے بدنام کرتے ہیں جس کے نتیجے میں عموماً مسجدوں میں نزاع اور جھگڑا سے پیدا ہوتے ہیں۔ دریافت طلب یہ ہے کہ کیا اس طرح کا سلام پڑھنا مسجدوں میں جائز ہے اور تو لیا ان مساجد کو اس کی اجازت دینا چاہیے یا نہیں؟
الجواب: جس حدیث سے مساجد میں بطرز مذکور اجتماع اور التزام کے ساتھ درود و سلام کے نام پڑھنا آرائی ہوتی ہے، اس کو درود و سلام کی نمائش تو کہا جاسکتا ہے، درود و سلام کہنا اس کو صحیح نہیں، کیونکہ وہ بہت سے مفاسد کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ ۱۱۰

بعد حضرت مفتی صاحب نے اس کے عدم جواز کے وجوہ اور درئل بالتفصیل بیان فرمائے ہیں ۱۱۱ اور آخر میں مجدد دارہ مشورہ کے زیر عنوان یہ قطراز ہیں کہ

ہر شخص کو اپنی قبر میں سونا ہے اور اپنے اعمال کا ثواب دینا ہے۔ ان معاصرت میں تہجد بندی اور قدیم آبائی رسوم پڑھنا اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر سنجیدگی کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھنا چاہیے۔ اور یہ غور کرنا چاہیے کہ دنیا کے تو تمام معاملات میں ہمارے جھگڑے چلتے رہتے ہیں کہ انکم اللہ کے گھر اور عبادت نماز جی کو ہر طرح کے جھگڑے فساد سے محفوظ رکھا جائے۔ ۱۱۲

سی طاعت آپ سے ایک سائل نے دریافت کی کہ ایک شہنشاہ جس کا خدمت یہ سب کے علمائے دیوبند کافر ہیں، نظر سے گزرا اگر اس پر صحنے ترین شریفین مکہ معظمہ کے بھی دستخط ہیں اور اس میں عبارت تحذیر اناس اتی حفظ الایمان وبراہین قاطعہ کی گڑبڑ کر کے فتویٰ لیا گیا ہے اور جس کا

جواب انھوں نے یہ دیا ہے کہ عیذ باللہ کا فرہیں۔ مولوی حشمت علی رضوی۔
 اس کو بڑے شد و مد سے بیان کرتے ہیں اور بزرگ لغتوں میں معنائے دیوبند
 کو کافر کہتے ہیں اور یہاں تک کہتے ہیں کہ ان کے جنازے کی نماز میں شرکت یا
 ان کے پیچھے نماز کرنا، ان سے بیہ شادی وغیرہ یا ان کو مسلمانوں کے قبرستان
 میں دفن کرنا، ان کی موت و زندگی میں ان سے مسلمانوں کا سا برتاؤ کرنا، سب
 حرام حرام و زہر تباہ کن اسلام ہے۔ اہل اسلام بعد ان ان فتویٰ کو منسلک
 کریں اور بے دینوں کے منہ میں قبۃ الہی کا پتھر ٹھونسیں کہ یہ صرف بریلوی اور
 دیوبندی کا جھگڑا نہیں بلکہ کفر و اسلام کا جھگڑا ہے۔ (۲) ضحکہ ایسی باتیں کہتے ہیں
 عوام لوگ کی روک تھام کے لیے جو ب سے جہد مطلق فرماتے ہیں۔

بیتینو تو جبرو ۱

الجواب :- اس اشتہار میں غمناک دیوبند کی متبرک و مقبول جماعت کو کافرو
 مرتد وغیرہ کہنے والے نے اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے اس کا جواب تو صرف یہ
 ہے، فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَ اِنَّهُ الْمُسْتَعْلٰی عَلٰی مَا تُصِفُوْنَ — وَسَيَعْلَمُ
 الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا نَحْنُ مُنْقَلَبٌ يَّنْقَلِبُوْنَ اور کسی کو ان کی نافرمانی کی
 بدعت میں شبہ ہے یا ان لوگوں کے ورطے سے پیدا ہو جائے تو اس کا مفصل
 جواب رس بل ذیل میں مذکور ہے۔ ان کو دیکھنا جو اسے تو انشاء اللہ تعالیٰ عقاب
 کی مرمت و دشمن ہو جائے گا کہ ان حضرت پر جو کچھ الزامات لگائے ہیں وہ سب
 بد فہمی کا نتیجہ ہیں یا افتراء و بہتان ہیں۔ عبارت کو کٹر و بیعت کر کے خیانت
 کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کیا جو کفری مضامین پر ان کی تحریف سے متسلل
 ہو گئیں۔ لوگوں نے تکفیر کی۔ رسائل یہ ہیں : صحابہ مدہر، تزکیۃ خواجہ
 تغیر لغتوں، بسط البنان، فقط و اللہ تعالیٰ اعلم۔

ایک در سوال کے جواب میں جس میں میں نے مولوی شمس علی رضوی کی نسبت دریافت کیا کہ انھوں نے مجمع عام میں اہل اعرصہ نے دیوبند کو اور ان کے متعلقین کو کافر کہا۔ اور جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ کیا واقعی بقول شمس علی رضوی کے اہل اعرصہ دیوبند کافر ہیں؟ حضرت موسیٰ اس کا تحقیقی جواب تحریر فرمانے کے بعد آخر میں خلد سے لکھتے ہیں کہ ”کسی آدمی سے دنیٰ فاسق سے قاصد مسلمان کو بھی ایسے تہمات کی بنا پر کافر کہنا حرام ہے، جن تہمات کو ان حضرات مکتہ بنی نے اس جماعت صلیہ پر مذکور ہے۔ اور پھر یہ حضرات تو علم و عمل، حب خدا اور حب رسول میں اپنی نظیر آپ ہیں۔ بڑا ظالم ہے جو ان حضرات پر ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ والی اللہ المشتکی ولد الحمد لولہ و آخرہ۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ“

اور مولوی احمد رضا خان بریلوی صاحب کے متعلقین کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے متعلقین کو کافر کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ ان کے کلام میں تاویل ہو سکتی ہے اور تکفیر میں فقہاء رحمہم اللہ تعدی نے بہت احتیاط فرمایا ہے اور یہ لکھنا ہے کہ اگر کسی شخص کے کلام میں مذکور ہو وچہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ ضعیف اسلام کی ہو تو مفتی کو اس ضعیف وجہ کی بنا پر قوی دینا چاہیے۔ یعنی اس کو مسلمان کہنا چاہیے۔ اگر وہ فی الواقع غلطی کے اعتبار سے مسلمان ہے تو فقہاء، ورنہ مفتی یا فتویٰ اس کو کچھ نفع نہیں دے گا درمختار میں ہے واعلم انہ لا یفتی بکفر مسلم ممکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفر و خلاف ولو کان ذلک و رویۃ ضعیفہ، کما حذرہ فی البحر وغیرہ و فی الاشباہ الی الصغری و فی الدرر وغیرہا

اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر وواحد يمنعه فعل المفتي
الميل لما يمنعه ثم لو نيتته ذلك فعله ولا لم يمنعه حمل المفتي
على خلافه الا بناء عليه تكفير كذا اپنے داماد کی صبح نہیں، بلکہ وہ مسلمان ہے،
لیکن فاسق یا فاجر ہے کیونکہ اس کے عقائد مذکورہ سراسر خلاف شرع ہیں اور
وہ ایک ایسے شخص کا مرید اور معتقد ہے جو ہر عقیدہ انانے کے لائق نہیں ہے الا

فرقہ روافض وشیعہ

فرقہ روافض وشیعہ کے بارے میں حضرت مفتی صاحب جواہر الفقہ میں تحریر فرماتے ہیں،
جس میں آپ سے دریافت کیا گیا تھا کہ روافض واہل تشیع میں بہت سے مختلف عقائد فرتے ہیں
اور ہر فرقے کے عقائد کو جدا جدا منضبط کرنا بھی دشوار ہے۔ ایک دوسری شکل یہ ہے کہ کسی
فرقے کی کتابوں میں ان کے بعض عقائد معلوم ہوتے ہیں مگر جب وہ عقیدہ ان کی طرف منسوب کیا
جاتا ہے تو وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ مثلاً کتب شیعہ میں جاہل اس قسم کی عبارتیں ملتی ہیں، جن
سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موجودہ قرآن کو مخرف وناقابل اعتبار سمجھتے ہیں۔ مگر جب کہا جاتا ہے کہ تم
موجودہ قرآن پر یقین نہیں رکھتے تو وہ شدت کے ساتھ اس سے تبری کرتے ہیں۔ ایک مشکل یہ ہے
کہ ہندوستان میں عوام روافض کے متعلق یہ فیصلہ بھی دشوار ہے کہ وہ کس فرقے میں درج ہے۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ ایسی حالت میں ہم روافض کے ساتھ کیا معاملہ کریں؟ ان کو مسلمان
سمجھیں یا کافر؟ اس کے بعد سائل نے ان کے کچھ عقائد لکھے ہیں۔ لائق دید ہیں۔

الجواب:- مختصر اور محقق وجامع کلام روافض کے بارے میں یہ ہے کہ بلحاظ احکام روافض

کی تین صورتیں ہیں:-

اول یہ کہ ان میں سے کسی شخص یا فرقے کے متعلق یقینی طور سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ

وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہے۔ اگرچہ انکار میں تاویل بھی کرتا ہو اور صرف غیر سے تبری کرتا ہو، اس تبری کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ وہ باتفاق و باجماع کا فرمودہ ہے۔ اس کے ساتھ کسی قسم کا اسلامی معاملہ رکھنا جائز نہیں۔

دوم صورت یہ ہے کہ کسی شخص یا فرقے کے متعلق یقینی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ فرقہ دین میں سے کسی چیز کا منکر نہیں، مگر صرف اس میں اختلاف رکھتا ہے کہ جمہور امت کے خوف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل الصحابہ اور خلیفہ اول سمجھتا ہے تو وہ فاسق و مکرم ہے مگر کافر و مرتد نہیں۔ اس کے ساتھ وہ اسلامی معاملات جو نثریں جو کسی فاسق و مکرم کے ساتھ کیے جاسکتے ہیں مثلاً ذبیحہ اس کا احوال ہے۔ اس کے جنازہ پر نماز جو نثر ہے، نکاح کے معاملہ میں اس سے بھی جتناب کرنا بہتر ہے۔

سوم صورت یہ ہے کہ یقینی طور سے کسی امر کا ثبوت نہ ملے۔ یعنی نہ اس کا یقین ہے کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہے اور نہ اس کا منکر نہیں بلکہ ایک مشتبہ حالت ہے..... اس میں سب سے احتیاط و اسلم وہ حکم ہے جو فقہاء العصر امام دقت مجدد الملت حکیم الوقت سیدہ و سیدہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت بکا تبسم نے امداد الفتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے کہ اس میں یہ ہے کہ کفر کا حکم کیا جائے نہ اسلام کا۔ یعنی نہ اس سے عقد منکحت کی اجازت دیں گے و نہ اس کی اقتداء کریں گے۔ (ملخص)

فرقہ چکڑالویہ (منکرین حدیث)

فرقہ چکڑالویہ جو پنجاب میں ایک فرقہ ہے وہ اپنے کو پہلے قرن کہتے ہیں۔ اس کا بانی عبداللہ چکڑالوی ہے اور اسی کی طرف نسبت ہے۔ اس فرقے کے عقائد کا نمونہ خود بانی 'فرقہ چکڑالوی' کی کتاب 'ربان الفرقان علی منوالہ القرآن' سے بحوالہ کتاب رسول نے لکھ کر حضرت مفتی صاحب سے ان کے متعلق حکم شرعی دریافت فرمایا۔ ان کے عقائد جواباً حق جلد ۲ صفحہ ۳۹ پر مرقوم ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم کی آیات اور ان کی تفسیر سے فرقہ چکڑالوی کے عقائد پر دلنشین و مثبت انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ موصوف آخر میں رقمطراز ہیں :-

”انہی آیات و عبارات مذکورہ سے واضح ہو کہ جو شخص وہ عقائد رکھے جو فرقہ چکڑوی کی کتابوں سے سوال میں ظاہر کیے گئے ہیں۔ وہ بلاشبہ زندقہ اور کفر خارج از اسلام ہے، کیونکہ وہ بہت سی ضروریات دین کا منکر ہے جیسا کہ عقائد مذکورہ کے دیکھنے والے پہ بھی نہیں رہ سکتا۔ عقائد مذکورہ کا ضرورتاً دین کے خلاف ہونا چونکہ بالکل بدیہی اور آفتاب کی طرح روشن ہے، اس لیے ضرورت نہیں کہ ہر عقیدے کے متعلق جہ اجدا کچھ لکھا جائے۔“

آج کل غلام احمد پرویز بٹالوی، نگران طلوع اسلام نے اس فرقہ چکڑوی کی توثیق اور باگ ڈور سنبھالی ہوئی ہے۔ چونکہ یہ بھی ضروریات دین کا منکر ہے اس لیے اس کے کفر میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ چنانچہ ایک مفصل و مدلل فتویٰ بنام ”پرویز کے بارے میں علماء کا متفقہ فتویٰ“ شعبہ تصنیف مدرسہ عربیہ اسلامیہ، نوٹوں سے شائع ہوا ہے جس میں پرویز کے مفصل عقائد اس کی تصنیفات اور رسائل کے حوالے سے لکھ کر قرن و حدیث کی روشنی میں کافی روشنی ڈال دیا گیا ہے۔ غلام احمد کے جن مشاہیر علماء کے اس فتوے پر دستخط ہیں ان میں سب سے اول حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے دستخط ہیں۔

فرقہ مرزائیہ

فرقہ مرزائیہ جس کا بانی مرز غلام احمد ماسکن قلدیان ضلع گورداس پور پنجاب ہے۔ اور اس وقت اس فرقہ کی تین پارٹیاں ہیں۔ ایک ظہیر الدین ادنیٰ کی متبع اور دوسری مرزا محمود کی متبع جس کو قادیانی پارٹی کہا جاتا ہے، تیسری مسٹر محمد علی لاہوری کی متبع جس کو لاہوری پارٹی کہا جاتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب فورسہ قدس سرہ ان کے عقائد فاسدہ و باطلہ اور ضروریات دین کے خلاف ہونے کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ مرزا غلام احمد اور اس کی متبعین تینوں پارٹیوں کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔ رقعہ زہیں۔

کو کافر کہنا و باطلِ عظیم ہے۔ اس لیے صاحب بحر الریق نے باب المرتدین میں تصریح فرمائی ہے کہ میں نے قسم کھنی ہے کہ کلماتِ کفریہ جاری کرنے کی وجہ سے کسی کو کافر نہ کہوں گا۔ اور یہی عنوانِ شامی نے باب مذکورہ میں درج فرمایا ہے۔ اور جامعِ اخصائین باب کلماتِ کفر میں بھی اسی کی تائید کی گئی ہے۔ الغرض محض ان الفاظِ مذکورہ کے کہہ دینے سے کفر و ارتداد کے احکام جاری کرنا صحیح نہیں، بالخصوص جب کہ کہنے والے کا تکیہ کلام یہی الفاظ ہر جگہ ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ۱۵

نیز آپ نے اس موضوع پر ایک کتابِ ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں اور ایک رسالہ تکفیر کے اصول مرتب فرمائی ہے جو بڑے جامع اور مدلل بلکہ اپنی مثال آپ ہیں۔ حضرت مفتی صاحبِ ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں ”کے بارے میں خود رقمطراز ہیں :-

”الحمد للہ یہ کتاب مسئلہ کفر و اسلام کی تمام ضروری مباحث پر حاوی ہے اور ازالہِ شبہات کے لیے کافی ہے۔“ ۱۶

اور رسالہ تکفیر کے اصول ”جو اہل الفقہ جلد ۱ کا جز ۲ بن کر شائع ہوا ہے۔ اس رسالے کے بارے میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں :

”مولوی محمد شفیع صاحب نے اصول تکفیر میں ایک مختصر اور جامع مانع اور نفع رسا بحث ہے۔ بعض اجزاد میں، میں بھی الجھتا تھا مگر ان کی تحریر و تقریر سے، قریب قریب مسائل صاف ہو گیا۔“ ۱۷

جدید مسائل پر محاکمہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ جدید

۱۵ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔ جلد ۲۔ صفحہ ۵۴

۱۶ کتاب مذکورہ۔ صفحہ ۲

۱۷ جواہر الفقہ۔ جلد ۱۔ صفحہ ۱۹

اپنی والدہ کے حوالہ کر دی جائے گی اور زوجین میں تفریق کر دینا مذہبی ہے۔ اگر اس فرقے کے عقائد میں کوئی چیز قطعیت اسلامیہ کے خلاف نہیں تو نکاح درست و صحیح ہو گیا۔ اب بچہ طلاق کے کوئی غلط نہیں۔

لما فی لشامی، نعم لا شک فی تکرارہ، کذب السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا
وانکر صحبۃ الصدیق رضی اللہ عنہ او اعتقدوا الوہیۃ فی عی ۱۰ او ان جبریل غلط فی الوحی
او نحو ذلک من الکفر الصریح المز - شامی - ج ۱ - المرتدین صفحہ ۳۲۰ - جلد ۲

جواب مذکور کے بعد حضرت مفتی صاحب نوٹ لکھ کر تحریر فرماتے ہیں کہ
”بعد میں آغا خانہ کے عقائد ان کی کتابوں سے بعض لوگوں نے نقل کر کے
بھیجے جس میں ایسے صریح عقائد تحریر بھیجے ہوئے ہیں کہ کسی دلیل کی گنجائش نہیں
اس لیے یہ لوگ بلاشبہ کافر ہیں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی دامت
برکاتہم ازلان کے متعلق اپنے رسالہ ”اعتراف العقائد فی محراب آغا خانہ“ میں یہی نتیجہ
فرماتے ہیں۔ یہ رسالہ احقر کے رسالہ ”اصول الفکر فی اصول لوکھڑا“ کا ضمیمہ ہو کر شائع
ہوا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد شفیع غفرلہ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ

تکفیر میں احتیاط و اعتدال

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصف احتیاط و اعتدال تکفیر کے باب میں بھی نمایاں نظر
آتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

”کسی مسلمان کو کافر کہنے کے معاملے میں آج کل ایک عجیب و غریب فتنہ رونما
ہے۔ ایک جماعت ہے کہ جس نے مشفقہ بھی اختیار کر لی ہے کہ ادنیٰ حدت میں مسلمانوں
پر تکفیر کا حکم لگا دیتے ہیں اور جہاں ذرا سی کوئی خدشہ شرع حرکت کسی سے دیکھتے

ہیں تو۔ سو سے خارج کہنے گئے ہیں۔ اور دوسری طرف تو تعلیم یافتہ آزاد خیال جماعت ہے جس کے نزدیک کوئی قول و فعل خواہ کتنا ہی شدید اور عقائد اسلامیہ کا مرتع مقابل ہو کفر کہلانے کا مستحق نہیں۔ وہ ہر مدلی اسلام کو مسلمان کہنا فرض سمجھتے ہیں، اگرچہ اس کا کوئی عقیدہ اور عمل اسلام کے موافق نہ ہو اور ضروریات دین کا انکار کرتا ہو۔ اور جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا ایک سخت و خطرناک معاملہ ہے اسی طرح کافر کو مسلمان کہنا بھی اس سے کم نہیں کیونکہ حدود کفر و اسلام میں امتیاز بہر دو صورت لازم آتا ہے، اس لیے علماء امت نے ہمیشہ ان دونوں معاملوں میں نہایت احتیاط سے کام لیا ہے۔

آگے تحریر فرماتے ہیں :-

اس لیے تکفیر مسلم کے بارے میں ضابطہ شرعیہ یہ ہو گیا کہ جب تک کسی شخص کے کلام میں تاویل صحیح کی گنجائش ہو اور اس کے خلاف کی تصریح متکلم کے کلام میں نہ ہو یا اس عقیدے کے کفر ہونے میں ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف اندر اجتہاد میں واقع ہو، اس وقت تک اس کے کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے لیکن اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرے یا کوئی ایسی ہی تاویل و تخریف کرے جو اس کے اجتماعی معانی کے خلاف معنی پیدا کر دے تو اس شخص کے کفر میں تاویل نہ کی جائے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ۱۷

چنانچہ اکابر علماء امت کے اس تکفیر مسلم کے ضابطہ شرعیہ پر حضرت مفتی صاحب بڑی سختی سے کاہنہ رہتے تھے۔ اس کی مثالیں امداد المفتین، کتاب الایمان و اعتقاد اور جواہر لفقہ جلد ۱ میں اور مومن الافکار الیٰ اصول الکفار میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ذیل میں چند بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں موصوف لکھتے ہیں :-

یہ اشعار ایسے ہیں کہ اگر تاویل نہ کی جاوے تو ظاہر ان کا بزرگ ہے، اس لیے

جو بدھیتی حق کی تکفیر نہ کی جاوے۔ گمان اشعار کا پڑھنا سننا سب گناہ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے۔ آپ نے فرمایا لا تظرونی (مٹنا) یعنی میری طرح میں غلو نہ کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت مسیحؑ کی طرح میں غلو کیا۔ فقط ۱۵

ایک اور سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

اس شعر کا مطلب اور مضمون بالکل کفر ہی ہے اور شرک پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا پڑھنا بالکل حرام ہے۔ بالخصوص باندہ سمجھ کر پڑھنا دوسرا گناہ ہے لیکن چونکہ ضعیف می تاویل وحدۃ التوحید کے قافیے پر ہو سکتی ہے، اس لیے اعتیاد کرنے والے پر کفر کا فتویٰ نہ دیا جائے گا، جب تک اس کی زبان یا عبارت سے صراحت یہ معلوم ہو کہ یہ شخص بلا کسی تاویل کے اس شعر کو اپنے فہم ہی معنی میں استعمال کرتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے۔ یہ شخص شرعاً بدعتی ورفیق ہے اور پلوشہ سید پر اس کی تعزیر ضروری ہے۔ ایسے شخص کی امامت درست نہیں۔ لعافی الدر المنعثر وخلف فاسق والمبتدع۔ واللہ اعلم ۱۵

اسی طرح ایک اور سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں کہ

لفظاً مندرجہ سوال ”مسجد کے گولی مارو“ تو جین مسجد پر مشتمل ہے اور کلمہ کفر ہے۔ لیکن کسی جملہ کفر ہونا اور چیز ہے، اس کے کہنے والے کو کفر قرار دینا اور چیز ہے۔ اس لیے بعض کلمہ کفر زبان سے نکلتے ہی کسی مسلمان پر کفر و تہذیب کا حکم لگا دیتا ہے۔ بلکہ فسق کا فرض ہے کہ یہ دیکھے کہ اس کلام میں کوئی قوی یا ضعیف یا احمول ایسا بھی نکل سکتا ہے، جس کی بناء پر یہ شخص کفر سے بچ جائے۔ اگر نکلے تو اس پر واجب ہے کہ اسی پر فتویٰ دے اور اس شخص کو مسلمان کہے، کیونکہ مسلمان

کو کافر کہنا وبال عظیم ہے۔ اس لیے صاحب بحر الرائق نے باب المرتدین میں تصریح فرمائی ہے کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ کلمات کفریہ جاری کرنے کی وجہ سے کسی کو کافریہ کہوں گا۔ اور یہی معنوں شامی نے باب مذکورہ میں درج فرمایا ہے۔ اور جامع الفضلین باب کلمات الکفر میں بھی اسی کی تائید کی گئی ہے۔ ان فرض محض ان الفاظ مذکورہ کے کہہ دینے سے کفر و ارتداد کے احکام جاری کرنا صحیح نہیں، بالخصوص جب کہ کہنے والے کا حکم کلام یہی الفاظ ہر جگہ ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ۱۷

نیز آپ نے اس موضوع پر ایک کتاب الایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں اور ایک رسالہ تکفیر کے اصول ترتیب فرمائی ہے جو بڑے جامع اور مدلل بلکہ اپنی مثال آپ ہیں۔ حضرت مفتی صاحب الایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں "کے بارے میں خود رقمطراز ہیں :-

الحمد للہ یہ کتاب مسئلہ کفر و اسلام کی تمام ضروری مباحث پر حاوی ہے اور ازالہ شبہات کے لیے کافی ہے۔ ۱۸

اور رسالہ تکفیر کے اصول "جو اہل الفقہ جلد ۱ کا جلد ۲ بن کر شائع ہوا ہے۔ اس سلسلے کے بارے میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں :

"مولوی محمد شفیع صاحب نے اصول تکفیر میں ایک مختصر اور جامع مائع اور نافع رسالہ لکھا ہے۔ بعض اجزاء میں، میں بھی الجھتا تھا مگر ان کی تحریر و تقریر سے، قریب قریب مسئلہ صاف ہو گیا۔ ۱۹

جدید مسائل پر محاکمہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ جدید

۱۷ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔ جلد ۲۔ صفحہ ۵۴

۱۸ کتاب مذکورہ۔ صفحہ ۲

۱۹ جواہر الفقہ۔ جلد ۱۔ صفحہ ۱۹

مسائل کا قرآن و حدیث اور مجہور فقہاء کے اقوال کی روشنی میں محاکمہ فرماتے اور اس شرعی محاکمے سے قبل موصوفہ جدید مسائل کی ان کے ماہرین سے پوری تحقیق بڑی کدو کا دوش کے ساتھ فرماتے اور جب تک ماہرین کی تحقیقات پر اطمینان نہ ہو جاتا، فتویٰ صادر نہ فرماتے بلکہ مزید تحقیق فرماتے۔ چنانچہ آپ مشینی ذبیحہ کے متعلق فرماتے ہیں: "جب تک ان مشینوں کی صحیح صورت حال معلوم نہ ہو کوئی جواب دینا بیکار ہے۔" آگے موصوفہ رقمطراز ہیں: "ان حالات میں کسی مفروضہ صورت پر بحث فضول ہے جب تک کہ درآمد کی ہوئی مشین کی صحیح صورت حال معلوم نہ ہو کوئی فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔" لہ

اسی طرح آپ نے آلہ مکبر الصوت کے سلسلے میں فتویٰ صادر فرمانے سے پہلے کس قدر محنت اور جانفشانی کے ساتھ اس آلے کی تحقیق فرمائی۔ اس کی ایک جھلک آپ کو پچھلے صفحات میں نظر آنے لگی۔ (پوری بحث ملاحظہ ہو۔) آلات جدیدہ کے شرعی احکام

میز حضرت مفتی صاحب نے فونوگراف کے متعلق شرعی احکام تحریر فرمائے۔ حکم شرعی کئے سے قبل حضرت نے تحقیق فرمائی کہ گراموفون کب ایجاد ہوا اور کس نے ایجاد کیا ہے اور فونوگراف میں خاص صوت ہو بھی جاتی ہے یا وہ از خود کلمات قطع کرتا ہے؟ اور فونوگراف آلات طرب و مزامیر میں سے ہے یا نہیں؟ آلات طرب و مزامیر میں سے ہونے کے وجہ اور فونوگراف کے بعض آلات حاکم ہونے کے تحریر فرمانے کے بعد رقمطراز ہیں کہ دونوں جانب کے یہ وجوہ ہیں جن کی وجہ سے بحث کا فیصلہ فوراً طلب ہو جاتا ہے۔ لیکن مجدد الملت سیدی و سندھی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم نے مسئلہ زیر بحث کا جو فیصلہ احقر کے ایک عزیز کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے، وہی اہق بالقبول ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مزامیر اور آلات طرب میں خود ان آلات کی آوازیں بھی مقصود ہوتی ہیں، اگرچہ ان کے ذریعے سے کسی خاص کلام کی بھی نقل آتا رہی جائے۔ اور گراموفون کی آواز خود مقصود نہیں ہوتی بلکہ اصل ہی کا سماع مقصود ہوتا ہے، اس لیے اس آلہ کو ملا بھی حرام اور مزامیر میں داخل نہیں کیا جاسکتا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے فونوگراف کے شرعی احکام)

اس پوری کدو کاوش کے بعد حضرت مفتی صاحب نے فوٹو گراف کے متعلق پیش آنے والے حسب ذیل سات سوال کا مفہوم ان کے دل نشین جوابات تحریر فرمائے ہیں :-

- (۱) گراموفون میں عام راگ و مزامیر اور غزلیوں کا نغمہ سننا شرعاً کیسا ہے ؟
- (۲) کوئی مبتدع نظم یا نثر اس آلے کے ذریعے تفریحاً سننا شرعاً کی حکم رکھتا ہے ؟
- (۳) کسی ضروری اور مفید کام کو اس آلے کے ذریعے سے ضبط کر لینا اور پھر سننا جائز ہے یا نہیں ؟

(۴) گراموفون میں قرآن مجید سننا اور سننا جائز ہے یا نہیں ؟

(۵) اس میں جو قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اس کے وہی احکام ہیں جو عام تلاوت قرآن کے ہیں ؟

یا کھلا اور ؟

(۶) اس میں اگر کوئی آیت سجدہ تلاوت کر دی جائے تو سننے والوں پر سجدہ لازم ہوگا یا نہیں ؟

(۷) اس کے جس پیٹ (ریکارڈ) میں قرآن مجید کی کوئی سورت محفوظ ہو اس کو بڑھنوسچرنا

جائز ہے یا نہیں ؟

آپ نے ٹیپ ریکارڈر کے شرعی احکام پر گراموفون کے بعض احکام سے اس کے مختلف

ہونے کی وجہ سے ایک مستقل بحث فرمائی ہے۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ "ٹیپ ریکارڈر مشین جو حال میں عام ہوتی ہے اس کے ذریعہ ہر مسئلہ کی سوز کا ریکارڈ ایک ریل ٹیپ پر محفوظ کر لیا جاتا

ہے، پھر یہ ٹیپ ریکارڈ جب چاہیں مشین پر چڑھا کر وہی آواز سنی جا سکتی ہے جیسے گراموفون کے

کے ریکارڈوں سے سنی جاتی ہے۔ گراموفون کی طرح یہاں بھی چند سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کے

جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ مشین اپنی وضع اور عام استعمال میں کچھ گراموفون سے مختلف ہے

کہ گراموفون کا استعمال عام طور پر ہوا و لعب اور طرب کی مجلسوں میں تفریح طبع کے لیے ہوتا ہے، اس کی

مشین کا یہ حال نہیں، بلکہ عموماً اس کو مفید کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کوئی شخص اپنی بد مذاقی

سے گانے بجانے میں استعمال کر لیتا ہو تو اس کی وجہ سے اس مشین کو آلود و لعب کے حکم میں نہیں رکھا

جوابت کے لیے، جیسے فوٹو گراف کے شرعی احکام ص ۴۴، ملحق آلات جدیدہ کے شرعی احکام

جاسکتا جیسے گراموفون کے عموماً ہلو ولعب میں مستعمل ہونے کے سبب اس کو آدھت ہونے کے حکم میں سمجھا گیا ہے اس لیے اس میں پر حدوت قرآن اور دوسرے مفید مضامین کا پڑھنا اور اس میں ممنوعہ کرنا جائز ہے۔ نیز ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ جو آیت سجدہ منی جائے اس کے سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں اور اس ٹیپ کا بلا وضو چلونا بھی جائز ہے۔ ۷۹

اسی طرح آپ کے فوٹو گرافی کے شرعی احکام پر مستقل کتاب تحریر کی ہے جس میں آپ نے جاندار و بے جان کی تصویر کشی کے تمام پہلوؤں کو قرن وحدیث، تعامل صحابہ و تابعین اور اقبال ائمہ مجتہدین کی روشنی میں اجاگر فرمایا ہے۔ اس کا ایک جز آلاٹ جدیدہ کے شرعی احکام کے تحت بھی شائع ہوا ہے۔ اس میں آپ نے اصل مسئلے پر بحث فرماتے ہوئے تجدید پسندوں کے فوٹو گرافی کے حوالہ کے دلائل نقل کرنے کے بعد ہر دلیل کا ٹک ٹک جواب تحریر فرمایا ہے۔ پوری بحث کے اختتام پر لکھتے ہیں ”میری اتنی گزارش سے واضح ہو گیا کہ جن وجوہ کی بنا پر فوٹو گرافی اور فوٹو کو

حاصل اور جائز سمجھا جاسکتا تھا، ان میں سے ایک بھی قابل استدلال نہیں اور اس ضعیف بنیاد پر ایک حرام صریح کو حلال کر دینا، اتنی بڑی جسارت اور دلیری ہے کہ کسی فدا ترس مسلمان سے ممکن نہیں۔ بلکہ بدشائبہ اسی مضمون کی نظیر ہے جو بحوالہ حدیث اوپر گزر چکا ہے کہ اس امت پر کچھ لوگ نام بدل کر شراب پیئیں گے۔ بدشائبہ یہ بھی اسی طرح کی تصویر کا نام بدل کر اس کو حلال کرنا ہے۔ حق تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ اس بلا سے عظیم سے بچائے۔ ۸۰

اسی طرح آپ نے روزے میں انجکشن کا شرعی حکم تحریر فرمانے سے قبل ڈاکٹروں سے اس کی تحقیق کے بعد دلائل فقہیہ کی روشنی میں اس پر فتویٰ صادر فرمایا۔ آپ اسی کے متعلق ایک سوال کے جواب میں قسط ۱۱ میں جس سے آپ کے ماہرین سے تحقیق اور اس پر شرعی دلائل کی روشنی میں خاکہ کے جملہ پہلو نمایاں ہیں فرماتے ہیں کہ

ڈاکٹروں سے تحقیق کرنے سے نیز تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انجکشن

کے ذریعہ دوا جو ف عروق میں پہنچائی جاتی ہے اور خون کے ساتھ شریانیں (شریانوں) یا اوردہ (وریدوں) میں اس کا سر بیان ہوتا ہے۔ جو ف دماغ یا جو ف بطن میں دوا نہیں پہنچتی۔ اور فاد صوم کے لیے مفطر کا جو ف دماغ یا جو ف بطن میں بذریعہ منفذ اصلی پہنچنا ضروری ہے، مطلقاً کسی عضو کے جو ف میں یا عروق (شرانیں و اوردہ) کے جو ف میں پہنچنا مفسد صوم نہیں۔ فقہاء کی عبادتیں دو طرح پر تقریباً بلکہ حقیقتہً اس دعوے کی تصریح کرتی ہیں۔ اول تو یہ کہ فقہاء نے زخم پر دوا ڈالنے کو مطلقاً مفسد نہیں فرمایا، بلکہ جائز یا آئمہ کی قید لگائی ہے کیونکہ انھیں دو قسموں کے زخموں سے دوا جو ف دماغ یا جو ف بطن کے اندر پہنچتی ہے ورنہ جو ف عروق کے اندر تو دوسری قسم کے زخموں سے بھی دوا پہنچ جاتی ہے۔ دوسرے بہت سی جزئیات فقہیہ مسلمات فقہاء میں سے ایسی ہیں جن میں دوا وغیرہ مطلقاً جو ف بدن میں تو پہنچ گئی لیکن چونکہ جو ف دماغ یا جو ف بطن میں نہیں پہنچتی، اس لیے اس کا مفطر و مفسد صوم ہونا نہیں قرار دیا جیسے مرد کے پیشاب گاہ میں دوا یا تیل وغیرہ چڑھانے سے باتفاق ائمہ ثلاثہ روزہ قاسد نہیں ہوتا۔

اس کے بعد حضرت نے کتب فقہ کی عبارتیں بڑی بسط و تفصیل سے پیش کی ہیں۔ ۱۔ آلاء جدیدہ کے شرعی احکام میں حضرت مفتی صاحب نے انجکشن کی ایک واضح نظیر بھی تحریر کی ہے جو مسئلہ مذکور کے سمجھنے میں بڑی مدد و معاون ہے اور ایک کم عقل شخص بھی پڑھ کر صواب مذکورہ کو بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ رقمطراز ہیں:

یہ ظاہر ہے کہ انجکشن کا طریقہ نہ عہد رسالت میں موجود تھا نہ ائمہ مجتہدین کے زمانے میں، اس لیے اس کا کوئی صریح حکم نہ تو کسی حدیث میں مل سکتا ہے نہ ائمہ دین کے کلام میں۔ البتہ فقہی اصول و قواعد اور نظائر پر قیاس کر کے اس کا

حکم شرعی معلوم کیا جاسکتا ہے۔ سو اس کی وضع مثل یہ ہے کہ اگر کسی کو پتھر یا سانپ کاٹ لے تو یہ مشاہدہ ہے کہ زہر بدن کے اندر جاتا ہے، سانپ کا زہر تو اکثر دماغ ہی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور بعض جانوروں کے کاٹنے سے بدن پھول جاتا ہے جس سے زہر کا بدن کے اندر جانا یقینی ہو جاتا ہے، مگر دنیا کے کسی نفسیہ عالم نے اس کو مفید صوم نہیں قرار دیا۔ یہ انجکشن کی ایک واضح مثال ہے۔ بلکہ سنایا گیا ہے کہ انجکشن کی ایجاد ہی اس طرح ہوئی ہے کہ زہریلے جانوروں کے کاٹنے کا تجربہ کرتے کرتے اسی نتیجے پر پہنچا گیا ہے کہ دوا کا فوری اثر اس طرح بدن میں پہنچایا جاسکتا ہے۔ ۱۰

اسی طرح آپ نے ریڈیو پر تلاوت قرآن کریم سے متعلق احکام شرعیہ تحریر فرمائے ہیں جو اب سے قبل آپ لکھتے ہیں کہ ”ریڈیو عصر حاضر کی ایک ایسی ایجاد ہے جس کو اگر مجمع استعمال کیا جائے تو پوری دنیا کے لیے بڑی نعمت اور علمی، عملی، اخلاقی تربیت کے لیے بہترین ذریعہ ہے۔ لیکن افسوس کہ جن ہاتھوں میں اس کا انتظام ہے انھوں نے اس کو مفید خلق بنانے کے بجائے خالص تجارتی اغراض پر مقبول عوام بنانے کو ترجیح دی اور اسی لیے ہر اچھے بُرے مذاق کی تسکین کو اس میں ضروری سمجھ کر اس میں قصص و سرود اور فلمی گیت تک داخل کر دیئے، دین دار مسلمانوں کی ترغیب کے لیے اس میں تلاوت قرآن اور مختلف مضامین پر تقریریں، وغیرہ بھی شامل کر دیں۔“ اس تہدید کے بعد موصوف نے عام طور پر پیش آنے والے سوالات کے جوابات تحریر کیے ہیں، جن کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) ریڈیو پر تلاوت قرآن فی نفسہ جائز ہے، لیکن تلاوت کرنے والے کے پیش نظر وہ لوگ ہونے چاہئیں جو آداب تلاوت کی رعایت کرتے ہوں اور ریڈیو پر تلاوت کا معاوضہ لینا حرام ہے۔ البتہ اگر تلاوت کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ اور تفسیر بھی ہو تو پھر وہ تلاوت مجرودہ نہ ہے گی، تعلیم کی حیثیت اختیار کرے گی، اس کا معاوضہ لینا جائز ہوگا۔ یا ریڈیو کی ملازمت اختیار کرے۔

وہاں آنے جانے اور وقت کی پابندی وغیرہ کی تنخواہ لے اور تلاوت کو ثواب سمجھ کر کی کرے۔

(۲) ریڈیو سے تلاوت قرآن سننا بھی چہ نہ بے بشرطیکہ آداب قرآن کی پوری پابندی کا تم کو ہو

(۳) تیسرا سوال یہ ہے کہ قاری نے ریڈیو پر کوئی آیت سجدہ پڑھی تو سننے والوں پر سجدہ

تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب میں حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ ”ظاہر ہے کہ یہ آلہ حال میں ایجاد ہو ہے اس کا حکم مرتکب الفاظ میں تو کتب فقہ یا تفہیم کتاب و سنت میں ہو نہیں سکتا قواعد و اصول و مثل و نظ نہ ہی سے اس کا حکم دریافت کیا جاسکتا ہے۔ آج حضرت ”کتب فقہ“ سے نفذ تحریر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ

”فہماذ کی مذکورہ بالا تصریحات سننے کے بعد مسئلہ زیر بحث پر غور کیا جائے تو

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ریڈیو یا آلہ مکبر الصوت کی آواز بھی اگر مصنوعی و نہ مثل صوت

صدی کے قرار دیا جائے تو اس کے ذریعہ آیت سننے والوں پر سجدہ تلاوت واجب

نہ ہو۔ اور اگر اس کو متکلم کی اصل آواز قرار دیا جائے تو سجدہ تلاوت واجب ہو

اب یہ بات کہ آواز اصل ہے یا مصنوعی اس معاملے میں سائنس جدید کے ماہرین

کے اقوال خود مختلف ہیں۔ بعض اس کو اصلی آواز قرار دیتے ہیں اور بعض مصنوعی

کہتے ہیں جس کی مکمل تحقیق رسالہ ”مکبر الصوت“ میں مذکور ہے۔ اس لیے سجدہ تلاوت

کے باب میں احتیاط اسی میں ہے کہ سجدہ واجب قرار دیا جائے۔“

(۴) کہی نے ریڈیو پر السلام علیکم کہہ دیا تو بمقتضائے قواعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واجب

کی ادائیگی اس مرحلہ کہ سلام کرنے والے کو اس کا جواب معلوم ہو جائے سننے والے کی قدرت میں نہیں،

اس لیے وجوب جواب تو مطلق ہو جائے چاہیے، البتہ احتیاطاً جواب سلام دے دیں تو بہتر ہے کیونکہ

یہ ایک کلمہ دعا کا ہے اور دعا غائبہ بھی ہو سکتی ہے۔ تاہم ریڈیو پر سلام کرنے سے اجتناب

کیا جائے۔ لہ

اسی طرح حضرت مفتی صاحبؒ نے ہوائی رویت ہلال کی شرعی حیثیت پر فقہی دلائل اور

جدید ماہرین کی تحقیقات کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمایا، جس کا واقعہ یہ ہے کہ کراچی میں بدل میٹن پر بعض لوگوں نے ہوائی جہاز میں پرندہ کر کے (چاند) دیکھنے کا ہتھام کیا اور اس رویت کی بناء پر کراچی میں روزہ کا اعلان ہوا۔ اس پر اضراب پاکستان اور ہندوستان وغیرہ سے مختلف قسم کے سوالات آنے اور بل ستم نے اس پر شکارات کا اظہار کیا۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ ہوائی جہاز بدل کی شرعی حیثیت کو واضح کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ آلات جدیدہ یعنی ریڈیو، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، لاسکی، واٹرلیس، ٹیلی گرام وغیرہ کے ذریعہ آنے والی خبروں کا درجہ اور مقام کی شرعی حیثیت اور مریض کے بدن میں انسانی خون کا متحول اور اس سے متعلق مسائل نیز پائپ سٹم ٹینکوں کے پاک ناپاک ہونے کے احکام جدید تحقیقات کی روشنی میں بیان فرمانے ہیں جن کی تفصیلات طوالت کے باعث نقل نہیں کی گئیں جو آلات جدیدہ کے شرعی احکام میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

فقہی کتب کی مزاولت اور ان پر عبور

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کو کتب فقہ و فتاویٰ بار بار دیکھنے کی وجہ سے ان پر اس قدر عبور ہو گیا تھا کہ آپ اپنے عمر کے آخری ایام میں کتب فقہ کی مراجعت کے بغیر مشکل سے مشکل فتویٰ کے جوابات تحریر فرمادیتے تھے اور علالت کے زمانہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے سوال پڑھ کر سنایا جاتا، آپ فوراً برجستہ اس کا جواب تحریر کر دیتے۔ استاذنا المکرم حضرت مولانا مولانا صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ

ابھی ہوئے مسائل میں اکثر مراجعت کی ضرورت پڑتی تھی، اکثر متعدد لغات لے کر حاضر ہوتا، سوال کا خلاصہ سنتا، ادھر سے جواب مل جاتا، فتویٰ ہی دیر میں بہت سے مسائل حل ہو جاتے۔ آپ کو لغات تو جواب ہر سوال کا مصداق پایا۔ ۱۷

آپ سے علماء مشکل و رائج مسائل میں رجوع کرتے، آپ ان کی الجھی ہوئی گتیاں سلجھاتے

یہی وجہ ہے کہ آپ فقہی کتب پر عبور ہونے کی بنا پر فقہی اصول مستحضر ہو گئے تھے اور بعض مرتبہ انہی اصول کی روشنی میں جواب تحریر فرمادیتے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ احکام النمار کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں جس سے آپ کے فقہی کتب کی مزاولت اور ان پر عبور کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے اس رسالے کو صرف ایک دن میں اور وہ سفر میں مکمل فرمایا۔ فرماتے ہیں :-

یوں تو ہمارے سارے معاملات کی کثرت ہو گئی ہے اور ہوتی جاتی ہے جن میں قمار (مجا) شامل ہے، جس کو قرآن میں ایک حیثیت سے بُت پرستی کے برابر قرار دیا ہے۔ اس لیے دل میں تھا کہ قمار کے متعلق قرآن و حدیث کی وعیدیں اور اس کے مروجہ احکام رسالے کی صورت میں جمع کر دینے جائیں۔ اتفاقاً شعبان ۱۳۳۷ھ میں مجھے کراچی سے لاہور کا سفر کرنا ہوا۔ اور یہاں اتفاقاً طور پر چند روز قیام کرنا پڑا۔ اس فرصت میں اس مسئلے کا خیال آیا اور برنخودار عزیز مولوی محمد زکی سلیمان ناظم ادارہ اسلامیات لاہور سے اس کا ذکر آیا۔ انھوں نے اصرار کیا کہ اس فرصت کو غنیمت سمجھ کر اس وقت یہ رسالہ لکھ دیا جائے۔ بنامِ خدے تعالیٰ قلم اٹھایا اور بوعونہ تعالیٰ یکم شعبان روزِ شنبہ کو ایک ہی دن میں یہ رسالہ مکمل ہو گیا۔ اللہ اس کو ہم سب مسلمانوں کے لیے نافع و مفید بناوے۔ آمین

بندہ محمد شفیع خاں اللہ عز و جل یکم شعبان ۱۳۳۷ھ

اسی طرح آپ نے اپنی تالیف سنت و بدعت صرف دو دن میں مکمل فرمائی۔ آپ ہی کتاب کے مقدمے میں تحریر فرماتے ہیں کہ

بنامِ خدائے تعالیٰ (اس کو) شروع کیا تو دو روز میں بوعونہ تعالیٰ یہ زیرِ نظر رسالہ تیار ہو گیا ۵۷

۱۷ احکام النمار - مخدوم - مطبوعہ کراچی

۱۸ سنت و بدعت - مخدوم - مطبوعہ کراچی

نیز تنقیح العقول فی تصحیح الاستقبال جس میں سمت قبلہ سے متعلق علامہ مشرقی کی پید کردہ شکایات کا وضع جواب اور اس مسئلے کی مثبت انداز میں مکمل تحقیق ہے، جو آپ نے چند لکھنؤ میں تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ محدثی جناب سید مقبول حسین صاحب، بگڑی، جہانگیر آباد کے استغفار متعلق سمت قبلہ کا جواب ہے۔ اس رسالے کے بارے میں حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ

”اس کا جواب اتفاق کسی قدر مفصل لکھی گیا۔ موصوف بگڑی صاحب نے یہ جواب سیدی و مثنوی حضرت حکیم الامت تھانوی دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت والا دامت قضاہم و فواضلہم نے اس کو پسند فرما کر اس کا نام بھی تنقیح العقول فی تصحیح الاستقبال تجویز فرمایا۔ یہ محض حق تعالیٰ کا فضل تھا کہ ایک بے مایہ طالب علم کی ثبات کے ساتھ چند لکھنؤ میں لکھی ہوئی تحریر کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔“

رسالے کے بارے میں حکیم الامت مجدد امت حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کی تحریر منظر ہو :-
بعد الحمد والصلوة، میں نے اس فتوے کو دیکھا۔ مسئلہ زیر بحث میں کافی واقف پایا جس سے حرف ترفا متفق ہوں اور سہولت تعبیر کے لیے اس کو تنقیح العقول فی تصحیح الاستقبال سے ملقب کرتا ہوں۔“

کتبہ اشرف علی عفی عنہ ۴ ربیع الاول ۱۲۸۶ھ

آپ کی کتب فقہ میں بہارت تہامہ اور کامل عبور کی بنا پر دیگر جید علماء کے علاوہ آپ کے شیخ و مرشد مجدد الملت حکیم الامت حضرت تھانویؒ بھی آپ سے مشکل اور دقیق مسائل میں مرجعت فرماتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب اسی نوعیت کے ایک سول و جواب پر جو درجہ و ذانیہ کے وقف کے متعلق ہے، ذیل میں حاشیہ دے کر تحریر فرماتے ہیں :-

یہ سوال حضرت مجدد الملت حکیم الامت سیدی و مثنوی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ عزیز کا ہے جس پر لکھنے کی جرات بھی اپنی بے مائیگی کے

بادجو حضرت ہی کے اعاف و مکارم کی بنا پر ہو سکی ورنہ

کہاں میں در کہاں یہ نگہ بست گل !

حضرت والاقدس مدہ نے اس جواب پر تصدیق میں بالغ غازیل تحریر فرما کر اس کا ذکر
کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں ان کلمات کو آئندہ کے لیے قابل نیک اور باعث برکت
سمجھ کر نقل کرتا ہوں۔ ورنہ اس کی نقل بھی دشوار ہے :-

”السلام علیکم۔ دو مرتبیں ہوئیں اور دونوں بالذمہ، ایک
شبہ کا ازالہ، دوسرے اپنی تکبہ سے دین کی صحیح خدمت کرنے والے کا
مشاہدہ جس سے امید بندھ گئی کہ انشاء اللہ مت کے دست گیر ابھی
باقی رہیں گے۔ دل سے دعا، برکت ظاہرہ و باطنی کرتا ہوں۔“

اشرف علی ازتھاد بھون ۱۵

امت کے لیے رخصت و سہولت کا خیال

یہ عظیم ہستی، اکابرین و اسلاف کی آخری یادگار جس نے کرب و بے چینی کے عالم میں بھی ہمت
پر عمل کیا اور سخت ترین بیماری کی حالت میں بھی کثرت و بیشتر نمازیں پڑھوا دیں۔ ست و تحترم
مولانا عاشق ابی صاحب مدظلہم کی یہ بات ہم گزشتہ صفحت میں بھی لکھ چکے ہیں کہ ایب مرتبہ خدمت مفتی
صاحب رحمۃ اللہ علیہ سخت تکلیف میں مبتلا تھے۔ مولانا موصوف رقمطراز ہیں کہ مجھ سے دریافت فرمایا
کہ تیمم کرنے کی گنجائش ہے؟ میرے نزدیک نہ تھی لیکن تکلیف اس قدر شدید تھی کہ میں یہ کہنے کی
ہمت نہ کر سکا کہ وضو کرنا لازم ہے۔ تھوڑی دیر خاموش بیٹھ کر میں چلا آیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے
مفسوس فرمایا کہ وضو کے بغیر چارہ نہیں، چنانچہ وضو کر کے نماز ادا فرمائی اور مسجد میں مجھ سے فرمایا
کہ میں نے وضو کر لیا تھا۔

اس کے برخلاف دوسروں کے لیے تسہیل کا یہ عام ہے کہ اگر مٹے میں جواز کی کوئی گنجائش

نہیں ہے تو آپ سنت کی سہولت کی خاطر اصل مسئلے کا جواب لکھنے کے بعد اس کا کوئی حیدر جوڑ
تحریر فرمادیتے، تاکہ لوگ تنگی درپیش نہی میں مبتلا نہ ہوں۔ اسی نوعیت کے ایک سوال کے جواب
میں جو بہرہ مشن سے متعلق ہے آپ تحریر فرماتے ہیں :-

الجواب : قد فی لدر المختار . ولذا یستطیع فیہ ما فی عرض الہبد . شرائط الہبة کقبض
وافراز وعدم شیوع . ولو العوض مجاناً اولیہا (شامی باب الرجوع فی الہبة صفحہ ۷۸۸، جلد ۱)
وفی البحر الرائق من الرجوع فی الہبة صفحہ ۲۹۲ ج ۲۔ واثار بقولہ فقبضہ انما یشترط
فی العوض شرائط الہبة من القبض ولا فراز۔ عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ بہرہ العوض میں
بھی شیوع نہ ہے۔ ہند صورت بہرہ مندرجہ سوال جائز نہیں۔ البتہ ایک جیلے سے جائز ہو سکتا ہے۔
وہ یہ ہے کہ جائیداد مشرکہ کو بہرہ بہا کے ہاتھ فروخت کر دی جائے اور جب بیع تمام ہو جائے تو پھر ان
کو اس کی قیمت سے بری کر دیا جائے۔ کذا ذکرہ الشامی فی کتاب الہبة۔ فقط ۱۷

مواقت اہرام کے سلسلہ میں ہندو پاکستان سے جانے والے بحری عازمین حج کے لیے غم و غم
نے جہہ سے اہرام باندھنے کو ناجائز و موجب دم قرار دیا۔ اس کے بخلاف حضرت مفتی صاحب نے بحری
مسافروں کے لیے اس کو ترجیح دی کہ جہہ تک اہرام کو مؤخر کرنا اور جہہ سے باندھنا کوئی گناہ ہے
نہ اس سے دم لازم آتا ہے۔ جو تہمین سنت کی میں دلیل ہے۔ ۱۸

اسی طرح آپ نے حج بدل کرنے والے کے لیے ملا علی قاریؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے فتویٰ کے
خلاف فتع کرنے کی تجاویز دی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ

”اگرچہ میں حیث دلیل رجحان اس کا معلوم ہوتا ہے کہ حج بدل میں آمر کی
اجازت سے قرن و تمتع دونوں جائز ہوں اور فقہاء متقرنین میں صاحب لبیب
اس کے حاشیہ حبیب وغیرہ میں سنی کو اختیار بھی کیا گیا ہے۔ مگر ملا علی قاریؒ اور
اور حضرت کتبوی قدس سرہ کا فتویٰ اس سے مختلف ہے، وہ تمتع کو باذان آمر

بھی جائز قرار نہیں دیتے۔ معاملہ اگلے فرض کا نہ رک ہے اس لیے ستیہ طہارہ رک ہے جہاں تک ممکن ہو رجم بدل میں افراد یا قرآن کی جانے، متع نہ کریں۔ لیکن اس زمانے میں حج و عمرہ کرنے میں عام آدمی آزاد نہیں کہ جب اور جس وقت چاہیں جا سکیں اور طویل احرام سے بچنے کے لیے یہ حج کے بائیل قریب سفر کریں۔ بعض حکومتوں کی پابندیاں شدید ہیں اس لیے اگر کسی حج بدل کرنے والے کو وقت سے زیادہ پہلے حج جانے کی مجبوری ہو اور احرام طویل میں واجبات احرام کی پابندی مشکل نظر آنے تو اس کے لیے متع کر لینے کی بھی کفایت ہے۔ ورنہ سب سے زیادہ علم

نیز حج بدل کے ایک درمستے میں جس میں علم کا اختلاف ہے، آپ نے اس میں سے ہون واسیل کو اختیار فرمایا۔ مسئلہ یہ ہے کہ جس شخص پر پہلے سے حج فرض نہیں تھا، اگر کسی دوسرے کی طرف سے حج بدل پر چلا گیا اور اسی کی طرف سے احرام باندھ کر مکہ معظمہ میں داخل ہو تو بیت نہ کے پاس پہنچنے سے اس کے ذمہ اپنا حج فرض نہیں ہوگا کیونکہ وہ اس حالت میں مکہ مکرمہ پہنچا ہے نہ دوسرے کی طرف سے احرام باندھنے کی بنا پر اپنا حج کرنے پر اس کو قدرت نہیں۔ اور واپسی کے بعد غریب ہونے کی بناء دوبارہ جانے کی قدرت نہیں۔ اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اگرچہ اس کے ذمہ پہلے سے حج فرض نہیں تھا مگر بیت اللہ کو دیکھنے سے اس پر حج فرض ہو گیا اس لیے اس پر لازم ہے کہ سال بھر وہیں ٹھہرے اور اگلے سال اپنا حج کر کے واپس آئے۔ (غنیہ)

آج کل چونکہ نہ قیام طویل اختیار میں ہے، نہ اس کے وسائل اختیار میں، اس لیے پہلے قول پر عمل کیا جاسکتا ہے، بحیثیت دلیل بھی وہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام کی رخصت و سہوت کے لیے بے ضرورت مذہب خفیہ کے علاوہ دوسرے مذاہب پر فتوے صادر فرمانے تاکہ لوگ تنگی اور بد حال میں مبتلا ہو کر کہیں دین سے بے نیاز نہ ہوجائیں۔ حیدرآباد جبرہ اسی سبب سے ایک کڑی ہے جس میں آپ نے اپنے شیخ و مربی فقہ الفتن حضرت حکیم الامت مولانا محمد نوری علیہ الرحمہ کے ساتھ مل کر کام کیا اور اس کی تحقیق و سعی فانی تصفیہ و

حیلاً تا جہ میں دیکھی جاسکتی ہیں

نیز آپ نے علماء کی تسہیل کے لیے دوسرے مذاہب پر فتویٰ دینے کے حدود کے موضوع پر ایک رسالہ لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا، اس کی ابتداء تمہید بھی لکھ دی تھی اور اس کے لیے مختلف کتب سے آپ نے اس موضوع سے متعلق عبارات کے حوالے بھی جمع فرمائے تھے، انھوں کو موصوف اس کی تکمیل نہ فرما سکے ۔ ۱۵

اسی طرح حضرت والا مسائل کی سہولت کے پیش نظر، عربی سوال کا جواب عربی میں اور فارسی سوال کا جواب فارسی زبان ہی میں تحریر فرمادیتے، تاکہ مسائل کو دشواری و پریشانی نہ ہو، جن کی بے شمار مثالیں نظائر امداد المفتین اور جواہر الفتح میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

فقہی مشاورت کا قیام اور اس میں شرکت

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ اپنے رسالہ اعضاء انسانی کی پویند کلامی کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”فقہی مسائل میں اجتماعی خود فکر کا سلسلہ قرون اولیٰ سے چلا آتا ہے جن مسائل میں قرآن و سنت کے اندر کوئی نفع مرتب نہیں ہے، ان میں قرآن و سنت ہی کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لیے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زہدین و اہل بیت نامہ دیا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس کا حکم قرآن و سنت میں مذکور نہیں تو اس میں ہمارے لیے کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا،

شاوَرُوا الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِينَ وَلَا تَمْضُوا
فِیْهِ رَأْیَا خَاصَّةً۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط
ورجالیہ موثقون من اہل الصحیح،
کذا فی مجمع الزوائد للہیثمی)

اس میں فقہاء اور عابدین سے مشورہ کر کے کوئی
رائے قائم کرو، انفرادی رائے کو نافذ نہ کرو۔ ۱۶

حدیث طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کی ہے۔
لما من حدیث حافظ بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث کے
سبب دہلوی مستند اہل حدیث کے رجال ہیں۔

۱۷۸
۱۶

اس حدیث کے مقتضیات پر عمل کرتے ہوئے مختلف زمانوں میں علماء امت کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ نئے پیش آنے والے احکام دینیہ خصوصاً اجتماعی نوعیت کے مسائل میں باہمی غور و فکر، مشورہ اور بحث و تمحیص کے بعد کوئی فتویٰ دیتے تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا عمل بھی اسی پر تھا۔ فقہی مسائل کی تحقیق کے لیے انھوں نے ماہر فقہاء عابدین کی جو مجلس بنائی ہوئی تھی اس کا مقصد بھی یہی تھا۔ مغلیہ حکومت کے دور میں فتاویٰ، لکھنؤ، جیسی عظیم الشان کتاب بھی اسی طرح مرتب ہوئی۔ آخر دور میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کا طریق کار بھی یہ تھا کہ نئے پیش آمدہ مسائل میں، بالخصوص ان مسائل میں جو عالمگیر ادراجمائے اہمیت کے حامل ہوں، محض اپنی انفرادی بلکہ پراعتماد فرمانے کے بجائے وقت کے ماہر فقہاء عابدین سے مشورہ فرماتے تھے اور موافق و مخالف تمام پہلو سامنے آنے کے بعد کوئی فتویٰ دیتے تھے۔ نئے فقہی مسائل کی تحقیقات کے لیے آپ نے حوادث الفتاویٰ کے نام سے ایک مستقل سلسلہ شروع کر رکھا تھا اور ان میں سے بیشتر مسائل میں آپ کا طریق کار یہی تھا۔ غورتوں کے مصائب و مشکلات کو دور کرنے کے لیے الحیلۃ الناجزہ بھی اسی طرح تعریف ہوئی جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تفقہ اور دینی بصیرت کا نتیجہ ہے۔

یوں تو زندگی ہر دم دلائل و ہیمن دواں ہے اور ہر نیا نیا نہ اپنے ساتھ نئے مسائل اور نئے حالات لے کر آتا ہے، لیکن خاص طور سے مشین کی ایجاد کے بعد سے حالات نے جو پٹا کھایا ہے اس نے زندگی کا کوئی گوشہ متاثر ہونے بغیر نہیں رہ سکا۔ اس نے انسانی زندگی کے ہر شعبے میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کی ہیں اور ہر علم و فن میں نئے مسائل پیدا کر کے تحقیق و تفتیش کے نئے میدان کھولے ہیں۔ اسی ضمن میں ایسے ہمیشہ فقہی مسائل بھی پیدا ہو گئے ہیں جن کا صریح حکم قرآن و سنت یا فقہانے امت کے کلام میں موجود نہیں اور ان کا حل تلاش کرنے کے لیے فقہ اور اصول فقہ کی روشنی میں تحقیق و نظر کی ضرورت ہے اسی وجہ سے آج شاہد اور الفقہاء والعابدین کے ارشاد حدیث پر عمل کرنے کی ضرورت شاید پچھلے تمام زمانوں سے زیادہ محسوس کی جا رہی ہے۔ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ عالم اسلام کے چہرے فقہاء عابدین جن کی فقہی بصیرت، علم و عمل، تدبیر و تقویٰ اور معاملہ فہمی پر پوری امت اسلامیہ کو اعتماد ہو، مشترک طور سے ان مسائل پر غور و فکر کریں، لیکن آج پورا عالم اسلام جن سیاسی اور معاشرتی الجھنوں میں گرفتار ہے، ان کے پیش نظر، یہ بات ممکن نظر نہیں آتی۔ بحالات موجودہ علماء کے ہاتھ میں

لئے وسائل بھی نہیں ہیں کہ وہ ایک ہی ملک کے فقہاء عابدین کو جمع کر کے یہ کام انجام دے سکیں۔ لیکن مالا بدرك كلاً لا يترك كلاً کے پیش نظر صرف کراچی کے علماء نے اس کام کے لیے ایک غیر رسمی جماعت بنائی ہوئی ہے، جس میں کراچی کے تین ممتاز دینی درس گاہوں دارالعلوم کراچی مدرسوہ اسلامیہ یوناؤن اور اشرف المدارس ناظم آباد کراچی کے ماہر اہل فتویٰ شریک ہیں۔ یہ جماعت ابھی تک عام جماعتوں کی رسمی پابندیوں اور عہدہ و منصب کے ضابطوں سے بے نیاز نہایت ملوکی کے ساتھ اپنا کام انجام دے رہی ہے۔ تینوں اداروں کے اہل علم و فتویٰ وقتاً فوقتاً مل کر بیٹھتے ہیں نئے مسائل پر غور و فکر اور بحث و تحقیق کرتے ہیں، مسئلے کے تمام گوشوں کا غیر جانبداری کے ساتھ مطالعہ ہوتا ہے اور ہر شخص خوب کھل کر اپنی رائے پیش کرتا ہے اور جب کوئی مسئلہ طے ہو جاتا ہے تو اس کو دلائل کے ساتھ لکھ لیا جاتا ہے۔

اس طرح یہ مجلس کئی فقہی مسائل طے کر چکی ہے، جو انشاء اللہ رفتہ رفتہ شائع کیے جائیں گے۔ فی الحال مریض کو خون دینے اور تبادلۂ اعضا انسانی کا مسئلہ شائع کیا جا رہا ہے، جس کے لیے ملک و بیرون ملک کے اہل فتویٰ کے پاس سوالنامہ بھیج کر ان کی تحقیقات بھی جمع کی گئی اور باہم بحث و تحقیق کے بعد مسئلے اترنے مرتب کیا ہے۔ دوسرے طے شدہ مسائل میں بیمہ زندگی، بے سود کی بکاری، پراویڈ فنڈ اور اس کے سود کے احکام، مواقیب حج، مشینی ذبیحہ وغیرہ شامل ہیں۔ ان کو بھی اسی طرح شائع کیا جائے گا اور ملک و بیرون ملک کے اہل فتویٰ کے پاس بالخصوص بھیجا جائے گا۔ اگر کسی طرف سے کوئی مؤثر تحقیق ان کے خلاف میں آئی تو اس پر فکر و غور کے بعد بطور ضمیمہ شائع کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو مفید اور نافع بنائے اور اپنے اُن بندوں کو راہِ صواب کی ہدایت فرمائے جو اس کی مریفات کی تلاش و جستجو کرنا چاہتے ہیں۔ ھو حسبی و فعد الوکیل

اب تقریباً تمام مذکورہ مسائل شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں سے بعض مستقل طہ پر شائع ہوئے ہیں اور بعض کو جواہر الفقه کا جزو بن کر شائع کیا گیا ہے۔ الحمد للہ یہ حضرت مفتی صاحب کی قلم کردہ مجلس مشاورت اب تک قائم ہے اور اسی طرح یہ غیر رسمی جماعت نہایت سادگی اور حسن و خوبی کے ساتھ اپنا کام انجام دے رہی ہے!

فصلہ الحمد ولہ الشکر

دارالعلوم کراچی میں دارالافتاء کا قیام اور تخصص فی الفقہ کے شعبہ کا احیاء

شعبان ۱۳۷۸ھ میں نہایت بے سرو سامانی کے عالم میں صرف ایک استاذ اور چند طلباء سے محلہ نانک وڑہ کی ایک عمارت میں مدرسہ اسلامیہ قائم ہوا جس کو دارالعلوم کراچی کہا جاتا ہے۔ اس کا مرکزی مقام کورنگی ٹاؤن ہے۔ اور قیام دارالعلوم کے ساتھ شعبہ افتاء بھی قائم کیا گیا، جو دارالعلوم کا ایک نہایت اہم شعبہ ہے جس سے سالانہ ہزاروں فتاویٰ پاکستان، ہندوستان، افغانستان، ایران، عرب، افریقہ، براہ، سنگاپور اور دوسرے ممالک میں جلتے ہیں۔ اور خود شہر کراچی میں زبانی اور تحریری سوالات کی تعداد اتنی ہے کہ شب و روز اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

دارالعلوم کا تعلیمی فائدہ تو صرف ان لوگوں کو پہنچتا ہے جو دارالعلوم میں حاضر ہو کر تعلیم حاصل کریں، لیکن اس شعبے کا فیض ہر ملک کے ہر مسلمان حاضر و غائب کے لیے عام ہے اور دارالعلوم کی خداداد مقبولیت کے سبب عام مسلمانوں کا اس طرف رجوع ہے جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس شعبے کی پوری ذمہ داری باوجود شبانہ روز مشغلہ کے براہ راست صدور بانی دارالعلوم مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے لی ہوئی ہے، جن کو دنیا نے اسلام کے فاعل مرکز دارالعلوم دیوبند میں پندرہ سال تک اکابر علمائے امت کے زیر سایہ ذمہ دارانہ طور پر فتاویٰ کی خدمت کرنے اور تقریباً تیس چالیس ہزار فتاویٰ اس زمانے میں اپنے ہاتھ سے لکھنے کی وجہ سے ایک عالم گیر شہرت اور خداداد مقبولیت حاصل ہے۔ مفتی صاحب موصوف دارالعلوم سے پہلے بھی کراچی میں جس جگہ رہے آپ کا مکان ہمیشہ ایک دارالافتاء بنا رہتا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ اس زمانے کے فتاویٰ کی نقل رکھنے کا کوئی اہتمام نہ ہوسکا۔ قیام دارالعلوم کے بعد محمد راشد اس کو ایک مستقل شعبے کی حیثیت دے کر نقل فتاویٰ کا انتظام کیا گیا، ایک مستقل نائب مفتی رکھے گئے۔ یہ نقل شدہ فتاویٰ کسی وقت ایک بہت بڑا بھی سرمایہ ہو جائے گا۔ اہتمام سالانہ ایک جو فتاویٰ درج رجسٹر ہوئے، ان کی تعداد بے شمار ہے زبانی فتاویٰ اس کے علاوہ ہیں جن کی تعداد اس سے کم نہیں ہوگی۔ کیونکہ اس کا سلسلہ دن رات ٹیلی فون کے ذریعہ بھی جاری رہتا ہے۔ طریقہ کار یہ ہے کہ جو مقامی حضرات زبانی یا تحریری طور پر مسائل

دریافت کرتے ہیں انھیں بانی یا تحریری جواب دے دیا جاتا ہے اور جو یہ وہی حضرت توبی کا بیٹا یا غفر
ارسل کرتے ہیں انھیں بذریعہ ذک جواب دے دیا جاتا ہے۔ یہ شعبہ دارالافتاء ابتداءً نائیکس ورہ کی
عمارت کے ایک پھوٹے سے کمرہ میں قائم کیا گیا تھا، اس کے بعد مرکزی مقام کو رنجی میں حضرت مفتی صاحب
کے منتقل ہو جانے کے بعد آپ کے ساتھ شعبہ دارالافتاء کو بھی وہاں منتقل کر دیا گیا اور نائیکس ورہ میں
آپ کے زیر نگرانی ایک نائب مفتی مقرر کر دیا گیا۔ سہ

تخصّص فی الفقہ

اہل علم سے مخفی نہیں کہ فتویٰ نویسی ایک مستقل فن ہے۔ صرف کتب متداولہ پڑھ لینے سے
یا کسی درس گاہ سے فارغ ہو جانے سے یہ فن حاصل نہیں ہوتا، بلکہ فراغت کے بعد اس کی ضرورت
ہوتی ہے کہ کسی ماہر مفتی کی سرپرستی میں فتویٰ نویسی کے اصول اور اس کا تجربہ حاصل کیا جائے۔ اسی
غرض سے مثال ۳۸۸ سے دارالعلوم کراچی میں شعبہ تخصّص فی الفقہ والافتاء کا باقاعدہ آغاز کیا گیا
اگرچہ اس سے قبل بھی دارالعلوم میں ترمین افتاء کا کام کسی خاص اہتمام کے بغیر کرایا جاتا رہا ہے،
جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔ شعبہ تخصّص میں طلباء کے کام کی مدت دو سال ہے۔ پہلے سال چھ
پرچے پڑھائے جاتے ہیں اور دوسرے سال سات پرچے۔

سال اول

پہلا پرچہ ————— اصول فقہ

کتب درسی :- الاحکام فی اصول الاحکام للامدی (قسم ثالث فی المبادی الفقہیہ والاحکام
الشرعیہ۔ از صفحہ ۸۰ تا ۸۰۳ - جلد اول)

کتب مطبوعہ :- (۱) شرح جمع الجوامع للسلک (مبحث الاحکام - ۲) الاحکام فی اصول الفقہ (مکتبہ
قسم ثالث و مباحث فتاویٰ ۱۳۱، الموافقات للشاطبی (اولین)

دوسرا پرچہ ————— اصول فتویٰ

سہ و سہ تخصّص از سالانہ روزنامہ دارالعلوم کراچی شعبان ۱۳۸۷ھ

کتب درسی :- مقدمۃ الدر المختار باعانت شامی (۲) شرح عقود رسم المفتی، لابن عابدین۔

(۳) الاحکام فی اصول الاحکام للآئدی القاعدۃ النثر فی المجتہدین و احوال المفتین

والمستفتین از صفحہ ۱۳۹ جلد سوم تا آخر کتاب

کتب مطالعہ :- الفتویٰ فی الاسلام للشیخ جمال الدین العاسمی (۲) معین القضاۃ والمفتین (۳)

نشر العرف لابن عابدین۔

تیسرا پرچہ ————— فقہ و فتویٰ

کتب مطالعہ :- (۱) الفتاویٰ الخیرۃ یا تنقیح الخامدیہ (۲) امداد الفتاویٰ (کامل) (۳) فتاویٰ

دارالعلوم (کامل) (۴) فتاویٰ رشیدیہ (کامل)

چوتھا پرچہ ————— تاریخ فقہ

کتب مطالعہ :- (۱) مقدم ابن خلدون امباحث متعلقہ تفسیر، حدیث، فقہ و اصول (۲) مقدمہ

لنصب الزاویہ للشیخ الکوثری (۳) الفوائد البہیۃ للشیخ عبدالحی

پانچواں پرچہ ————— تمرین افتاء

فتویٰ نویسی اور اس دوران تمام کتب فقہ و حدیث سے حسب ضرورت استفادہ۔

چھٹا پرچہ ————— معاشیات

عہد حاضر کے معاملات اور خوردت الفتاویٰ سے واقفیت کے لیے معاشیات کا فقہ

درسا بطور تعاریر پڑھایا جائے گا، جو فقہ سے متعلق ہے۔ عنوانات درج ذیل ہیں :-

دولت، اس کی پیدائش - تقسیم اور میلاد - نظامِ زند - بیکاری - افراط و تفریط -

مالیات عامہ - بین الاقوامی تجارت - قانون معاہدہ - شرکت کمپنی - دستاویزات

قابل انتقال -

سال دوم

پہلا پرچہ ————— اصول فقہ

کتب تدریس :- الاشباہ والنظائر (الغن الاوّل فی القواعد) باعانت حموی

کتب مطالعہ :- (۱) مجلۃ الاحکام الودلیۃ (حصۃ القواعد) (۲) تلخیص الاعتقاد للشاطبی (۳) بیام

الابداع في مضار الابتداع

مُدرّس پرچہ ————— فقہ وقادّی

کتاب مطالعہ :- الاشباہ والنظائر (از فقہ ثانی تا آخر) باعانتِ حموی (۲) مجلۃ الاحکام العدلیۃ
(حصہ قوانین)

تیسرا پرچہ ————— تقابلِ فقہ وقانونِ جدید

کتاب مطالعہ :- المقارنات التشریعیۃ (۲) التشریح الجنالی الاسلامی

چوتھا پرچہ ————— تمرین افتاء

حسب سابق

پانچواں پرچہ ————— فقہی مقالہ

فقہ یا اصول فقہ کے کسی موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ - یا فتاویٰ کے کسی مجموعے کی ترتیب،
تبویب، تجرید یا تہذیب -

چھٹا پرچہ ————— قانون

درس بشکل تقاریر :- (۱) اصول قانونِ جدید مع نصف - (۲) قانونِ شہادت - (۳) قانونِ استعقال
جامداد -

مطالعہ :- قانونِ بیع مال (۲)، قانونِ امانت (۳)، قانونِ وادرسّی خاص (۴)، قانونِ ثمارت -
اس کے علاوہ سال دوم میں ایک تقریری امتحان بھی ہوگا، جس میں حوادث الفتاویٰ کی
معلومات کی بطور خاص جانچ کی جائے گی۔

اساتذہ

یہ شعبہ براہِ راست حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی نگرانی میں ہے جو بعض اہم اسباق
خود پڑھانے کے علاوہ تمرین افتاء کا کام بھی خود ہی کراتے ہیں۔ آپ کے علاوہ دارالعلوم کے بعض ماہر
اساتذہ اپنے زیادہ اوقات اسی شعبے میں صرف کرتے ہیں اور تدریس کے علاوہ طلباء کے مطالعہ کی
نگرانی، ان کی مشکلات کے حل اور فتویٰ نویسی و مقالہ نگاری میں ان کی مکمل رہنمائی کریں گے۔

شرائط داخلہ

- (۱) اس شعبے کے لیے صرف وہ طلباء اپنی درخواستیں پیش کریں جو :-
 - (الف) کسی معروف دینی درس گاہ سے اعلیٰ درجے میں فارغ التحصیل ہوں۔
 - (ب) اُردو تحریر و انشاء کی اچھی صلاحیت کے حامل ہوں۔
 - (ج) فقہ اور اصول فقہ میں خصوصی استعداد و مناسبت رکھتے ہوں۔
- (۲) تقریری امتحان داخلہ مندرجہ ذیل کتابوں میں لیا جائے گا :-
 - بیضاوی یا حلالین - صحیح بخاری - ہدایہ کامل - شرح معانی - مختصر المعانی -
 - مقامات حریری - سلم العلوم اور میبذی -
 - اس کے علاوہ اردو تحریر و انشاء کی صلاحیت کا بھی امتحان کیا جائے گا۔

وظیفہ

جو طلباء امتحان داخلہ میں کامیاب ہو کر اس شعبے میں داخل ہوں گے انھیں فراغت تک پچاس روپے ماہانہ وظیفہ دیا جائے گا۔ ۱۰

مذکورہ بالا نصاب تخصص میں ۱۳۹۰ھ میں ترمیم و اضافہ کیا گیا۔ ترمیم شدہ نصاب حسب ذیل ہے، جسے شوال ۱۳۹۰ھ سے جاری کیا گیا۔ جو اب تک جاری ہے۔

سال اول

پہلی سہ ماہی :- مطالعہ (۱) امداد الفتاویٰ کامل (۲) فتاویٰ رشیدیہ کامل
 دوسری سہ ماہی :- مطالعہ (۱) مقدمۃ الدلائل المختار و رد المختار (۲) شرح عقود رسم المفتی (۳)
 الاحکام فی اصول الاحکام (القائدۃ الثالثہ) فی الجہدین و احوال المفتین و المستفتین
 از صفحہ ۱۳۹ جلد سوم تا آخر کتاب۔ (۴) الفتویٰ فی الاسلام للشیخ جمال الدین قاسمی
 (۵) الفتاویٰ الخیرۃ۔

تیسری سہ ماہی :- مطالعہ (۱) امداد المفتین کامل (۲) رسائل فقہیہ فقہریت مشورے سے تیار کی

جائے گی۔ (۳۱) مقدمہ نسب الراہیہ للشیخ الکوثری (۱)۔ (۴) سراجی مع التمرین و تمرین افتاء (درساً)۔
نوٹ :- تصوف کی ایک کتاب دونوں سالوں میں جاری رہے گی جو حضرت مفتی صاحب درسا پڑھائیں
کے غلطہ ازیں قصد السبیل اور تعلیم الدین کا مطالعہ خود کریں گے۔

سال دوم

پہلی سہ ماہی :- (۱) تاسیس النظر (مطالعہ)۔ (۲) تنقیص الاعتصام للشاطبی (الابداع فی مضار
الابتداع) (مطالعہ)۔ (۳) معین الاحکام (مطالعہ)۔ (۴) فتویٰ نویسی۔
دوسری سہ ماہی :- (۱) الاشباہ والنظائر (از فقہ ثانی تا آخر)۔ (۲) مشق فتویٰ نویسی۔
تیسری سہ ماہی :- (۱) فقہی مقالہ مع فتویٰ نویسی۔

تحفہ فی الفقه مستفید ہونے والے طلباء

حسب ذیل طلباء نے اس شعبے سے استفادہ کیا، جن میں سے بعض طلباء نے مذکورہ دوسالہ
نصاب کی تکمیل سے قبل ہی اپنے بعض اعزاز کی بناء پر دارالعلوم کراچی سے چلے گئے اور بعض نے
بڑی دلچسپی کے ساتھ اس شعبے میں کام کیا اور پورے دوسالہ نصاب کی تکمیل کی۔

۱۳۸۰ھ

- | | |
|-----------------------------|----------------------------|
| (۱) مولوی محمد یوسف چانگامی | (۵) مولوی محبت اللہ ارکانی |
| (۲) " احرار الزمان | (۶) " محمد رفیع عثمانی |
| (۳) " محمد امین کوٹوی | (۷) " محمد تقی عثمانی |
| (۴) " عبد اللہ ارکانی | (۸) " جمال الدین سندھی |

۱۳۸۱ھ

- | | |
|---------------------------|--------------------|
| (۱) مولوی عبداللطیف ڈیروی | (۵) مولوی پہرہ خان |
| (۲) " بحر العلوم | (۶) " محمد مدثر |
| (۳) " محمد حسین | (۷) " منیر احمد |
| (۴) " احرار الزمان | (۸) " اکبر علی |

۱۳۸۲ھ

(۱) مولوی منیر احمد

۱۳۸۳ھ

(۱) مولوی عبدالباقی

(۲) " عبدالعزیز

(۳) " حبیب الرحمن

۱۳۸۶ھ

(۱) مولوی حبیب الرحمن ہزاروی

(۲) مولوی عبدالصمد ہزاروی

۱۳۸۶ھ

(۱) مولوی شہنواز بن عبد الرحمن کوٹوی

(۲) مولوی محمد حبیب اللہ جھنگوی

۱۳۸۹ھ

(۱) مولوی عبدالظاہر افغانی

(۳) مولوی محمد عبدالحمید ڈھاکوی

(۲) " جلال الدین ایرانی

(۵) " عبدالرشید سراوانی

(۳) " خان محمد سراوانی

(۶) " محمد عبدالمنان فریدپوری

۱۳۹۰-۹۱ھ

(۱) مولوی اسحاق اللہ سواتی

(۶) مولوی محمد جعفر احمد کلائی

(۲) " محمد رفیق ڈھاکوی

(۱۴) " عبدالغنی ایرانی

(۳) " سراج الدین اکیانی

(۸) " عبدالرؤف سکروی

(۴) " محمد صادق الاسلام کلائی

(۹) " غلام محمد قندھاری

(۵) " محمود اشرف عثمانی

۱۳۹۲-۹۳ھ

(۱) مولوی عبدالملک کراچی

(۳) مولوی عبدالغفور کراچی

(۲) " محمد عبدالغفار ارکانی

(۴) " محمد ظاہر شاہ چیمہ والی

- (۵) مولوی رحمت کریم سرحدی
(۶) رفیق احمد کراچی ۱۳۹۳ھ
- (۷) مولوی امین اشرف کراچی ۱۳۹۵ھ
- (۸) مولوی منیب احمد کراچی ۱۳۹۶ھ
- (۹) مولوی نعمت اللہ چترالی
(۱۰) انصار رضا ۱۳۹۷ھ
- (۱۱) مولوی شیخ رحیم الدین دکنی ۱۳۹۸ھ
- (۱۲) مولوی عبداللہ کراچی
(۱۳) محمد مصطفیٰ کراچی
(۱۴) محمد عبدالشکور صاحب
- (۱۵) مولوی شفیق احمد کراچی
(۱۶) سراج الدین کراچی
- (۱۷) مولوی صبار دانش حیدرآبادی
(۱۸) مولوی محمد اسلم
- (۱۹) مولوی انور شاہ بخاری
(۲۰) عبدالنسان سلہٹی

جرات مندی و بے باکی

حضرت مفتی صاحب موصوف قدس سرہ کی جرات مندی و بے باکی کا اندازہ معاصر جماعتوں اور فرقوں پر اظہار خیال سے کیا جاسکتا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۹، جس میں آپ نے سیاسی جماعتوں اور فرقوں خصوصاً کانگریس اور سیرت کمیٹی کے خلاف ایسے وقت فتویٰ صادر فرمایا، جب کہ وہ پورے شباب اور باجم و عروج پر تھیں اور ظاہر ہے کہ ایسے وقت ان کے خلاف فتویٰ دینا اپنی موت کو دعوت دینا تھا لیکن پھر بھی آپ نے بلا خوف و تردد تمام فقہی جزئیات کا احاطہ کر کے بالذرائع فتویٰ صادر فرمایا، اور اس قسم کے ایک دو نہیں سینکڑوں فتوے آپ نے صادر فرمائے جس کی پاداش میں

آپ پر طعن و تشنیع کی گئی اور آپ کو ان کی وجہ سے سکا لیت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن آپ اپنے مشن کی راہ میں کسی کی پرواہ کیے بغیر اسے پورے انہک اور دشمن و غولی سے آخری یہ تک انجام دیتے رہے ذیل میں تیشلا مزید چند نظائر پیش کی جاتی ہیں۔

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان سابق صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان، کے دورِ حکومت میں تب خلاف شریعت عائلی قوانین نافذ کیے جانے والے تھے، ۱۹۶۱ء میں، حضرت مفتی صاحبؒ نے ایک نامی خط صدر پاکستان کو لکھا اور ساتھ ہی ان قوانین پر دلائل شرعیہ کی روشنی میں تبصرہ اور متبادل تجاویز تحریر فرمائیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ خود رقمطراز ہیں کہ

”مقصود کی اہمیت اور معاملے کی نزاکت کے پیش نظر اس قدر نے یہ صورت اختیار کی کہ مطالبہ احتجاج کی راہ چھوڑ کر جناب صدر مملکت کی خدمت میں ایک ہمدردانہ مشورے کی صورت میں ایک معروضہ پیش کیا، جس کے ساتھ اس قانون کے خلاف قرآن و سنت ہونے کو اختصار کے ساتھ ظاہر کر کے عرض کیا کہ یہ بطور نمونہ کے چند دلائل قرآن و سنت سے لکھے گئے ہیں۔ اگر مزید تحقیق کی ضرورت ہوگی تو وہ بھی پیش کی جائے گی۔“ (مزید تفصیلات جواہر الفقہ جلد ۲ صفحہ ۱۵ تا صفحہ ۶۰ دیکھی جاسکتی ہیں)

اس سے قبل غیر منقسم ہندوستان میں حکومت برطانیہ کی طرف سے زمینوں کی شخصی ملکیت کے خلاف ایک بل پیش ہوا تھا، اس زمیندارہ بل پر حضرت مفتی صاحبؒ نے ایک تنقیدی مقالہ تحریر فرمایا، جو اخبار صدق لکھنؤ، تنویر لکھنؤ، احسان لاہور وغیرہ میں شائع ہوا تھا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ

”حال میں یوپی گورنمنٹ نے زمینداری ختم کرنے اور زمینوں کو ملکیت شخصہ سے نکالنے کا جو قانون پاس کیا ہے اور سنا جاتا ہے کہ بجگال میں بھی یہ قانون زیر تجویز ہے۔ یہ اسی اصولِ اشرکیت کی ایک قسط ہے جو قرآن و حدیث کی تعلیمات کے بالکل مخالف اور ماسکین اراضی پر ظالمانہ دستبرد ہے۔ مسلمانوں کو اس کی حمت کسی طرح کسی حال روا نہیں۔ یہ بات اگرچہ بالکل واضح اور قرآن و حدیث پر ادنیٰ نظر رکھنے والے کے لیے بالکل جلی ہے، اس پر کسی برہان و بینہ یا فتویٰ اور دلیل

کی ضرورت نہیں :- ۱۵

آپ آگے صفحہ ۳۱۶ پر سوال ۱۴ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”بیشک مسلمانوں پر لازم اور واجب ہے کہ اس لوٹ اور غصب کے خلاف مقصد بھر پوری کوشش کریں۔ بھوں کہ اس کا پس منظر اگر غور سے دیکھا جائے تو قطعاً زمینوں کی لوٹ نہیں، بلکہ مطلقاً مذہب اور تمام مذہبی شعائر کا ہدم ہے کیونکہ یہ قانون جس نظریے کی پہلی قسط ہے وہ سوشل ازم کا نظریہ ہے جس میں کسی چیز کا کسی شخص کی شخصی ملکیت نہیں رہتی۔ اگر خدا خواستہ یہ راستہ کھلا تو کوئی شخص کسی چیز کا مالک نہیں رہتا اور جب مالک نہیں رہتا تو عبادات، مالیہ، زکوٰۃ و صدقات، حج اور اوقاف سرے سے ختم ہوئے جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ جس ناپاک سرزمین سے اس نظریے کی ابتدا ہوئی اس میں سب سے پہلے مطلقاً مذہب اور خدا پرستی کے خلاف کھلی جنگ کی گئی۔ خدا پرستی اور مذہبیت کو سب سے بڑا جرم قرار دیا گیا۔ اس لیے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس قانون کے منسوخ کرنے میں اپنی طاقت و قدرت کے موافق پوری کوشش کریں۔“

اسی طرح حضرت نور اللہ مرقدہ نے حق تصنیف اور حق ایجاد کی شرعی حیثیت پر ایک مقالہ تحریر فرمایا جس میں موصوف نے حکومت کے اس حق تصنیف و ایجاد کو ناحق اور ظلم قرار دیا۔ اس پوری بحث کا آخر میں آپ خلاصہ لکھتے ہیں کہ

”خلاصہ یہ کہ درحقیقت حق تصنیف و ایجاد کوئی ایسی چیز نہیں جو ملک و ملک خاص ہو سکے۔ ایک شخص ایک کتاب یا کوئی نئی ایجاد دیکھ کر اپنی ملک اور اپنی محنت سے اس کی نقل اتار لے تو اس کو روکنا ایک امر مبطل کو روکنا ہے جس کا وہ شخص حق دار ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ روکنا ظلم ناروا ہے :- ۱۶

اسی طرح بعض اہل تجدد نے پنجاب اسمبلی میں ایک بل برائے منظوری پیش کیا تھا جس کا

حاصل یہ تھا کہ بیٹے کی موجودگی میں یتیم پوتے کو میراث نہ ملنا اسلامی تعلیمات اور انصاف کے خلاف ہے، لہذا اسے بھی میراث دلائی جائے۔ حضرت قدس سرہ نے بلا خوف و تردد لایم اس کا شرعی اور عقلی دلائل سے جواب دے کر ہر اشکال کو دور فرمادیا ہے۔ سید داؤد غزنوی، مہتمم مدرسہ دارالعلوم، نقویہ الامان، لاہور و ممبر پنجاب اسمبلی فرماتے ہیں کہ

حضرت مفتی صاحب نے پوتے پوتی کے وارث ہونے کے مسئلے پر جو آج کل پنجاب اسمبلی میں پیش ہے جو جواب تحریر فرمایا ہے وہ باوجود مختصر ہونے کے جامع، مدلل اور سکت ہے۔ **بِزَوَاہِ الشَّرْعِ نَزَّاعاً**

اور حضرت مفتی صاحب نے صرف تردید کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ آخر میں انھیں مستنبط فرمایا کہ ہمارا مشورہ پنجاب قانون ساز اسمبلی کو یہ ہے کہ وہ اس قانون شریعت میں جو باجماع امت ثابت ہے، ترمیم کا خطرناک اقدام ہرگز نہ کرے کہ اولاً یہ خود اس کی اپنی اسلامی حیثیت کے منافی ہے، ثانیاً عوام میں بلاوجہ ایک نیا اضطراب پیدا کرنے کا موجب ہے۔ اس مسئلے میں مسلمانوں کی تمام جماعتیں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی اور اہل حدیث وغیرہ سب ہی متفق ہیں۔ صرف وہ چند لوگ اس مسئلے میں اختلاف رکھتے ہیں جو قرآن کو تعلیمات رسولؐ سے پیچھے کر کے اپنی ہوا و خیالات کا تابع بنانا چاہتے ہیں، جن کی مسلمانوں میں نہ کوئی تعداد ہے، نہ کوئی علمی یا عقلی حیثیت۔ **وما علینا الا البلاغ** ۳

اسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے غیر منقسم ہندوستان میں ایک سوال کے جواب میں جس میں آپ سے دریافت کیا گیا تھا کہ اسکول میں مسلمان لڑکوں کا ہندو لڑکوں کے ساتھ ان کی مخصوص دین میں شریک ہونا کیسا ہے؟ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مسلمان لڑکوں کو اس پر اتھنا میں شریک ہونا ہرگز جائز نہیں اگرچہ ہندی کلمات بھی ہوں اور اگرچہ وہاں کوئی چیز اسلامی عقائد کے خلاف بھی نہ ہو کیونکہ

تعلیمات اسلامیہ کا ایک اہم جزو یہ ہے کہ اپنی وضع قطع اور طرز معاشرت میں،
اور بالخصوص عبادات میں دوسری قوموں سے اپنا امتیاز مذہبی قائم رکھیں اور
اس کے خلاف کرنے کی شریعت میں ممانعت ہے ۱۷

نیز ایک سوال کے جواب میں جس میں آپ سے دریافت کیا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حالات طیبہ بطرز ناول لکھنا کیسا ہے؟ سائل نے اسی قسم کے ایک ناول کے بعض اقتباسات
بھی تحریر کیے تھے۔ آپ جواباً کہتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ

”یہ ناول سخت بے باکی و گستاخی سے لکھا گیا ہے اور بہت سے گناہوں کا
مجموعہ ہے..... لہذا اس کی اشاعت اور دیکھنا پڑھنا سُنا وغیرہ سب ناہائز
ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے رسائل کی اشاعت بند کرنے کی کوشش کریں ۱۸
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ ۱۹

لغزشیں اور ان کا تدارک

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ العزیز اوصافِ کمالیہ کے باوجود جو بات معلوم نہیں ہوتی،
آپ اس کا مرتکب القاطب میں اعتراف فرما لیتے تھے۔ آپ نے ایک سائل کے سوال کے جواب میں
تحریر فرمایا کہ کوئی مرتکب نواب فقیر اس میں نظر سے نہیں گزری لیکن حدیث میں ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار عند کل خلص و دفع اور شرح منیر وغیرہ میں اس تکبیر کی یہ صورت لکھی ہے
کہ حرکت انتقال کے ساتھ شروع ہو اور ختم حرکت پر ہو۔ حیث قال بان یکون ابتداء التکبیر
عند ابتداء الخوض وانتھائہ عند انتھائہ (گہری صفحہ ۳۱۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرکت
انتقال سے پہلے تکبیر ختم کر چکا تو کھڑے ہونے کے وقت دوبارہ تکبیر کہنا چاہیے۔ ۲۰
اسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ کسی سائل کے مطلع کرنے سے یا از خود کسی سوال کے جواب میں

۱۷ امداد الفتین۔ کتاب الذکر والدعاء، صفحہ ۱۰۴ پر تفصیل دیکھیے۔ ۱۸ ایضاً۔ صفحہ ۷۰۳

۱۹ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔ جلد ۲، صفحہ ۲۳۵

کے بعد اس جواب میں کسی غلطی یا تسامح پر اطلاع ہوتی تو آپ بلا کسی جھجک اور بلا خوف و ہراس
اس سے رجوع فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ خود رقمطراز ہیں :-

حضرات علماء اور ارباب فتویٰ سے باادب درخواست ہے کہ ان فتاویٰ میں
جس جگہ کوئی غلطی یا خامی محسوس فرمادیں، سیری زندگی میں تو مجھے مطلع فرما کر ممنون
فرمادیں کیونکہ احقر نے اپنے فتاویٰ اور جملہ تصانیف کے متعلق سیدی حضرت عظیم
الامت قدس سرہ کے مشورے اور تجویز کے موافق آپ کی تصنیف ترتیب الراجحہ
کی طرح ایک مستقل سلسلہ بنام اختیار الصواب فی جمیع الابواب شروع کر دیا ہے
جو امداد المفتین کا ضمیمہ ہو گا۔ اس میں اپنے فتاویٰ اور تصانیف میں جس جگہ
کوئی ترتیب و اصلاح خود اپنی نظر ثانی سے یا کسی بزرگ کے ارشاد سے سمجھ میں آئے
ہی وہ درج کر دی جائے گی تاکہ اس کی طبع جدید کے وقت اصلاح میں آسانی ہو۔
اور میرے انتقال کے بعد جب تک مکتبہ دار الاشاعت جاری رہے اس کے ناظم
کو مطلع فرمائیں کہ وہ علماء کے مشوروں کو بصورت حاشیہ ان کے مواقع میں ثبت
فرمادیں واللہ سبحانہ و تعالیٰ اسئل الوقایۃ من الغوایۃ وان لا یجعلنی
من الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا و ہم یتحسبون انہم یحسبون
صنعاء نہ بحرف ساختہ سرخوشم، نہ بنقش بستہ مشوشم
نفسے بیاد تومی زخم، پر عبارت و پر معانیم

واللہ ولی التوفیق، و ہوبہ حقیق، ونعم الرفیق فی کل طریق ﷺ
چنانچہ آپ اسی عنوان اختیار الصواب فی مختلف الابواب کے تحت ایک سوال کے جواب
میں تحریر فرماتے ہیں کہ

جناب کا سوال اور امداد الفتاویٰ اور فتاویٰ رشیدیہ کے جوابات اور مولانا ظفر محمد
صاحب کا جواب دیکھا، ان سب کو دیکھ کر اب یہی صواب معلوم ہوتا ہے کہ نماز بخارہ

قبور کے درمیان بھی جائز ہے اور کراہت صلوٰۃ بین المقابر صلوٰۃ حقیقہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ صلوٰۃ جنازہ عام صلوٰۃ کے مفہوم میں درحقیقت داخل نہیں۔ اس کے لیے مستقل دلیل کی ضرورت ہے اور مستقل دلیل اس کی کراہت بین القبور پر کوئی نہیں ہے بلکہ صلوٰۃ علی القبر کا جواز اس کے جواز کی دلیل ہے۔ اس لیے پیسے جواب سے رجوع کرتا ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وجز کم

اللہ تعالیٰ علی ما نبہتمونی ۛ

اسی طرح آپ نے ایک سوال کا جواب تحریر فرمایا جو حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب اور حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی علیہ الرحمہ کے جواب سے مختلف تھا، جس کا حاصل یہ ہے کہ "غیر اللہ کی تعظیم و تعزب کے لیے کسی جانور وغیرہ کو نامزد کرنے کی تینوں صورتیں اصل فعل کے اعتبار سے تو بالافتق حرام و ناجائز ہیں۔ اور اس جانور کے حرام ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ پہلی دونوں صورتیں جن میں غیر اللہ کے لیے خون بہانا مقصود ہے، ان میں یہ جانور بھی بالافتق حرام ہے۔ اور تیسری صورت جس میں غیر اللہ کے لیے جان لینا مقصود نہیں بلکہ صرف ان کے نام پر چھوڑنا مقصود ہے جیسے اکثر مند و پسے، بتوں یا گنگ و غیرہ کے نام پر چھوڑتے ہیں۔ یا بعض مسلمان اولیاء اللہ کی قبوں پر نذر مان کر چھوڑ دیتے ہیں جیسے شیخ مدو کا بکرا وغیرہ۔ اس کے متعلق صراحت فقہاء حنفیہ کے کلام میں کوئی تصریح نظر سے نہیں گزری، اسی لیے علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات اس کو اپنی اصل پر رکھ جائز قرار دیتے ہیں اور جواز کے لیے صرف اجازت مالک کو کافی سمجھتے ہیں۔ اور بعض حضرات اس کو بھی نذر لیا اللہ کے ساتھ ملحق سمجھ کر حرام قرار دیتے ہیں اور بحیثیت دلیل یہی راجع معلوم ہوتا ہے کیونکہ مذکورہ غیر اللہ اور سائب وغیرہ میں کوئی وجہ فرق کی معلوم نہیں ہوتی۔ اس لیے اس بارے میں احتیاط ہی لازم ہے۔ یہ بعد میں جب صحیح صورت حال سامنے آئی تو آپ نے اپنے اس مذکورہ بالا فتویٰ سے رجوع فرمایا۔ رقمطراز ہیں۔

انھیں اب فقہ راسخ کے نزدیک بھی وہی فتویٰ ہے جو مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی اور حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کاسوں میں نقل کیا گیا ہے یعنی تیسری صورت میں مجازت مانگ جواز کیلئے کافی ہے۔ اس لئے صورت مندرجہ سوال میں جو بزرگان کاٹ کر مالک نے ملازمین رزق یا مندر میں بسنے والے خداموں کے حوالے کر دیئے وہ اسی تیسری صورت میں داخل ہیں، ان کا ذوق نہ کرنا اور خریدنا پھر ذبح کر کے کھانا، سب جائز ہے۔ واللہ المستعان وعلیہ السلاۃ وبیہد العصمة والصواب وهو اعلو بالحق فی کل باب ۵

اسی طرح حضرت مفتی صاحب نے آکر مکبر الصوت کے نماز میں استعمال پر ابتداء فساد نماز کا حکم تحریر فرمایا تھا، لیکن ابتداء عام اور آخرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے حکم فساد سے اختلاف کی بناء پر از سر نو تحقیق اور غور و خوض کے بعد آپ نے حکم فساد نماز سے رجوع فرمایا۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ

”۳۴۹ھ میں دارالعلوم دیوبند کی خدمت فتویٰ اس ناکارہ خلاق کے پڑھ کر گئی، اس وقت اس آراء کا استعمال اور زیادہ عام ہو چکا تھا۔ اطراف ملک سے آنے والے اس کے متعلق سوالات آتے رہتے تھے، اس لیے اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھ جائے، جس میں دیوبند کے سابق فتویٰ اور حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کی تائید و تصویب کو مزید شرح و تائید کے ساتھ ضبط کر لیا گیا اور یہ رسالہ مستقل صورت میں شائع ہو گیا۔ دیوبند، سہانپور، تھانہ بھون کے علماء نے عام طور پر اس کی موافقت فرمائی لیکن میرا یہ رسالہ جب حضرت الاستاذ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے پاس پہنچا، جب کہ وہ دھیل ضلع سورت کے جامعہ اسلامیہ میں صدر مدرس کے فرائض انجام دے رہے تھے، آپ نے رسالہ پڑھ کر اصرار کیا کہ ایک والا نامہ تحریر فرمایا، جس میں فساد نماز کے حکم سے

اختلاف کا اظہار فرمایا

جدید تحقیق کے بعد حضرت "علامہ" نمازیں آئمہ مکمل العقوت کے استعمال پر اصرار کی نفی کرنے کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ

اس مسئلے دو جزو ہیں، ایک یہ کہ نمازیں آئمہ مکمل العقوت کا استعمال کیسا ہے؟
اس کا جواب اسی مسئلے میں اُدھر لکھ چکا ہوں کہ اس کے مفاسد اس کی مصلحت سے
بہت زیادہ ہیں اِشْعَمَ اَکْثَرُ مِنْ نَفْعِهَا کا مصداق ہے۔ اس کے استعمال پر
پانچ مفاسد شدیدہ کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اس لیے نمازیں اس سے اجتناب کرنا چاہیے
اور ترک و منع ہی کا فتویٰ دینا چاہیے۔ دوسرا جزو یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی ضرورت یا
مجبوری سے یا اپنی رائے سے اس آئمہ کی آواز پر نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہوگئی یا فاسد
واجب الاعلاء ہے؟ اس معاملے میں کافی غور و تحقیق اور علماء سے مراسلت و
مراجعت کے بعد رائے اصرار کی یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اعادہ لازم نہیں۔

اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے اس کے وجوہ بیان فرمائے ہیں۔

نیز حضرت مفتی صاحب نے ۱۳۹۵ھ میں مولانا مودودی صاحب درجاعت اسلامی فقہی اظہار
خیال فرمایا اور ان کے متعلق اس سے قبل کی تمام تحریرات کو، جو اس کے موافق نہیں، منسوخ قرار دیا اور
ان سے رجوع فرمایا۔ لکھتے ہیں کہ

میری سابقہ تحریرات اگر اس تازہ تحریر کے موافق ہوں تو فہما اور اگر سابقہ تحریرات
میں کوئی چیز اس کے خلاف محسوس ہو تو اسے منسوخ سمجھا جائے۔ اور اب میری رائے
کے حوالے کے لیے صرف ذیل کی تحریر پر اعتماد کیا جائے!

(نوٹ :- اس کے بعد قاضی محمد تقی صاحب نے حضرت مفتی کی فقہی تصانیف کا مختصر تعارف دستِ یک تھا لیکن چونکہ ان
تصانیف کا تذکرہ حضرت مولانا محمد اشرف خان صاحب کے مقالے "حکمرانِ امت" کے علمی ہاشمیں، مولانا بدایون شاہ ترمذی
صاحب کے مقالے مفتی اعظم کی تفسیر کی حدیث اور مدیر البلاغ کے مضمون "میرے والد، میرے شیخ" میں تفصیل سے آچکا ہے،
اس لیے اس حصے کو حذف کیا جاتا ہے!)

مولانا مفتی محمد صاحب کی نوی

حضرت کا مفتی مقام

الحمد لله ونفعی و سلام علی عبدہ الدین اصطفیٰ لما بعد

رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت میکم ابی مسیٰ مجدد الملة مولانا محمد شرف علی صاحب تھانوی کی وفات ہوئی تو مولانا
غیاث الدین صاحب سابق مفتی خانقاہ شریف مولانا بشیر علی صاحب مہتمم اعظم اور بعض صاحبان علمی نے خانقاہ میں یہ
ذکر ہوا کہ جو غلامانہ عظیم جو بیاد ہے غل غل نیو تو کچھ تو اس کے پر کر نیکی تدبیر ہوئی چاہیے۔ حضرت نے عرض کیا
کہ خانقاہ شریف میں چار کام تہذیبی یا زہد پر ہو سکتے ہیں ۱۔ تربیت و اصلاح ۲۔ قادیانی و تصانیف ۳۔ دوا و غلو
و غفلت ان چاروں کے ذرا اعلیٰ پیمانہ پر انجام لینے کے لیے ہر دو ہی بزرگ سمجھتے ہیں آئندہ میں حضرت مولانا
غیاث الدین صاحب "حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب" حضرت مولانا غلام احمد صاحب کا قیام بعض موانع کی
وجہ سے دشواری ہے حضرت مفتی صاحب پر زور دیا جائے کہ قیام فرما لیں تو یہ چاروں کام اسی شان کے قریب کیے
جو سکے ہیں یہ بات سب سے پسند فرمائی اور چونکہ مفتی صاحب کے تشریف لے جانے کی خبر قریب سماعت انتظار ہوئے
لگا تشریف لائے تو سب سے پہلے کش کی یعنی سب کا اتفاق ہوا کہ ان چاروں شعبوں میں شیخ غلام شمس
ابن ایک مہینے کے مفتی صاحب کی ایک شرط سے اسے منع کیا کہ والدہ صاحبہ دیوبند چھوڑنے کی اجازت

ہیں پھر عبادت نہ بیٹھتے یہ کام نہ کیا۔ پانچویں ایک کام کی اور تجویز مبنی جو وقتاً فوقتاً حضرت کے یہاں ہوتا رہا ہے کہ پورے ملک میں جو کوئی ہت کسی اخبار رسالہ منسلک، مستقار میں اسلام مذہب یا مسک کے خلاف شائع ہو فرد اس کی تحقیق میں سے شائع کر دی جائے مگر سب کا رد و گنج گو خود ہرادیہ کام، انجیل میں بیٹھتے بیٹھتے۔ نہ دوستانہ نہ پاکستان چھٹی بات رفیق کی شکل سے شکل کے تیرن کا درس اور پھر در علم و دیہندہ کا درس تھا۔ ۲- ۵۴ میں احقر نے خانقاہ شریعت میں افتاء کا مشورہ کیا تھا۔ ایک دفعہ تشریف آوری پر فرمایا بیگم قمار سے متعلق دوبار تعجب ہوا ایک اس پر کہ خانقاہ شریعت کے فتاویٰ کا ہر جہاں ملک میں فتویٰ کو پھیل کر شائع ہے حضرت نے ایک ایسے شخص کے متعلق کیسے کر دیا جس نے گروہ مذہب مدرسہ کی کتب مکتبہ کا رد و گنج نہیں کیا تھا لیکن حضرت اقدس کی تجویز مبنی خاموش رہا۔ دوسری بار اس پر تعجب ہوا کہ گنجیہ کا رد و گرنے کے باوجود تم نے اس غریب سے اسے کیونکر انجمن مت دیا مفتیوں میں ایک کا فتویٰ دوسرے کے پاس آتا جا رہا ہے رہتا ہے جب دیکھنا قومیت تعجب ہوا۔

۱۳۱ احقر نے اسی یعنی وہاں شریعت سے متعلق مسائل کا ثبات حضرت قدس سرہ نے تجویز فرمایا تھا حضرت مولانا غلام احمد صاحب نے اس کو شروع کیا پھر ڈھاکہ قیاد کر بیٹھتے سے وہ رو گیا تو حضرت اقدس نے اس کی تقسیم یہ کر دی منزل ۱۵۰ حضرت مولانا غلام احمد کی منزل ۱۵۰ احقر کے متعلق منزل ۱۵۰ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے اور منزل ۱۵۰ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کے متعلق فرمودی یہاں تک کہ زمانہ میں حضرت مفتی صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں آئے تو بعض اور مسائل عطا کر آداب کے متعلق بھی پیش کئے تو فرمایا جرم مسئلہ بھی نہ آیت سے نکلنے لکھا جہتے۔ احقر کو خدمت کی یہاں ہی میں فرصت کو کہہ جوتی تھی خود حضرت قدس نے بھی کچھ آیات سے غرض مسائل کے شمارہ کھرانے تھے اور مفتی صاحب پر کچھ شروع کیا تھا بعد وفات حضرت زاد علی تو بعد یہ رشاد پر ہم قہم کے مسائل لکھنے شروع کر بیٹھے۔ حضرت مفتی صاحب ایک دفعہ تشریف لائے تو وہاں ٹیپسٹریٹ نے میرا مسودہ دیکھنے کے لیے فرمایا دیکھا اور فرمایا کتاب کا حق تو یہاں ہے جسے تم نے لکھا ہے مگر ادب نے فقط فقہی مسائل کیلئے ہے جسے میں بڑا فرق پڑ جائیگا تم بھی صرف فقہی مسائل لکھو تو میں نے دوسرے مسائل میں جس سے کاش پید اور آئندہ صرف فقہی کتب شروع کئے ایک منزل میں مفتی تہذیبی کے انکس میں لکھا کہ آید اور وہ کتاب رہ گئی وہ منزل جس میں طبع نہیں ہو سکی منزل نمبر ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸

(۷) بعض دفعہ کسی مسئلہ میں جواب تک مگر دل مطمئن نہ ہوا تو کہہ دیا کہ اس شخص کے اہل ہمارے ملک کے دو بزرگ ہیں حضرت مولانا غفر احمد صاحب اور حضرت مفتی صاحب وہاں فریفتی بھیج دیں اور جواب آئے اسے حق تکمیل اور مجھے بھی مفتی کر دیں کہی باریا ہو گھرا ب کیا کروں حیران و پریشان ہوں حضرت مفتی صاحب کی وفات کے اصل تو اس کام میں گئے ہونگے شاید نقصان ہو رہا ہے اس کی کوئی قافی لغز نہیں کئی عام گروں کو تو رشتہ بتانے والے بہت سے مفتی اور علماء و محدثین مگر غرض ان کی شکلات کامل کرنے کرے اللہ تعالیٰ ہی جمل عطا فرما سکتے ہیں۔

(۸) ایک دفعہ ایک عورت کا خط تھا دھمکن میں آیا اپنی مشکل کے حل کا مسئلہ پر چا میری مجھ میں مل نہ آیا حضرت قدس سرہ حیات تھے عرض کیا، فرمایا ہاں ہے بہت پیچیدہ ہے مولوی شیعہ کو بھیج دو اس سے جواب آجائے گا ایسا ہی کیا جواب آیا پیش کیا تو بہت پسند فرمایا اور دعا دی اس وقت معلوم ہوا کہ اس فن میں حضرت مفتی صاحب کا کیا درجہ تھا۔ فن والے کا درجہ ماہر فن ہی جانتا ہے۔

(۹) عربی درسوں میں ہمیشہ تخراب کم اور کام زیادہ ہوتا ہے خیر کام تو سب انجام دیتے ہیں مگر جن کے اہل معیاد متعلقین کافی ہوں یا ان کا محل بھی نہ عشرت کی زندگی کا ہو وہ مجبور ہوتے ہیں کہ کوئی اور بھی کام ساتھ لگا لیں تاکہ تنگی ترشی سے سابقہ نہ پڑے۔ جب ہر حق ایک کام میں آدمی نہ لگے ہوگا تو ظاہر ہے کہ اس کی علمی ترقی میں کچھ نقص ضرور آئے گا میرزا قادی حیر ہے کہ میں اس وجہ سے جمعہ ساتھیوں کے پیچھے رہ گیا مگر میں قدر شکر کرتا ہوں حیرت ہوتی ہے کہ حضرت مفتی صاحب تجارت کتب کی مشغول کے ساتھ علم و فضل میں مجموعوں سے کیسے بہتتے گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اوقات امداد و رباغ میں عیب برکت عطا فرمائی تھی کہ دونوں کام نہایت عمدہ چپاز پر سداں ہو کر گئے۔ ایں سعادت برزور بازو نیست۔ تانہ بختہ خدا کے بخشندہ۔ پھر اس علم و فضل کے ساتھ باطن میں بھی اعلیٰ درجہ پر فائز رہے یہ ایک زندہ کرامت کے سوا اور کیا کہی جاسکتی ہے۔

(۱۰) علم دین کے مرقوم علیہ اہل شیعہ وہ دکار علوم و فنون اور پھر دس دغلا تصنیف و تالیف وغیرہ سب علمائے دین حسب قوت و محنت کرتے رہتے ہیں مگر بعض کو کسی سے ایک طبعی گناہ ہوتا اور وہ اس فن میں عاجز اور سبک دین مرقی کر جاتا ہے۔

دارالعلوم دہلیہ جالیشا بلکہ کل دنیا میں دین و علم کا مرجع ہے اس کے فتاویٰ کا کام معمول کام نہیں مگر حضرت والا کی طبعی مناسبت نے اوقات میں بہت جلد امداد انتہائی درجہ حاصل کر لیا کہ بعض آپ کے ساتھی بلکہ بعض پسے کے معین مفتی معین ہی رو گئے تحلیل کرنے پہنچ سکے۔ بلکہ اگر ارباب دارالعلوم و جرائد انیس تو صحیح بات

یہی ہے کہ حضرت مفتی صاحب کے بعد اعداد کے شعبہ افتاء میں جعفر علی خان صاحب اور آجنگ بیگم کے چلبیسے تھا۔ پھر نہ میں سکا۔ چنانچہ مفتیوں کے ساتھ ایک دوسرے کے عزائم سامعین پہنچتے رہتے ہیں یہ حالت کام کرنے والوں کو بھی معلوم ہوتے ہیں۔ یہ دولت پاکستان کے حصے میں آگئی تھی اور خود نے بالکل بجا حق تلفی جو دیا تھا اب پاکستان بھی اس سے محروم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کو ثقیل قدس سہہ وہ چکر مٹی الیہ پڑے کہ کھٹے ہیں۔

(۱۱) باطن کے علاج کا پتہ تو اسی وجہ کے بزرگوں کو ہو سکتا ہے، ولی، اولیٰ میں شناسد، یحییٰ جہارت پاس یکسر معیار آسان ترین ہے جسے کہ ستر بزرگوں نے ان کو کیا درجہ دیا تو حضرت قاضی قدس سرہ نے ضعیفہ مذہبیہ سے فرودینا سب سے بڑی شہادت ہے اور غلطی میں سے اس انتخاب میں ان کا آجائیں کہ اصلاح کے لیے منتجب کر کے اعلان فریادھا سمون پر ہوگا کہ سب اسی سے درجہ بالا اندر کیا جا سکتا ہے۔

(۱۲) شعر کا گو کہ حق اور ذہنیت کی چیز نہیں صرف مشق ہے مگر اردو ندرسی اور علمی عربی کی نظیر بھی وقتاً وقتاً آپ کے قلم سے نکلی ہوئی ہیں جو حق کے اعلیٰ سطح پر جوئی دیں ہے اور شعر کے شریف طبقہ کے اعلیٰ سطح میں ہے دنیا کا ثناء ہے کہ شعر صمیم دیکھ کیا ہے نثر اور یہ کیا ہے حدیث شریف میں ہے۔ اشعار کلام حسن و قبیح قبیح (شعرا یک کلام ہے اس کا نیک لفظ ہے)۔ اشعار کی برائیاں حدیث و قرآن میں موجود ہیں اور نیک کی بھلائی بھی ہے حضرات صحابہ کے اشعار کلام اللہ کے کتاب میں سب جمع ہیں۔ اس کی مذمت اس لیے اور بھی زیادہ ہے کہ بعض شاعر خصوصاً اردو کے بہت شاعر غریبی سخت سخت کفریات اور غلیظوں میں مبتلا ہو کر دنیا کو گمراہ کر رہے ہیں اور شعروں کے دلدروازوں سے تیار ہو رہے ہیں۔

۱۳۱: بیع صرف یعنی سہنے چاندنی کی، ہم یاد رہے کہ فروخت کے نام سے مناسبت تھے نوٹ سے خرید کر چاندنی نہ
تھا کہ نوٹ کے نہیں یہ سہنے چاندنی کے سکر کی تو اور عدا پر یہ بیع درست نہ تھی اب اگر روپیہ چاندنی کا نہیں رہا مثلاً
رو گیسٹہ نوٹ سے خرید و فروخت بھی درست اور دوسرے ملک کے کوٹل یا نوٹ سے خرید و فروخت
پہلے سکر کی کم و بیش یہی درست سمجھی منسرونی مگر جب ملک حضرت مفتی صاحب سے تصدیق نہ کر لی طابہ کینٹ
کی بہت زیادتی تھی۔ اب ایسا کرتی و اتھو سپیشل تاج تہ ترپیشاں کا سامنہ ہو تا ہے۔

خدا رحمت کند این فاضلان پاک طبیعت را

مولانا محمد رفیع احمد صاحب دہلی
مدیر "قیاسات" کراچی

منقح عظیم اور تریزید قادیانیت

حق تعالیٰ کی ملکیت باخنے اس کائنات میں غیر و غیر اور حق و باطل کا سلسلہ ابتداء تکمیل سے جاری فرمایا، اور رہتی دنیا تک جاری رہے گا، اس کی ابتداء اگر ابلیس و آدم کی آویزش سے ہوئی ہے تو اس کی انتہا و مجال وسیع پر ہوگی۔

اس سنت الہیہ کے مطابق جب کسی شرکی قوت نے سراٹھایا، اس کا سر کھیلنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رجال غیر کو کھڑا کر دیا، اس صدی و چودھویں صدی ہجری کا سب سے بڑا اثر، سب سے بڑی گمراہی اور سب سے بڑا دہش و فریب لعین ہی لعین، الغیب قادیان کا دعویٰ نبوت و مسیحیت تھا، جس نے گزشتہ صدیوں کے سارے کفر و الحاد کا تعفن پلٹے اندر سمیٹ لیا تھا۔

یہ فتنہ چونکہ دہلی و فریب کی میاں گھیر کے سہارے چل رہا تھا، اس لیے شروع شروع میں تو بہت سے لوگ اس کی قیادت ہی نہ سمجھے، اور توجہ نہ ات کر صحت قیادت تک رسائی ہوئی، انہوں نے اس کو دیوانے کی بڑا، اور گزشتہ تصور کر سکتے ہوئے اسے لائق التفات ہی نہ سمجھا، اور امر انگریز کی عیاری و مکاری اس کی اعانت و اندست اور تائید و حمایت نے اس فتنہ کو کہ فتنہ انگریزی نو نہ و نو جوانوں اور سرکاری ملازمین میں پھیلنے کا موقع دیا، آج کل فتنہ قادیانیت کی گڑوں میں دہلی و فریب کے علاوہ کٹر قوت اور شیعہ و تعلق کاغزن بھی دوڑنے لگا، وہ سہراؤ پھیلنے کا، بڑا پکڑ کر سنت حیات مسیح پر بحث کرنے کی دھڑلے مینے لگے، اور انہوں نے گمراہی کو چوں میں مناظروں و رہبانوں کی فضا پیدا کر دی، وہ سہراؤ احمی واسے کو دیکھ کر اس پر پھینچیاں کسے اور اسلامی عقائد کو چیلنج کرنے لگے۔

یہ وہ صورت حال تھی جس نے امام العصر حضرت مولانا محمد نور شاہ کشمیری کو پریشان کر دیا تھا ۔
 اور آپ کی راتوں کی نیند حرام کر دی تھی ، خطرہ ہو چاہے تھا کہ اگر اس ملعون فتنہ کو نگاہ نہ دی گئی تو یہ نہ صرف
 مسلمانوں کی گمراہی کا ذریعہ بن جاتے گا ۔ بلکہ دین محمدی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کے کم از کم ہندوستان
 سے خاتمہ کا سبب ہو گا ۔ علمائے امت کچھ اللہ اس فتنہ کی سرکوبی پہلے سے کرتے آئے تھے مگر حضرت
 امام العصر کے پیش نظر اس فتنہ کے قلع قمع کے لیے چند اہم اقدامات تھے ۔

اول :- اس فتنہ کی ملعونیت و خباثت اس طرح اجاگر کی جائے کہ قادیانیت و مرزائیت کا لفظ
 بجائے خود گالی بن جائے ۔ حتیٰ کہ خود قادیانی بھی اپنے آپ مرزائی ، یا قادیانی لکھنا عار اور شرم
 کا موجب سمجھیں ۔

دوم :- اہل علم کی ایک باتورفی جماعت تیار کی جائے جو قادیانیوں کی قبیسات کا پردہ چاک کئے ،
 اور ان تمام علمی مباحث کو نہایت سادگی اور منہ بول کر کہے جو اسلام اور قادیانیت کے درمیان
 زیر بحث آئے ہیں ۔

سوم :- دعوت و تبلیغ اور مباحثہ و مناظرہ کے میدان میں ایسی پیش قدمی کی جائے کہ حریف پسپا
 ہونے پر مجبور ہو جائے ۔ اور اسے ہر گاہ کہے میں مسلمانوں کو لٹکانے کی جرأت نہ ہو ۔
 چہارم :- رد قادیانیت اور تحفظ ختم نبوت مسلمانوں کا ایک مستقل مشن بن جائے ۔ تاکہ جہاں کید قادیانیت
 کے طاعنوں کی جراثیم پائے جائیں وہاں ختم نبوت کا تریاق میاں کیا جاسکے ۔

حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے علمی تفوق اور روحانی توجہ نے پورے دارالعلوم
 دیوبند کو اس محاذ پر لگا دیا ، آپ کے زیر اشراف جو جماعت قادیانیت کے استیصال کے لیے
 تیار ہوئی ان میں حضرت اقدس مفتی اعظم مولانا محمد شفیع دیوبندی قدس سرہ کی شخصیت بالآخر پہنچنے والی
 نمایاں ترین شخصیت بن گئی ۔

حضرت مفتی اعظم نے رد قادیانیت پر جو کام کیسے آسانی کے لیے تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا
 اول :- دعوت و تبلیغ کے ذریعہ نیز مباحثہ و مناظرہ کے میدان میں اور عدالت کے کٹھن میں قادیانیت
 کا سا بھار ۔

دوم :- تصنیف و تالیف کے ذریعہ رد قادیانیت کی خدمت ۔

تیسرے :- دارالعلوم دیوبند کی سند دارالافتاء سے قادیانوں کی دینی حیثیت کی تشخیص اور ان کے مثبتات کا انا مالہ ۔

اول الذکر دونوں چیزوں کا مختصر سا خاکہ خود مفتی صاحب کے اس مقالہ میں آجاتا ہے ، جو "حیات انور" میں شامل ہے ، اور جو ہمارے پاس سب سے مستند ذریعہ معلومات ہے اس لیے اس مقالہ کا ضروری حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے ۔ جس سے اس دور کے بعض اہم واقعات بھی معلوم ہونگے ۔ حضرت شاہ صاحب کے رد قادیانیت کے لیے اجتماع اور اپنے قلم کی تربیت پر روشنی پڑے گی اور حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی خدمات کا اجمالی تعارف بھی ہوگا ۔ حضرت مفتی صاحب کہتے ہیں :-

فقہ مرزاہیت کی شدت اور اس کے بعض اسباب :- تقریباً ۱۳۰۴ھ کا واقعہ ہے کہ فقہ قادیانیت پورے ہندوستان کے اطراف و جوانب میں اور خصوصاً پنجاب میں ایک طوفانی صورت اٹھا ۔ اس کا سبب خواہ یہ ہو کہ ۱۹۱۹ء کی جنگ عظیم میں قادیانی مسیح کی امت نے مسلمانوں کے مقابلہ میں بیسیائیوں (انگریزوں) کو کافی مدد بہم پہنچائی ، جس کا اعتراف خود قادیانیوں نے اپنے اخبارات میں کیا ہے ۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب بغداد و سنت سو سال کے بعد مسلمانوں کے قبضہ سے نکل کر انگریزوں کے تسلط میں داخل ہوا تو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری امت ان کے سچے و غم میں مبتلا تھی وہیں قادیانی مرزا کی امت قادیان میں چراغ اٹال کر رہی تھی ۔ (الفضل قادیان)

اس جنگ میں اٹل دینے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں انگریزوں کو کامیاب بنانے کے صلہ میں انگریزوں کی حمایت و قبول مرزا صاحب اپنے اس خود کا شتہ پورے کو زیادہ حاصل ہوگئی ۔ اور اس کا یہ حوصلہ ہو گیا کہ وہ کھل کر مسلمانوں کے مقابلہ میں آجائے اور ممکن ہے کہ کچھ اور بھی اسباب ہوں ۔

یہ زمانہ دارالعلوم دیوبند میں میرے دس و تیس کا ابتدائی دور تھا ۔ اور میں اس سیر اللہ کے گنبد میں اپنی کتاب اور سبق پڑھانے کے سوا کچھ نہ جانتا تھا کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے ۔

لیکن ہمارے بزرگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے فروغ اور اسلام کی خدمت میں کے لیے پیدا فرمایا تھا قادیانیت کے اس بڑے ہونے طوفان سے سخت تشویش و نظر اب محسوس فرماتے تھے اور تبلیغ و اشاعت کے ذریعہ اس کے مقابلے کی فکر کر رہے تھے ۔ باعصر صحت شاہ صاحب قدس سرہ پاس فقہ کا بہت اثر تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس فقہ کے مقابلہ کے لیے ان کو چن لیا ہے ۔

جیسا ہر زمانہ میں عادتہ اللہیر رہی ہے کہ ہر فقہ کے معاشرے میں اس وقت کے علماء دین سے کسی کو منتخب کر لیا گیا اور اس کے قہ میں اس کی اہمیت ڈال دی گئی۔ فقہ قادیانیت کے استیصال میں حضرت مددوح کی شانہ روز جہد و جد اور فکر و عمل سے دیکھنے والے کو یقین ہو جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس خدمت کے لیے آپ کو چن لیا ہے۔

مصر و عراق وغیرہ ممالک اسلامیہ میں حسب حادث ایک روز استاذ فقہ و سنت تاج و جمہور میں فقہ قادیانیت کا استدلال۔ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کی دینی حادث کے خلاف یہ دیکھا کہ ان کے سامنے کوئی کتاب زیر مطالعہ نہیں خالی بیٹھے ہوئے ہیں اور چہرے پر فکر کے آثار ظاہر ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا مزاج ہے؟ فرمایا کہ بھائی مزاج کو کیا پرہتے ہو۔ قادیانیت کا ارتداد اور کفر کا سبب ائمہ ائمہ کا ہے۔ صرف ہندوستان میں نہیں عراق و بغداد میں ان کا فقہ سنت ہوتا جاہلیت و ہابست علماء و عوام کو اس وقت توجہ نہیں۔ ہم نے اس کے مقابلے میں بیعت علیہ السلام پر تجویز پاس کئی تھی کہ دس رسالے مختلف موضوعات متعلقہ قادیانیت پر عربی زبان میں لکھے جائیں اور ان کو طبع کر کے ان جہد اسلامیہ میں بھیجا جائے مگر اب کوئی کام کرنے والا نہیں ملتا۔ اس کام کی اہمیت لوگوں کے خیال میں نہیں میں نے عرض کیا کہ اپنی استعداد پر تو بھروسہ نہیں لیکن حکم ہو تو کچھ لکھ کر پیش کر دوں۔ بیعت کے بعد کچھ مفید معلوم ہو تو شائع کیا جائے۔ ورنہ بیکار ہونا بظاہر ہی ہے۔

ارشاد ہوا کہ سفر فہم نبوت پر لکھو۔ اعتراف استاذ فقہ کی تعمیل ارشاد کو سرور شہادت کچھ کر چند روز میں تقریباً ایک سو صفحات کا ایک رسالہ عربی زبان میں لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت مددوح رسالہ دیکھتے جاتے تھے اور بار بار دعائیہ کلمات زبان پر لیتے۔ مجھے کوئی تھوڑے تھوڑے اس چیز خدمت کی تھی کہ قرآنی کی ہدے کی پھر خود ہی خدمت مددوح نے اس رسالہ کو نامزد ہدیۃ الہدیۃ فی آیۃ خلافت النبیین تجویز فرما کر اس کے آخر میں ایک صفحہ بطور تہنیت تحریر فرمایا اور اپنے ہاتھ سے اس کو طبع کر دیا۔ مصر، شام، عراق، مختلف مقامات پر اس کے نسخے روانہ کیے۔

خاص قادیان میں پہنچ کر اسی زمانہ میں حضرت مددوح کے ایام پر اہم سرور و میلاد و حدیث کے اعلان حق اور ترمیم انیت چند ممالک نے یہ تجویز کیا کہ اس فقہ کے استیصال کے لیے خاص قادیان میں ایک تبلیغی جلسہ سالانہ منعقد کیا جائے تاکہ قسطنطنیہ میں ہر سال ہونے لگے۔

یہ عوام کو فریب میں ڈالنے والے مناظر سے اور مباہلے کے چیلنج جو اکثر اس فرقہ کی طرف سے چھپتے بہتے ہیں ان کی حقیقت رگوں پر واضح ہو جاتے۔ چنانچہ چند سال مسلسل یہ جیسے قادیان میں ہوتے تھے اور حضرت ممدوح اکشر بذاتِ خود ایک جماعت علماء دیوبند کے ساتھ اس میں شرکت فرماتے تھے۔ اس قدر ناکارہ بھی اکثر ان میں حاضر رہا ہے۔

قادیانی گروہ نے اپنے آقا ذیلِ انگریزوں کے ذریعہ برطانیہ کی کوشش کی کہ یہ جیسے قادیان میں نہ ہو سکیں۔ لیکن کوئی قانونی وجہ نہ تھی جس سے جیسے روک ٹوک کی جاوے کیونکہ ان جلسوں میں عالمائے بیات تندیب و ممانت کے ساتھ ہوتے اور کسی نقص امن کے خطرہ کو موقع نہ دیتے تھے۔ جب قادیانی گروہ اس میں کامیاب نہ ہوا تو خود تشدد پر اتر آیا۔ حضرت شاہ صاحب قدس صرف اور ان کے رفقاء کو قادیان جانے سے پہلے اکثر ایسے خطوط لکھ کر دے گئے کہ اگر قادیان میں قدم رکھا تو زخم واپس نہ جاسکے۔ اور یہ صرف دہلی جی نہ تھی۔ بلکہ علماء بھی اکثر اس قسم کی حرکتیں ہوتی تھیں کہ باہر سے جانے والے علماء و مسلمانوں پر حملے کئے جاتے تھے ایک مرتبہ آگ بھی لگائی گئی۔

کیونکہ قادیانیوں کا چہرہ کبھی بچکوں سے بکھیا نہیں گیا اس وقت بھی ان کے خلق ہنسنے پر حملے مسلمانوں کو ان جلسوں سے روک سکے۔

مزائیت میں تصانیف کا سلسلہ :۔ ایک مرتبہ کارا قدسہ کہ ہم چند مذاہم جیسے قادیان میں حضرت ممدوح کے ساتھ حاضر تھے۔ بیچ کی نماز کے بعد حضرت شاہ صاحب قدس صرف اپنے غصہ میں قلم و قریضہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ زمانہ کو الحاد کے فتنوں نے گھیر لیا اور قادیانی دجال کا فتنہ ان سب میں زیادہ شدت اختیار کرتا جاتا ہے۔ اب ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ ہم نے اپنی عمر و توانائی کڑا ہتھ اور دوسرے تشدد کا اہم و فتنہ حقیقت شافیت کو بنائے رکھا۔ علمین زمانہ کے وسوسہ کی طرف توجہ نہ دی۔ حالانکہ ان کا فتنہ منہ حقیقت و شافیت سے کہیں زیادہ اہم تھا۔ اب قادیانی فتنہ کی شدت نے ہمیں اس طرف متوجہ کیا تو میں نے اس کے متعلق مسائل کا کچھ مواد جمع کیا ہے مگر اس کو میں خود تصنیف کی صورت سے مدون کروں تو میرا طرز ایک خاص علمی اصطلاحی رنگ ہے اور زمانہ قضا و حال کا ہے اس قسم کی تحریر کو نہ صرف یہ کہ پسند نہیں کیا جائے بلکہ اس کا فائدہ بھی بہت محدود رہ جاتا ہے۔ میں نے مشورۃً قلم خلع واد پر ایک رسالہ ”فصل الخطاب: بیان عربی تحریک کیا۔ اہل علم اور طلبہ میں عوامانہ مقیم

کیا کہیں اکثر لوگوں کو یہی شکایت کرتے تھے کہ پوری طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لیے اگر آپ لوگ کچھ بہت کریں تو یہ مولویں آپ کو ملے دیں۔ اس وقت حاضرین میں چار آدمی تھے۔ احقر، کارہ اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم شعبہ تعلیم و تبلیغ دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا بدر عالم صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند و جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت و دارالعلوم ندوۃ الیاد سندھ و مال مبارک پورہ پیر اور حضرت مولانا محمد اویس صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند و شیخ الجامعہ مبارک پورہ و مال شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور دام اللہ تعالیٰ فیروز بنہم۔ چاروں نے عرض کیا کہ جو حکم جو ہم اقتالی امر کو سعادت کبریٰ سمجھتے ہیں۔

اسی وقت فرمایا کہ اس فتنہ کے استیصال کے لیے عملی طور پر تین کام کرنے ہیں اول مسئلہ فتنہ بدعت پر ایک عقائد مکمل تصنیف جس میں مرزائیوں کے شبہات و ادیان کا ازالہ بھی ہو۔ دوسرے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ کی مکمل تحقیق قرآن و حدیث اور آثار سلف سے مع ازالہ شبہات ملحدین۔

تیسرے خود مرزائی زندگی، اس کے گریسے ہوئے اخلاق اور متغایض و متناقضات اقوال اور افعال و ابدان و عقائد کی نشان میں اس کی گستاخیاں اور گندی گالیاں، اس کا دعوے نبوت و وحی اور متضاد قسم کے دعوے۔ ان سب چیزوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ اس کی کتابوں سے مع حوالہ جمع کرنا جس سے مسلمانوں کو اس فرقہ کی حقیقت معلوم ہو اور اصل یہ سب کہ اس فتنہ کی مداخلت کے لیے یہی چیز اہم اور کافی ہے مگر چونکہ مرزائیوں نے مسلمانوں کو فریب میں ڈالنے کے لیے خواہ مخواہ کچھ عملی مسائل میں غلام کو الجھا دیا ہے اس لیے ان سے بھی اغراض نہیں کیا جاسکتا۔ پھر فرمایا کہ مسئلہ فتنہ نبوت کے متعلق تو یہ صاحب انصاری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ایک جامع رسالہ عربی زبان میں لکھ چکے ہیں اور اردو میں لکھ رہے ہیں اور آخر الذکر معاملہ کے متعلق مرزا فرخ جگر کے مدون کرنے کا سب سے بہتر کام حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کر چکے ہیں اس معاملہ میں ان کی معلومات جی کافی ہیں اور مرزائی کتابوں کا پورا ذخیرہ بھی ان کے پاس ہے وہ اس کام کو اپنے ذمہ لے کر جلد سے جلد پورا کریں۔

اب مسئلہ نفع حیات عیسیٰ علیہ السلام رہ جاتا ہے اس کے متعلق میرے پاس کافی مواد جمع ہے آپ فیوض صاحب دیوبند پتھر کھجرت سے لیں اور اپنی اپنی طرز پر لکھیں۔

یہ مجلس ختم ہو گئی مگر حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے قلبی تاثرات ابنا ایک گہرا نقش ہمیشہ کے لیے
پر چھوڑ گئے۔ دیوبند واپس آتے ہی بہت دنوں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسند
حیات یعنی اس سے متعلقہ مواد حاصل کیا۔

حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب دامت برکاتہم نے اپنی مثنوی فیک و لا فیک الخ کی تفسیر
سے متعلقہ مواد کے کہ اس پر ایک مستقل رسالہ اردو میں بنام الجواب الفصیح حیات المسیح تحریر
فرمایا جو علمی رنگ میں الجواب سمجھا گیا اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے پسند فرما کر اس پر تقریر فرمائی
یہ رسالہ ۱۳۴۲ھ میں شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند سے شائع ہوا۔

حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے مخصوص انداز میں اسی مندرجہ ذیل زبان
میں ایک جامع و مختصر رسالہ بنام حللۃ اللہ فی حیوۃ روح اللہ تفسیر فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب
قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت مدد نے بے حد پسند فرمایا اور ۱۳۴۲ھ
میں دارالعلوم دیوبند سے شائع ہو کر مقبول و مفید ضائع ہوا۔

احقر کا کارنامہ کے متعلق یہ خدمت کی گئی کہ جتنی منفرد و معتبر روایات حدیث حضرت یعنی علیہ السلام کی
حیات یا نزول یا آخر الزمان کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان سب کو ایک رسالہ میں جمع کر دے۔ احقر نے
تعمیل حکم کے لیے رسالہ التصویح بما تواتر فی نزول المسیح بزبان عربی لکھ کر حضرت مدد کی بعید
پسندیدگی کے بعد اسی سال شائع ہوا۔

اس کے بعد حسب ارشاد مدد منہاجت نبوت پر ایک مستقل کتاب اردو زبان میں تین حصوں
میں لکھی۔

پہلا حصہ ختم النبوة فی القرآن جس میں ایک روایات قرآنی سے اس مسئلہ کا مکمل بحث اور اہل
کے شبہات کا جواب لکھا گیا ہے

دوسرا ختم النبوة فی الحدیث جس میں دوسری روایات معتبرہ سے اس مسئلہ کا ثبوت اور منکرین
کا جواب پیش کیا گیا ہے۔

تیسرا ختم النبوة فی آثار جس میں سینکڑوں اقوال صحابہ و تابعین اور ائمہ دین اس کے ثبوت اور
منکرین اور ان کی تاویلات بالمد پر رد کے متعلق نہایت سامان و صریح نقض کے گئے ہیں یہ تینوں رسالے

پہلی مرتبہ ۱۲۴۲ھ سے ۱۲۴۵ھ تک شائع ہوئے۔ اسی کے ساتھ مختصر سالہ ہادی مرزا اور مسیح نوکری
 بچپان اور زبان میں اختلاف لکھ کر پیش کئے۔ ان رسائل کا جو کچھ نفع مسلمانوں کی اصلاح و بہت
 اور تحریک مکرین پر قائم محبت کے سلسلہ میں ہوا ہوگا اس کا علم تو اللہ ہی کو بہت مجھے تو اپنی محنت
 کا نقد صلہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی سرست و خوشنودی اور بے شمار دعاؤں سے اسی وقت مل
 گیا اور جوں جوں ان رسائل کی اشاعت سے مسلمانوں کی بہت بکربست سے قادیانی خاندانوں کی توبہ
 و رجوع الی الاسلام کے متعلق حضرت کو معلوم ہونے اسی طرح اطوار مسرت اور دعا کے انعامات سے کثیر
 محروم نہ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو عمر اور بلوغت کے اعتبار سے حضرت
 شاہ صاحب قدس سرہ سے مقدم تھے لیکن حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے محیر العقول علم کے
 بے حد متقد اور آپ کے ساتھ معاملہ بزرگوں کا کرتے تھے جو خدمت اس سلسلہ کی ان کے سپرد فرمائی تھی
 اس کو آپ نے نہ ہی سبیل کے ساتھ انجام دینا شروع کیا اور مرزا قادیانی کی پوری زندگی اس کے انصاف
 اعمال اور عقائد و خیالات، دعوت نبوت و رسالت اور تکفیر عام اہل اسلام، گستاخی درشان انبیاء و اولیاء
 کو مرزا کی اپنی تابول سے بحوالہ صغر مطربیت انصاف اور امتیاط کے ساتھ نقل کر کے بہت سے رسائل
 تصنیف فرمائے اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے سلسلے میں شریعت فرما کر ان کی مراد پوری فرمائی ان رسائل
 میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں۔

قادیان میں قیامت خیز بھوکال۔ اشد العذاب علی ملحد پنجاب۔ فتح قادیان۔ مرزائیوں کی تمام جہول
 کو چیلنج۔ مرزائیت کا خاتمہ۔ مرزائیت کا جنازہ ہے گورکھن۔ ہندوستان کے تمام مرزائیوں کو چیلنج۔ مرزا
 اور مرزائیوں کو دربار نبوت سے چیلنج۔ یہ سب رسائل ۱۲۴۲ھ سے ۱۲۴۴ھ تک شائع ہوئے۔

فیروز پور پنجاب میں تاریخی مناظرہ اسی زمانہ میں جہاں فیروز پور پنجاب میں قادیانیوں کا ایک
 نہ صاحب جمع ہو گیا تھا۔ یہ لوگ وہاں کے مسلمانوں سے عجیبہ چار کرتے بہت تھے اور اپنے دستور کے موافق
 عوام مسلمانوں کو مناظرہ مباشرہ کا یہ چیلنج کیا کرتے اور جب کسی عاصمت مقابلہ کی تربت آتی تو راگزیہ انڈیا کہتے
 اسی زمانہ میں ضلع سہارنپور کے رہنے والے کچھ مسلمان جو فیروز پور میں بسند ملازمت مقیم تھے ان لوگوں نے
 روز روز کی جنگ جنگ کو ختم کرنے کے لیے خود قادیانیوں کو دعوت مناظرہ دیدی۔

قادیانیوں نے سادہ لوح عوام سے معاملہ دیکھ کر بڑی دلیری اور ہلکی کے ساتھ دعوت مناظرہ قبول

کہتے تھے اس کے رہنا بد کرنے والے ہمارے شرائط مناظرہ طے کرتے انہیں عوام سے ایسی شرائط مناظرہ پر متفق نہ کیے جی کی دوست فوج بہر حال قادیانی گروہ کی جو اولیٰ اسلام کو قرعہ شرائط کی پابندی کی وجہ سے ہر قدم پر شکست و ہرجائی ہوں۔

ان عوام مسلمین نے مناظرہ اور شرائط مناظرہ طے کرنے کے بعد دارالعلوم دیوبند سے چند علماء کو دعوت دی جو قادیانیوں سے مناظرہ کریں۔

مجتہد دارالعلوم حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ صاحب جو قادیانیوں کے مشورہ سے اس کام کے لیے حضرت مولانا سید محمد تقی حسن صاحب، حضرت مولانا جبریل صاحب، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب اور احقر کو تیز ہوئے۔ اور حرق دینے والوں نے یہ دیکھ کر کہ ہم نے اپنی من مانی شرائط میں مسلم مخالفین کو جکڑ لیا ہے اپنی قوت عیسائی کی اور قادیانی کی پوری طاقت فیروز پرور میں لا ڈالی۔ ان کے سب سے بڑے عالم اس وقت سردار شاہ کشمیری اور سب سے بڑے مناظرہ حاضر دشمن علی اور عبدالرحمن مصری وغیرہ تھے یہ سب اس مناظرہ کے لیے فیروز پور پہنچ گئے۔

ہم چار افراد حسب الکر دیوبند سے فیروز پور پہنچے تو یہاں پہنچ کر چھپا ہوا پروگرام مناظرہ اور شرائط مناظرہ کا نظریے گذرا۔ شرائط مناظرہ پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ ان میں برجستہ سے قادیانی گروہ کے لیے آسانیاں اور اہل اسلام کے لیے ہر طرح کی جے جابانہ دیاں عوام نے اپنی نادقیقت کی بنا پر تسلیم کی ہوئی ہیں اب ہمارے لیے دو ہی راستے تھے کہ یا ان مسلم فریقین شرائط مناظرہ کے طاقت مناظرہ کریں جو برجستہ سے ہمارے لیے خیریتیں و پھر مناظرہ سے انکار کر دیں کہ ہم ان شرائط کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے تو بغیر ہجری شرکت کے طے کر لی گئی ہیں۔ لیکن دوسری شق پر مقامی مسلمانوں کی بڑی غفلت اور سبکی بھٹی اور قادیانیوں کو اس پر ویگنٹ کا موقع مل گیا کہ علماء نے مناظرہ سے فرار کیا اس لیے ہم سب نے مشورہ کر کے مناظرہ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور بدلیہ تار صورت حال کی اطلاع حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کو دی۔

اگلے روز مقررہ وقت پر مناظرہ شروع ہو گیا۔ ابھی شروع ہی تھا کہ میں مجلس مناظرہ میں غریزی کو حضرت شاہ صاحب اور حضرت مولانا بشیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ماہ چند دیو علماء کے تشریف آ رہے ہیں۔ ان کی آمد پر ہم نے کچھ دیر کے لیے مجلس مناظرہ ملتوی کی اور ان حضرات کو صورت حال بتائی حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ جیسے ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تم نے جتنی شرطیں پتی پند کے موافق

علامہ طے کرا لی ہیں، اتنی ہی درجہ معنوی صاف سے کوئی شرط نہیں۔ مگر چہروں کی طرح عام ملا وقت
مسلمانوں کے دین و ایمان پر ڈک ڈالنے کے مادی جو کسی شرط اور کسی طریق پر ایک مرتبہ سامنے آکر چلنے
والا فی بیان کردادہ بنا جواب سہو پھرن کی قدرت کا کاشہ دیکھو۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے موافق اسی کا اعلان کر دیا گیا اور منظر جاری ہوا۔ ان اکابر
کو مناظرہ کے لیے پیش کرنا ہماری غیرت کے خلاف تھا۔ اس لیے پہلے دن مناظرہ مسترد ختم ہوئے۔ پھر
احقر نے کیا۔ دوسرے دن حضرت مولانا برہنہ اور مولانا محمد ادریس صاحب نے دوسرے دن پھر مناظرہ
یوں تو مناظرہ کے بعد ہر فرق اپنی اپنی کتاب لکھی اس مناظرہ میں چونکہ عموماً تعلیم یافتہ طبقہ
شریک تھا اس لیے کسی فرقہ کو صاف ناموفق نہ تھا۔ پھر اس مناظرہ کا بیڑا ہوا۔ اس کا جواب فیروزپور
کے ہر گلی کرپے سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ قادیانی گروہ کو کس قدر رُکرواں سے بھانپنا خود اس
گروہ کے تعلیم یافتہ و بنیادہ طبقہ نے اس کا اقرار کیا کہ قادیانی گروہ اپنے کسی دشمن کو نہایت نہیں کر سکا اور
اس کے خلاف دوسرے فرقے نے جو بات کہی قری و لیل کے ساتھ کہی۔

مناظرہ کے بعد شہر میں ایک جلسہ عام ہوا جس میں حضرت شاہ صاحب اور حضرت مولانا بشیر احمد
صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہما کی تقریریں قادیانی مسئلہ کے متعلق ہوئیں۔ یہ تقریریں فیروزپور کے قادیانیوں
ایک یا دو خاص کی فریخت رکھتی ہیں۔ بہت سے وہ لوگ جو قادیانی دہلی کے شکار ہو چکے تھے اس مناظرہ
اور تقریروں کے بعد اسلام پر لوٹ آئے۔

حضرت شاہ صاحب کا دورہ پنجاب ۱۳۴۰ھ میں جب کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ
کی کونسنش سے بنیاد تصنیف و تقریر قادیانی، اہل و غریب کا پردہ پوری طرح چاک کر دی گیا اور قادیانیت
سے متعلق ہر مسئلہ پر مختلف طرز و انداز کے میسوں و مافی شائع ہو چکے تو آپ نے اس کی بھی ضرورت محسوس نہ کی
کہ ناخواندہ عوام کا طبقہ تو زیادہ کہ میں نہیں پڑھتا اور قادیانی سلفین میں پھر کہ ان میں اپنا دہلی پھیلنے میں ان
لوگوں کی مخالفت کے لیے پنجاب کے مختلف شہروں کا ایک تبلیغی دورہ کیا جاتے۔

پنجاب دوسرے مد کے وعدہ کا پروگرام بند۔ محمد ولی بند کی ایک جماعت ہمراہ ہوئی۔ اس جماعت
میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اکابرین سے حضرت شیخ الاسلام مولانا بشیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مولانا سید تقی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ شریک تھے اور حضرت مولانا محمد طیب صاحب معتمد

والعلوم دیوبند، جسٹس مولانا عبدالمصاحب، حضرت مولانا محمد اویس صاحب اور مولانا محمد نعیم صاحب
لدھیانوی اور اختر باگہ شامل تھے۔ یہ علم کے بہار اور نقوٹ کے پیکر پنجاب کے ہر بڑے شہر میں پہنچے
دوسرے زبانت کے متعلق اخباریں حق کیا۔ بنگلہ کی کرفق شہادت کی دعوت دی، لدھیانہ، امرتسر، لاہور،
گوجرانولہ، گجرات، راولپنڈی، ایبٹ آباد، مانسہرہ، ہزارہ، کٹوڑ وغیرہ میں ان حضرات کی بصیرت افزا
علاقہ تقریریں ہوئیں۔ مرزئی دجال جو اسے دن منظرہ و مبالغہ کی پیچھے عمر کو دکھانے کے لیے لے پھرتے
تھے ان میں سے ایک سائنس دان یا معلوم ہوا تھا کہ وہ اس جہان میں نہیں ہیں۔

اس پر سہ سفر میں نام شہانوں نے جہا الحق و ذوق الباطل کا منظر گویا آنکھوں سے دیکھا۔
مرزا میوں کے مقابلہ میں بہاولپور کا تاریخی مقدمہ :- حضرت شاہ صاحب اور دیگر اکابر علماء کے بیانات،
مرزا میوں کے مرتبہ ہونے کا فیصلہ ۱۹۲۶ء میں احمد پور شرقیہ ریاست بہاولپور کی ایک شہان عورت کا
دعویٰ چلنے شروع کے مرزائی جو جہان کی وجہ سے کفار فسخ ہونے کے تعلق بہاولپور کی عدالت میں دائر ہوا
اور سات سال تک یہ مقدمہ بہاولپور کی اونٹن اعلیٰ عدالتوں میں دائر رہتے ہوئے آفریں رہا معلق بہاولپور
میں پہنچا ۱۹۳۳ء میں دوبارہ عدالت پھر عدالت میں یہ کیس کر واپس کیا کہ جلد سے نیل میں اس مسئلہ کی پوری
تحقیق و تحقیق کن ضروری ہے۔ دونوں فریق کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے علماء کی شہادتیں
پیش کریں اور دونوں طرف کے مکمل بیانات سننے کے بعد اس مسئلہ کا کوئی آخری فیصلہ کیا جائے۔

اب مدعی علیہ مرزائی نے اپنی حمایت کے لیے قاریان کی طرف رجوع کیا۔ قادیان کا بیت المال
اور اس کے راجل کا مقدمہ کی پیروی کے لیے وقف ہو گئے۔ ادھر مدعیہ بھاری ایک غریب گھرانے کی
بڑی نہایت کس پر میں وقت گزار رہی تھی۔ اس کی قدرت سے قطعاً خارج تھا کہ ملک مشاہیر علماء کو
جس رسد اپنی شہادت میں پیش کر سکے یا اس مقدمہ کی پیروی کر سکے۔ مگر الحمد للہ بہاولپور کے غیر محاذوں
کی فہم مویدانہ سہنے زیر سرپرستی حضرت مولانا محمد نعیم صاحب شیخ انجمو بہاولپور اس کام کو اپنے
ہاتھ میں لیا اور مقدمہ کی پیروی کا انتظار کیا۔ اور ملک کے مشاہیر علماء کو خطوط لکھ کر اس مقدمہ کی پیروی
اور شہادت کے لیے طلب کیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت ہاموہ سلائیڈ بھیل
میں صدمہ دہی کے فرائض انجام دے رہے تھے اور کچھ عرصہ سے عدالت کے سبب رخصت پر دیوبند
تشریف لائے ہوئے تھے۔ طویل علالت سے نقابت بے مد ہو چکی تھی۔

لیکن جس وقت یہ معاملہ آپ کے سامنے آیا تو مسئلہ کی نزاکت اور ہیئت کے قوی احساس نے آپ کو اس کے لیے مجبور کر دیا کہ اپنی صحت اور دوسری ضرورتوں کا خیال کے بغیر وہ بہاولپور کا سفر کریں آپ نے نہ صرف اپنے آپ کو شہادت کے لیے پیش فرمایا، بلکہ کما کے دوسرے علماء کو بھی ترغیب دے کر شہادت کے لیے جمع فرمایا۔

یہ واقعہ تقریباً ۱۳۵۵ھ کا ہے جب کہ اختر کا رہنمائی مفتی دارالعلوم دیوبند فتوے فرمائی کی خدمت انجام دے رہا تھا۔

انجمن نوید اسلام بہاولپور کی دعوت کے علاوہ استاد محترم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کا ایسا بھی میری عارضی کے متعلق معلوم ہوا۔ اختر نے عارضی کا قصہ مدکر لیا۔

لیکن حضرت الاستاذ شاہ صاحب قدس سرہ کو جو خدا دار شغف دینی ضرورتوں کے ساتھ تھا اور آپ کو بے چین رکھتا تھا اس کی وجہ سے آپ نے تاریخ مقدمہ سے کافی روز پیش بہاولپور پہنچ کر اس کام کو پوری توجہ کے ساتھ انجام دینے کا فیصلہ فرما کر سب بیانات کے اختتام تک تقریباً بیس بجیں روز بہاولپور میں قیام فرمایا۔

حضرت شاہ صاحب کا پُر شریعت عالمانہ بیان جو کمرۂ عدالت میں ہوا اس کی اصل کیفیت تو صرف انہی لوگوں سے پڑھتے جنہوں نے یہ منظر دیکھا ہے۔ اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا، مختصر یہ کہ اس وقت کمرۂ عدالت دارالعلوم دیوبند کا دارالحدیث نظر آتا تھا۔ عدالت اور عارضی پر ایک سکتہ کا عالم تھا۔ علوم ربانی کے حقائق و معارف کا دریا تھا جڑا ڈھلا جاتا تھا۔

تین روز مسلسل بیان ہوا تقریباً ساٹھ صفحات پر قلم بند ہوا۔ یہ بیان اور دوسرے حضرات کے بیانات ایک مستقل جلد میں طبع ہوئے۔

اس مقدمہ میں کیا ہوا؟ اس کی پوری تفصیل تو اس مفصل فیصلہ سے معلوم ہو سکتی ہے جو عدالت کی طرف سے ۲۷ فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۳ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ کو دی گئی۔ اور جو اسی وقت بزبان اُردو ایک سربراہان صفات پر شائع ہو چکا تھا۔ اس کی اشاعت کا اہتمام حضرت مولانا محمد صادق صاحب استاد جامعہ عباسیہ بہاولپور و حال ناظم امر مذہبیہ بہاولپور کے دست مبارک سے ہوا۔ اس مقدمہ کی پیروی علماء کے اجتماع اور ان کی ضروریات کا انتظام بھی مولانا معصوم بھی کے ہاتھوں انجام پایا تھا اور

مولانا سے میرا سدا تعلق اسی سلسلہ میں پیدا ہوا۔ آپ نے اس فیصلہ کے شروع میں ایک مختصر تمہید لکھی ہے اس کے پندرہ جملے نقل کر رہے ہیں کسی قدر حقیقت پر روشنی چڑھ سکتی ہے وہ یہ ہیں۔

”مدعیہ کی طرف سے شہادت کے لئے حضرت شیخ الاسلام مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری، حضرت مولانا محمد نجم الدین صاحب پروفیسر اور ٹیچر کالج لاہور و مولانا محمد شیخ صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند پیش ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری نے تمام ہندوستان کی قربہ کے لئے جذب مقناطیس کا کام لیا۔ اسلامی ہند میں اس مقدمہ کو غیر فراموشی میں نہ رہا۔ مگر جن نظرات غماز کے لئے اپنی شہادتوں میں علم و عرفان کے دریا بہا دیے اور فرقہ و فساد مرزا کا اثر و ارتداد روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا اور فریقیت مخالفت کی تہذیب کے نایاب مسکنات جراب دیئے۔ خصوصاً حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان، کفر، نفاق، ارتداد، فتنہ، نبوت، اجماع، قرأت، متواتریت کے اقسام، وحی، کشف اور الہام کی تعریفات اور ایسے اصول و قواعد بیان فرمائے جن کے مطالعہ سے ہر ایک انسان مافی الضمیریت جہان مرزائیت کا یقین کامل کر سکتا ہے، پھر فریقیت ثانی کی تمامت شروع ہوئی، مقدمہ کی پیروی کا یہی اور شہادت پر جرح کرنے اور قادیانی دہلی تزیینہ کو آشکار کرنے کے لئے شرعہ آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب نعمانی شاہجہان پوری تشریف لائے، مولانا موصوف جانا مدعیہ کی ہر تقریباً ڈیڑھ سال مقدمہ کی پیروی کا یہی فائدہ ہے۔ فریقیت ثانی کی شہادت بڑی ہی اصل شکل جرح فراموشی سے مرزائیت کی بنیادوں کو کھوکھلا دینے والی دلیل و فریب کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کر کے فرقہ مرزائیہ ضابطہ کا تہذیب آشکارا کر دیا۔ فریقیت کی شہادت ختم ہونے کے بعد مولانا موصوف نے مقدمہ پر بحث تیسس کی اور فریقیت ثانی کی تحریری بحث کا تحریری جواب، الجواب نہایت مفصل اور جامع میں کیا۔ کامل دروسان کی تحقیق و تہذیب کے بعد غالی جواب دوسرے متن صاحب سادہ نے اس کی تہذیب کا بعد بحث افزا فیصلہ، بدوری ۱۹۲۵ء، بحث مدعیہ سادہ، یہ فیصلہ اپنی جامعیت اور قربت استدلال کے لحاظ سے یقیناً غیر بدینہ عدیل سے شگفتاں ہند کی یہ اندیشی کی خاطر اس فیصلہ کو ایک کتابی صورت میں شائع کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ مواد مقدمہ کی تیسری جلد ہے اس سے پہلے دو جلدیں اور ہو گئیں۔

جلد اول میں حضرت غماز کے لئے کی گئی شہادتیں اور طبرانی میں حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب جہان پوری کی بحث اور جواب الجواب کیا گیا۔ دہلی ۱۹۲۵ء کی یہ دونوں جلدیں سب متابع مولانا کی اس کا جواب

موضوع کا کوئی گوشہ نشہ نہیں ہوتے۔

چوتھی خصوصیت ان کا تفقہ ائمہ اربعہ اور استدلال کی قوت ہے جو ان کی پر تصنیف میں نمایاں ہے وہ فقیر النفس ہیں اور ان کی ہر عبارت تفقہ کی اہلیہ دار ہے۔

پانچویں خصوصیت طالب کی تہذیب اور مضامین کی ترتیب کا نفاذ اور سلیقہ ہے

ان تمام خصوصیات کے بعد اب ان کی رد قادیانیت کے موضوع پر تصانیف کا مختصر تعارف پیش کیا جائے۔

(۱) ہدیۃ المبتدیین فی آیۃ خاتم النبیین : آپ نے یہ رسالہ حضرت شاہ صاحب کے حکم پر عربی میں تالیف فرمایا، اس کے مقدمہ میں فتنہ قادیانیت کی شدت اور مزا قدم احمد قدانی کے دعویٰ بالکفر کا ذکر کرتے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

”وانتاسمعا انہا (ای الفتنۃ القادیانیۃ) تجاوزت حد ود الہمت

وکادت تشیع فی ارض لعراق وقاھا اللہ وبلاد المسلمین کلھا عن فتنہم

وفتنہ المسیح الدجال، ولہذا اشار الی من اشارتہ حکم واطاعتہ عنہ

اعنی قدوة المحبتین والمفسرین فی وہ وزبدۃ العلما وافتقار المتقین

فی زمانہ شیخنا الاکبر محمد النور اسمیٰ صدر المدرسین بدو العلما

الدیوبندیۃ - متعنا اللہ تعالیٰ بطلان بقاءہ - ان کتب فی هذا الباب

رسالة وجیزۃ اجمع فیہا ماورد فی مسئلۃ ختم النبوة من نصوص

قاطعة وافحة . واحادیث متواترة بینة . ومن اجماع الامة و

اقوال السلف الصالحین علی ان دعوی النبوة کفھا کان بعد نبین صلی

اللہ علیہ وسلم کفر بواج : (ص ۱)

اس رسالہ میں نہایت اختصار کے ساتھ مسئلہ ختم نبوت پر قرآن کریم کی ۲۳ آیات اور حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی ۱۶۳ احادیث طیبہ میں لگے ہیں ۹۹ صحیحہ اور ۶۴ شاذہ کجاہرست کی تصریح ذکر کی گئی ہے۔ اور آخر کتب سابقہ سے مسئلہ ختم نبوت پر فقہاء پیش کی گئی ہیں۔

یہ رسالہ ۱۳۴۲ھ میں دیوبند سے شائع ہوا اس پر حضرت مولانا محمد نوری صاحب کبیر نے مفتی عزیز الرحمن

دیوبندی مولانا حبیب الرحمن عثمانی مولانا اعجاز علی اور مولانا محمد حمید اللہ بخاری کی تقریقات ثبت ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کے وصال کے بعد مجلس تخطہ ختم نبوت پاکستان کی جانب سے یہ رسالہ

دوسرے مرتبہ شائع ہوا۔

ختم نبوت کامل، جو متوسط تقطیع پر پناہ رسوخ کی یہ ضخیم کتاب گریا جیتنے المسدین کا اودو ایدیشن ہے اس میں حضرت مفتی صاحب نے مسئلہ ختم نبوت پر قرآن کریم، حدیث نبوی، اجماع امت اور کتب سنہ کی نقول کا ذخیرہ پروردی شرح و تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اور تین حصوں پر تقسیم فرمایا ہے۔

۱۔ ختم النبوة فی القرآن ۲۔ ختم النبوة فی الحدیث ۳۔ ختم النبوة فی الآثار ۴۔ ختم النبوة فی القرآن میں قرآن کریم کی ۹۹ آیات مع تفسیر و تفسیر کے روح کی گئی ہیں۔ ختم النبوة فی الحدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے (۲۱۰) ارشادات نقل کئے گئے ہیں۔ اور ختم النبوة فی الآثار میں معابد، تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء، محدثین، مستشرقین، صوفیاء، متکلمین، الفرض امت کے تمام طبقات کے اکابر کی تصریحات جمع کی گئی ہیں۔ اسی کے ساتھ انبیاء سابقین کے ارشادات اور کتب سابقہ کی نقول کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کروایا گیا ہے۔ قادیانیت کی طرف سے آیات و احادیث کی جو تحریفیات کی جاتی ہیں ان کا بھی نہایت شافی اور مدلل جواب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب حضرت مصنف کے ان محاسن میں سے ہے کہ اگر قضا قادیانیت کے رد میں اس کے سوا ان کی اور کوئی تحریر نہ ہوتی تب بھی ان کی دنیوی و اخروی سعادت کے لیے کافی تھی۔ یہ کتاب تقسیم سے قبل دیوبند سے شائع ہوتی رہی اور پاکستان میں بھی حضرت مفتی صاحب کے ادارے سے بار بار شائع ہوئی۔

التصريح بما قالوا في نزول الميعة :- قادیانیت کا سب سے بڑا مسئلہ حیات مسیح ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آج تک پوری امت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی تک انتقال نہیں ہوا وہ زندہ ہیں، قیامت سے پہلے ان کا نزول ہوگا۔ اور تمام اہل کتاب جو اس وقت موجود ہوں گے ان پر ایمان لائیں گے، آپ دین اسلام کی دعوت دیں گے، اور پوری دنیا میں صرف ایک ہی دین ہوگا۔

حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق تمام احادیث کو ذخیرہ حدیث سے تلاش کر کے جمع فرمایا اور حضرت مفتی صاحب کو ان کے مرتب کرنا حکم فرمایا۔ آپ نے ان حادیث کو الترتیب کے نام سے مرتب کیا اور اس کے لیے ایک طویل اور پرمغز مقدمہ

تحریر فرمادے یہ عظیم الشان کتاب نہ صرف اپنے مؤلف پر اپنی نوعیت کی بے مثل کتاب سے، بلکہ ذریعہ نجات میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے جس میں عدالت قیامت، خصوصاً منکر و مدنی، خروج و نبال، نزول عیسیٰ بن مریم، خروج یا حرج و مرج، خروج وابتداء ایش کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی تر زبان کے لعل و جواہر جمع کر دیے گئے ہیں۔

یہ کتاب پہلے دہلی میں شائع ہوئی، پاکستان میں مجلس تحفظ ختم نبوت کو ترجمہ کرنے لگے اور چند سال پہلے شیخ عبدالقدوس الوعدہ مدظلہ العالی کی تحقیق و تالیف کے ساتھ حدیث اس کا جامع ترین ایڈیشن نکلا، جو ۳۵ صفحات پر مشتمل ہے، حال ہی میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے اہتمام سے اس کا مکمل شائع کیا گیا ہے۔

مسیح موعود کی پہچان۔ یہ مختصر سا رسالہ "التقریب" کو گویا شاہد یا قدمہ ہے۔ قرآن کریم اور حدیث شریفہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی صفات، حالات اور عدالت آئی میں حضرت مفتی صاحب نے ان کو مرتب کر کے دُرُاقِ دینی کا ان سے مقابلہ کر کے دکھایا ہے کہ ان صفات میں سے کوئی صفت بھی مرزا قادیانی کو نصیب نہیں۔ لہذا جس مسیح کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں نہ کہ مرزا قادیانی۔ تقریب کے جلدی ایڈیشن میں اس رسالہ کا عربی ترجمہ برادر مولانا محمد تقی عثمانی کے قلم سے شائع کر دیا گیا ہے۔

نزول مسیح اور علامات قیامت۔ یہ "تقریب" کا توراتی نزول المسیح، کار آمد و ترجمہ ہے، جو مولانا محمد رفیع عثمانی کے قلم سے ہے اس کے ساتھ موصوفہ عدالت قیامت کا ایک جلدی مرتب کر دیا ہے، جس سے واقعات کی ترتیب ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

وصول الافکار الی اصول الکفار۔ کسی مسلمان کو کافر کہنا بھی بڑی سخت گناہ ہے۔ اور کسی کافر کو مسلمان ثابت کرنا بھی فتنہ عظیم کا موجب ہے، کیونکہ اس سے اسد اور کفر کی حدود مٹ جاتی ہیں۔ اس لیے ضرورت تھی کہ اسلام اور کفر کے مندرک نہ کیے جائیں۔ حضرت امام العصرؑ، امام ابو نعیمؑ نے اپنے مخصوص انداز میں اس موضوع پر "کفای الملمیین" تألیف فرمائی، جسے صرف آخر تک جاسکتا ہے مگر وہ عام فہم نہیں تھی، اس لیے حضرت مفتی صاحب نے خالص فقہی انداز میں اس پر قلم اُٹھا، اور اسلام اور کفر کے معیار کو باطل منکر کر کے رکھ دیا، حضرت حکیم الامتؒ کی قدس سرہ نے اپنے ایک گرامی

۱۱۔ میں جو عبدالماعود دیا آپا دسی کے نام، شعبان ۱۲۵۱ھ کو تحریر فرمایا، درمیانہ الفاظ تھانہ بمولانا بنی
الثانی ۱۲۵۲ھ میں شائع ہوا، اس رسالے کے دست میں تحریر فرمایا:

مولوی محمد شفیع صاحب نے اصول تکثیر میں ایک فقرہ اور جامع مانع اور نفع رسالہ لکھا ہے۔

بعض انجرا میں میں بھی الجھٹھا، مگر ان کی تکریر و تکریر سے قریب قریب نہ صاف

ہو گیا۔ وہ غفریب چمپ جاوے گا۔ میں نے اس کا نام رکھتا ہوں وصول از فکر الی

اصول، بغداد، شعبان ۱۲۵۱ھ:

یہ رسالہ ایک بھی کئی بابوں ہوا، اور اب اسے "جواہر الفکر" میں جو حضرت مفتی صاحب کے فقہی مسائل
کا مجموعہ ہے شامل کر دیا گیا ہے۔

مرتب کی سزا۔ اکابر میں نعمت اللہ قادیانی کو سزائے ارتداد لگادیا گیا تو قادیانی اس سے آتش

ذیہ پا جوئے۔ اور اسلام کے اس قطعی مسئلہ کا مرتب کی سزا قتل ہے: انکار کر دیا۔ اس رسالہ میں حضرت

مفتی صاحب نے قرآن کریم، حدیث نبوی، افعال صحابہ اور اجماع امت سے زیر بحث مسئلہ کو ثابت

کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ عقل مرید کا نقد صائب بھی یہی ہے۔ یہ رسالہ بھی "جواہر الفکر" میں شامل ہے

البيان الرفيع۔ اس کا تذکرہ حضرت مفتی صاحب کے مضمون میں بھی جو بیانات انور سے نقل کیا

جا چکا ہے آیا ہے۔ بہاول پور کے مشہور تاریخی مقدمہ میں وکیل مدعیہ کی طرف سے جو بیان حضرت

مفتی صاحب نے دیا تھا اسے "البيان الرفيع" کے نام سے "بیانات علمائے دینی" میں شائع کیا گیا

ہے۔ اس میں آپ نے قادیانیوں کے دعاوی، ان کی حیثیت، اور ان کے بارے شرعی حکم کی وضاحت کیا۔

یہ آٹھ رسائل رقم الخروف کے مطالعہ سے گذرے ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت مفتی صاحب نے

نے اپنی مفید ترین تفسیر معارف القرآن میں اور عربی تفسیر احکام القرآن، قادیانیت سے متعلقہ مسائل

پر جو کمالیہ علمی ذخیرہ سپرد قلم فرمایا ہے اگر اسے یکجا کر دیا جائے تو ایک ضخیم اور جان کتاب مرتب

ہو سکتی ہے۔

قادیانیت کے بارے میں فتاویٰ۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی یہ رسالت تھی کہ انہوں نے

اکابر مشائخ کی نگرانی میں فتویٰ نویسی میں کمال حاصل کیا، اور پھر ایک وقت آیا کہ ایشیا کی سب سے بڑی

ریفریکشن ڈاٹا کے علوم دیوبند میں انہیں صدارت افتاء کی مسند تفویض ہوئی۔ جس کی بدولت انہیں

منفی عظیم کا خطاب بجا بلکہ پرناصل ہوا۔ اس دوران اپنے قد بانہت کے بارہ میں بھی بہت سے فتوے جاری فرمائے جن میں سے بعض میں قادیانیوں کی شرعی حیثیت کو واضح فرمایا گیا۔ اور بعض میں ان کے شبہات کا قلع قمع کیا گیا۔ یہاں چند فتووں کو نقل کر دینا خالی از قہر نہ ہوگا۔

پہلا فتویٰ :- سوال : لا تکفراہل قبلتک حدیث ہے یا نہیں اور اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب :- حدیث لا تکفراہل قبلتک کے متعلق جو باعرض ہے کہ ان لفظوں کے ساتھ یہ عمل کسی حدیث کی کتاب میں نظر سے نہیں گذرے لیکن اس ضمن کے جیسے بعض احادیث میں وارد ہیں مگر قادیانی مبلغ جو ان الفاظ کو تمام نقل کر کے اپنے کفر کو چھپانا چاہتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں جیسے قرآن سے کوئی شخص لا تقربوا الصلوة العسلوة نقل کرے کیونکہ جن احادیث میں اس قسم کے لفظ واقع ہیں ان کے ساتھ ایک قید بھی مذکور ہے یعنی بذنب او بعل وغیرہ جس کی غرض یہ ہے کہ کسی گناہ و معصیت کی وجہ سے کسی اہل قبلہ کو یہی مسلمہ ملے کہ وہ کافر مت کہو یا کچھ بعض روایت میں اس کے بعد ہی یہ لفظ بھی مذکور ہے الا ان تتروا کفراً بواحد یعنی جب تک کفر صریح نہ دیکھو کافر مت کہو خواہ گناہ کتنا بھی سخت کرے۔

یہ روایت البراد و کتاب الجہاد میں حضرت النضر بن سہب سے مروی ہے، لکن عن قال لا الہ الا اللہ ولا تکفربہ نبی ولا تخرجه من الاسلام بعمل نیز بخاری نے حضرت النضر سے روایت کیا ہے، فرما من شہد ان لا الہ الا اللہ واستقبل قبلتنا وصلى صلاتنا واكل ذبيحتنا فهو المسلم الی قبلہ سے مراد بالباغ امت وہ لوگ ہیں جو تمام ضروریات دین کو امت میں مذکور یہ قبلہ کی طرف نماز پڑھیں چاہتے ہوں۔ روایت اس میں یہ کہ انکار کرتے ہیں کہ کافی شریح المقاصد الجلد الثانی من صفحہ ۲۶۹ الی صفحہ ۲۷۰ قال يبحث اساع فی حکم مخالف الحق من اهل القبۃ یس بکافروا مالم یخالف ماہو من ضروریات دین الی قولہ ولا فلا نزاع فی کفراہل القبۃ موصوب طول العمر علی الطاعات باعتقاد قدم العالم ونفی العشر ونفی العینم بالجزئیات وکذا بصدور شئی من محجبات کفرۃ وفی شرح غفرۃ اکبرون خلافہ حتی دحب کفرۃ لا یعتبر خلافہ ووفاته یصا و قوہ ووصی و عقبۃ وعتقہ لنفسہ مسما ان زمة یستعبدہ عن مصلیہ و عقبۃ بل عن مومنین

ونحوہ فی المکتبہ لہزدوی صفحہ ۳۳۰ فی کتابی صفحہ ۳۳۰ باب اسماء و خلاف فی
کثیر الغلط فی ضروریات الاسلام و کتاب من اس تعبہ موجب تصور صحیح علی
الصاعۃ و قال الشافعی ایضا اهل القبۃ فی صلیح منکب من یتصدق فی ضروریات الدین
ای الامور لقی علم شیعہا فی الشرع و شہر و من نکر شیعہا من ضروریات کعبہ و ث
عدلہ و حشر الایجاد و علم اللہ سبحانہ باجزئیات و فرضیۃ نصوۃ و انصودہ
بکن من اهل القبۃ و لو کان مجاہدا بالصاعۃ ای قولہ و معنی عدم تکفیر اهل
القبۃ ان ینکفر بار نکاب اعدائہ و لا یانکر موس بحفۃ حنین مشہورۃ ہذا
ما حقیقہ المحققین حافظہ و مشہور فان عمیق بن امیر الحاج فی شرح التقریب لا من
ہام و النبی عن تکفیر اهل القبۃ ہو موقوف علی ما ہو من ضروریات اسلام ہذا
جملۃ قلیلہ من اقوال لغویانہا و کتبت بہا لعلہ بفرغہ و تفصیل ہذا المسئلۃ
فی رسالۃ اکثر المحدثین فی شئی من ضروریات الدین لشیخ و مولانا المکتبہ

و اللہ اعلم ۔ فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۱۱۳

دوسرے فتویٰ :- سوال :- اگر گروا در اہل قبلہ کی شرعاً کیا تعریف ہے قرابانی مرزا کی لاہوری مرزا کی
اہل قبلہ کو گرو عثمان میں یا نہیں اگر نہیں تو کس وجہ سے ؟

الجواب :- اگر گروا در اہل قبلہ ایک خاص اصطلاح ہے اسلام اور ملیوں کی حکایہ طلب کسی کے نزدیک
نہیں کہ جو کچھ دعوت خواہ کسی طرف پرست و مسلمان ہے یا جو قبلہ کی طرف نہ کرے دو مسلمان بہت بہت
لنظہ اصطلاحی نام ہے اس شخص کا جو تمام انکار اسلام کیہ کا پابند ہو جیسے کہ با تابت کرنا شمس ایدہ
پاس ہے تو اہل اسلام اصطلاحی نام ہے ان تمام فرقہ کا جو اس وجہ میں سکھائے جاتے ہیں نہ کہ
جو اہل اسلام کے احکامات پاس ہو تابت اور یہ در کتب جو اس طرف اہل قبلہ کے معنی بھی جاتے ہوتے
یہی ہیں کہ جو تمام انکار اسلام کیہ کا پابند ہو کما صرح بہ فی کتاب التکفیر و انکار اس کی مطلق بحث رسالہ
اکثر المحدثین لغویانہا و انکار اس وجہ سے ضرورت ہو تو نہ فرمایا جائے مگر
رسالہ فی زبان میں ہے اردو زبان میں بھی اس ضمن کا ایک رسالہ ہے کہ تابت جس کا نام دھرم لکھا
ہے م ر مہ علاقہ اطرا ۔ فتاوی دار العلوم دیوبند ص ۱۱۳

قیس مفتوی (۲۳) ۱۰۔ لوحان موسیٰ و عیسیٰ حنین لب و سہما الا ابیہی ابن کبیر برہنۃ
فتح البیان ص ۲۴۰ الیواقیت الجواہر جلد ۲ صفحہ ۷۴ شرح فقہ اکبر ص ۱۱ میں بھی یہی مضمون ہے۔

۲۔ ان عیسیٰ ابن مریمہ عاش عشرين و مئة سنة الحدیث کنز العمال صفحہ ۲۵ جلد ۶
جلالین مجتبیٰ ص ۵۵ اس حدیث سے وفات ثابت ہوتی ہے۔ ۳۔ خلاصہ سوال یہ ہے کہ ہمارے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کیوں ہوئی حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر کیوں نہ اٹھائے گئے؟
۴۔ ما اشیع بن مریمہ از رسول قد خلت من قبلہ الرسل سورہ آل عمران اس آیت
سے وفات مسیح علیہ السلام پر استدلال کرنا کیسا ہے۔ ۵۔ اموت غیلینا الزیترت وفات عیسیٰ علیہ
السلام ثابت ہوتی ہے۔ ۶۔ شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں لاجبی بعدی کے یہ معنی ہیں کہ تشریف نبوت
ختم ہو چکی ہے۔ لیکن غیر تشریف نبوت ختم نہیں کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب ۱۱۱۔ حدیث لوحان موسیٰ و عیسیٰ حنین۔ دو تین کتابوں میں مذکور ہے مگر
سب میں جلا مذکور ہے اور جب تک نہ معلوم نہ ہو کیسے یقین کر لیا جائے کہ یہ حدیث صحیح قبل
عمل ہے اگر اسی طرح جلا سند روایات پر عمل کریں تو سارا دین برباد ہو جائے اسی لیے بعض اکابر عیشین
نے (غالباً) عبد اللہ ابن مبارک نے فرمایا ہے لو ان الامم دلفال من شاء ما شاء دوسرے اگر
بالغرض نہ موجود بھی ہو اور مان لو کہ صحیح بھی نہ تو غایت یہ ہے کہ یہ حدیث دوسری احادیث سے جو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی پر صریح ہیں اور درجہ تواتر کو پہنچ گئی ہیں ان کی معارض ہو گئی اور
تعارض کے وقت شرعی اور عقلی قاعدہ یہی ہے کہ اقویٰ کو ترجیح ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ ایک
غیر معروف حدیث ان تمام صحیح اور قوی تواتر روایات حدیث پر راجع نہیں ہو سکتی یہ قادیانی ہی
ذہب کی خصوصیت ہے کہ مطلب کے موافق نہ ہو تو صحیح بخاری و مسلم کی حدیث کو معاذ اللہ ردی کی کوڑی
میں ڈالنے کے لیے تیار ہو جائیں اور مطلب کی بزم خود موافق ہو تو ضعیف روایات کو یا احمد بنائیں
کہ صحیح اور تواتر روایات پر ترجیح دیں کوئی مسلمان ایسا نہیں کر سکتا اس حدیث کی تحقیق پر مؤرخانہ سید
مفتی حسن صاحب نے ظہر ناظم تبلیغ دارالعلوم نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے جو مقررہ بیع طبع ہو کر
شائع ہونے والا ہے۔

۲۔ اس حدیث سے وفات کا ثبوت کرنا قادیانی فراست ہی کی خصوصیات سے بنے ولا یلینے

کہ حدیث خود بخود فی سبب بعض محدثین نے اس کو قابل اعتناء نہیں کیا، ثانیہ اگر حدیث ثابت ہو جائے تو صحاح ستہ میں جو قوی اور صریح روایات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی اور نزول فی آخر الزمان کے متعلق وارد ہیں یہ حدیث ان کا معارضہ عقلاً و اصولاً نہیں کر سکتی۔

۵۔ تادمیت کی مراد صاف یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر ایک سو بیس سال زندہ رہے آسمان پر زندہ رہنا چونکہ مجزہ ہے اس لیے اس حیات کو حیات دنیوی میں شمار نہ کرنا چاہیے تھا اور نہ کیا گیا اور اس حدیث میں زمین اور اس عالم غماص کی حیات کا ذکر ہے بطور اعجاز جو حیات کسی کے لیے ثابت ہو اس کا اس میں شمار کرنا اور داخل سمجھنا عقل و نقل کے خلاف ہے۔

(۲) حق تعالیٰ کے معاملات پر شخص کے ساتھ معاملہ گمانہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرے کہ جو معاملہ نوح علیہ السلام کے ساتھ کیا وہی مومن علیہ السلام کے ساتھ کیوں نہ کیا اور جو ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا وہی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیوں نہ کیا، اور نہ صرف ان معاملات و واقعات سے ایک نبی کو دوسرے نبی پر کوئی ترجیح و تفضیل دی جا سکتی ہے جب تک دوسری صحیح و صریح روایات تفصیل پر دلالت نہ کریں، انبیاء علیہم السلام کی تاریخ پڑھتے والوں پر مخفی نہیں کہ بعض انبیاء کو آدم کے ذریعہ دو ٹکڑے کر دیا گیا اور بعض کو آگ میں ڈال دیا گیا اور بعض کو خنوق وغیرہ میں پھر کسی پر یہ آفات و مصائب اول جاری کر دیئے پھر آخر زندہ بچایا، کسی کو اول ہی سے محفوظ رکھا اب یہ سوال کرنا کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا کر زندہ رکھا گیا ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاملہ کیوں نہ کیا گیا یہ تو ابھی سوال ہے جیسے کوئی یوں کہے کہ جو معاملہ مومن علیہ السلام اور مشرک و کفر کے ساتھ نہیں قرآن کیا گیا وہی معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا کہ جسے کفار کہتے ہیں کہ جو کہ جنگ اعداء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں مبارک شہید ہونے پر ہر مذہبی ہونے کی قربت آتی آپ کو ہجرت کر کے وطن امد کو چھوڑنا، پڑا فرائض میں چھینٹا پڑا۔ سب کفار قریش پر ایک دفعہ ہی آسمانی بجلی کیوں نہ آگئی اور بائیں غرق کیوں نہ ہو گئے جیسے یہ سوال حق تعالیٰ کے معاملہ میں ہے یا نہیں جیسے ہی یہ بھی باطل ہے بارہا متقول سوال ہے کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ رکھا گیا ہے کو بھی زندہ آسمان پر رکھنا چاہیے تھا۔ کیونکہ زیادہ دنوں تک زندہ رہنا یا آسمان پر رہنا ان سے کوئی فضیلت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ زیادہ دلی عمر فضیلت ہوتی قربت سے

صحابہ کرام اور عوام امت کی عمریں آپ سے دو گنی چو گنی ہوتی ہیں ان کو بھی افضل کر سکیں گے اور اسی طرح اگر آسمان پر رہنا یا چڑھنا ہی مد فضیلت ہو تو فرشتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ماننا لازم آئے گا جو مخصوص شرعیہ اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

۴۔ قد خلت من قبلہ الرسل سے یعنی علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرنا انہیں لوگوں کا کام ہے جنہیں عربی عبارت سمجھنے سے کوئی علاقہ نہیں اور جو محاورات زبان سے بالکل واقف نہیں کیونکہ قول تو اس جیسے عموماً سے کسی خاص واقعہ مشورہ پر کوئی اثر محاورات کے اعتبار سے نہیں پڑتا بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی بیمار طبیعے پر چھپے کہ پرہیز کن چیز کا ہے وہ کہے کہ ترشی اور تیل مت کھاؤ ترشی اور تیل کے سوا ساری چیزیں کھاؤ مضر نہیں۔ اب اگر یہ بوقت جا کر پھر بالو کھائے یا تنکھیا کھائے اور استدلال میں قادیانی مجتہدین کا سا استدلال پیش کرے کہ حکیم صاحب نے کہا تھا کہ ترشی اور تیل مت کھاؤ۔ ترشی اور تیل کے سوا ساری چیزیں کھاؤ کوئی مضر نہیں اور ساری چیزیں مل میں پھر لوہ اور تنکھیا (زہر) بھی داخل ہے لہذا میں جو کچھ کھاتا ہوں حکیم صاحب کے فرمانے سے کھاتا ہوں۔ انصاف کیجیے کہ کوئی عقل مند اس کو صحیح العقل سمجھے گا اور پھر یہ بھی انصاف کیجیے کہ اس قادیانی استدلال میں اور اس میں کوئی فرق ہے یا نہیں خدا خدا سے معلوم ہو جائے گا کہ اگر بالفرض غلت کے معنی موت ہی ہوں تو بھی اس سے ان انبیاء کی موت ثابت نہیں ہو سکتی جن کے قرآن و حدیث کی دوسری نصوص حیات ثابت کرتی ہیں جیسے سب چیز کھاؤ کے قول سے پھر اور زہر کا کھانا اور انہیں اس کے علاوہ غلت کے معنی غلت میں موت کے نہیں بلکہ گزر جانے کے ہیں خواہ مر کر خواہ کسی دوسرے طریقہ سے جیسے یعنی علیہ السلام کے لیے ہوا۔

امام راجب الصفانی مفردات القرآن میں اس لفظ کے یہی معنی لکھتے ہیں۔

والخلو يستعمل في الزمان والمكان لكن لما تصور في الزمان المضي
فسر اهل اللغة خلو الزمان بقولهم مضي الزمان وذهب قال تعالى وما
محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل احتمل به لفظ مضي مع موت کے معنی قرآنی
شرایف میں چلے جانے اور گزر جانے کے جس میں عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء بلاشبہ برابر ہو گئے
تعبیر ہے کہ قادیانی غلط سازے غیر کے صحابی اتنی سی بات کہیں نہیں سمجھتے اور اگر حق تعالیٰ ان کو چشم بصیرت

عطا فرمائے اور وہ اب بھی خود کہیں تو سمجھیں گے کہ یہ آیت سبائے وفات عیسیٰ پر دلیل ہونے کے حیات عیسیٰ کی طرف میسر ہے کہ نہ کہ صریح لفظ صائت وغیرہ کو چھوڑ کر غلط شاہد خدا تعالیٰ نے اسی لیے اختیار فرمایا ہے کہ کسی بیوقوف کو موت عیسیٰ کا شبہ نہ ہو جائے اگرچہ محاورہ شناس کو تو پھر بھی شبہ کی گنجائش نہ تھی۔

۵۔ اموات غیر اعیانہ کی تفسیر باعتبار لغت بھی اور جو کچھ مفسرین نے تحریر فرمایا ہے اس کے اعتبار سے بھی یہی ہے کہ یہ سب حضرات ایک معین مدت کے بعد مرنے والے ہیں ذیہ کہ بالفعل مر چکے ہیں۔ اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے انکے میت وانہم میتون تو کیا اس کا یہ مطلب تھا کہ معاذ اللہ آپ اس وقت وفات پا چکے ہیں بلکہ بالاتفاق وہی معنی مذکور مراد ہیں کہ ایک وقت معین میں وفات پانے والے ہیں یہ بھی جمہوری نبوت کی نحوست ہے کہ اتنی سی بات سمجھ میں نہ آئی۔

۶۔ شیخ محی الدین ابن عربی کا قول استدلال میں پیش کرنا اول تر اصول غلطی ہے کیونکہ مسئلہ ختم نبوت عقیدہ کا مسئلہ ہے جو باجماع امت بغیر دلیل قطعی کے کسی چیز سے ثابت نہیں ہو سکتا اور دلیل قطعی قرآن کریم اور حدیث متواتر اور اجماع امت کے سوا کوئی نہیں۔ ابن عربی کا قول ان میں سے فرمایا کس میں داخل ہے اس لیے اس کا استدلال میں پیش کرنا ہی اصولی غلطی ہے۔

ثانیاً خود ابن عربی اپنی اسی کتاب فتوحات میں نیز فصوص میں اس کی تصریح کرتے ہیں کہ نبوت شرعی ہر قسم کی ختم ہو چکی ہے ابن عربی اور دوسرے حضرات کی عبارتیں صریح اور صاف رسائل ذیل میں مذکور ہیں۔ عقیدۃ الاسلام فی حیاة عیسیٰ علیہ السلام۔ التنبیہ الطریق فی الذہب عن ابن عدی وغیرہ۔

اسی طرح صاحب مجمع البحار اور ملا علی قاری بھی اپنی دوسری تصانیف میں اس کی تصریح کرتے ہیں جو موجود کا مذہب ہے یعنی ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی ہے آئندہ یہ عہدہ کسی کو نہ ملے گا۔

چوتھا فتویٰ :- سوال (۱۳) لوحان موسیٰ و عیسیٰ حسین کیا یہ حدیث کسی حدیث کی کتاب میں موجود ہے یا کہ نہ یہ تھی کا حوالہ دیا جاتا ہے اس میں ہے یا نہیں؟

الجواب :- حدیث لوحان موسیٰ و عیسیٰ حسین کسی کی معبر کتاب میں موجود نہیں البتہ تفسیر ابن کثیر میں ضمناً یہ الفاظ لکھے ہیں اور اسی طرح اور بعض کتب تصوف میں نقل کر دیا ہے مگر سب جگہ

بلا سہ نقل کیا ہے اس لیے یہ حدیث پچھند جو اہل حدیث مشہورہ کے معارض نہیں ہو سکتی اولاً معارض کے لیے مساوات فی القوۃ شرط ہے اور اس حدیث کا کہیں یہ نہیں جہاں کہیں ہے تو وہ بلا منہ ہے اور یہ قول آخر حدیث کا مقبول و مشہور ہے۔ لولا الاستناد لقال من شاء ما شاء۔

ثانیاً اگر بالفرض یہ حدیث معتبر ہی ہو تو اہل حدیث متواترہ دربارہ حیات زوال میں علی السادہ کے معارض ہوگی اور ترجیح کی نسبت آئی گی تو ظاہر ہے کہ اہل حدیث کثیرہ متواترۃ المعنی کو اس کے مقابل میں ترجیح ہوگی نہ کہ اس حدیث کو جس کا حدیث ہونا بھی ہنوز متعین نہیں۔

ثالثاً اگر ان الفاظ کو صحیح و ثابت بھی مان لیا جائے تب بھی اس سے دنیائے عربی علیہ السلام ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کے معنی صاف یہ ہوتے ہیں کہ عالم دین پر برتری ہوتی ہے کیونکہ حدیث میں اتباع نبوت کا ذکر ہے اور یہ اتباع اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے سو یہ صحیح ہے کہ اگر اس عالم میں زندہ ہوتے تو آپ کا اتباع کرتے اب چونکہ دوسرے عالم میں زندہ ہیں اس لیے اتباع ان پر ضروری نہ رہا بچنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے اور اگر اس مضمون کو مبسوط دیکھنا چاہیں تو مولانا مہتمم تفسیر صلیب نے اس مضمون پر مستقل رسالہ لکھا ہے وہ ملاحظہ فرمائیے۔

پانچواں فتویٰ۔ سوال (۲۵) شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ لابی بعدی کے یہ معنی ہیں کہ تشریف نبوت ختم ہو چکی ہے لہذا غیر تشریف نبوت ختم نہیں ہوتی یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب۔ شیخ محی الدین ابن عربی کا قول استدلال میں پیش کرنا اول قواعد غلطی ہے کیونکہ مسئلہ ختم نبوت عقیدہ کا منہ ہے جو اجماع امت بغیر دلیل قطعی کے کسی چیز سے ثابت نہیں ہو سکتا اور دلیل قطعی قرآن کریم، حدیث متواترہ اور اجماع امت کے سوا کوئی نہیں۔

ابن عربی کا قول ان میں سے فرمایا کس میں داخل ہے اس لیے اس کا استدلال میں پیش کرنا ہی اصول غلطی ہے ثانیاً خود ابن عربی اپنی اسی کتاب فتوحات میں نیز فرماتے ہیں اس کی تصریح کرتے ہیں کہ نبوت شرعی ہر قسم کی ختم ہو چکی ہے اور جس عبارت کو سوال میں پیش کیا ہے اس کا صحیح مطلب خود فتوحات کی تصریح سے یہ ہے کہ نبوت غیر تشریف ایک خاص مصلح علیہ السلام ہے جو مراد ولایت ہے نہ وہ نبوت جو مصلح شرع ہے کیونکہ جمیع اقسام نبوت کے انقطاع پر خود فتوحات کی جملہ اشارے عبارتیں شاہد ہیں۔ ابن عربی اور دوسرے حضرات کی عبارتیں صریح اور صاف ساری

مذکورہ الصدد میں کچھ مذکور ہیں اور قلمی احقر کے پاس منقول لیکن سب کے نقل کرنے کی فرصت اور ضرورت نہیں۔

اسی طرح صاحب مجمع البحار اور ملا علی قاری بھی اپنی دوسری تصانیف میں اس کی تصریح کرتے ہیں جو ہر گز کا مذہب ہے، یعنی ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی ہے آمدہ یہ عمدہ کسی کو نہ ملے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۱۲۹ تا ۱۳۴

یہ چند فتاویٰ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، قادیانوں کے بڑے بڑے شبہات کے جواب پر مشتمل ہیں اس لیے ان فتاویٰ کو حضرت مفتی عظیم رحمہ اللہ کے آثار میں شمار کیا جائے گا۔ حق تعالیٰ انہیں اپنے دین مبین کی حفاظت کا بہترین اجر عطا فرمائے اور امت محمدیہ کو ان کے علوم و الفاس سے مستفید دے۔
وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

”حب اہل بیت اظہار جزو ایمان ہے، ان پر وحیائے مظلوم کی دہشت مان بھلائے کے قابل نہیں، حضرت حسین اور ان کے رفقاء کی مظلومانہ اور دروغیز شہادت کا واقعہ جس کے دل میں بچو و غم اور درد پیدا نہ کرے وہ مسلمان کیا انسان بھی نہیں لیکن ان کی سچی اور حقیقی محبت و عظمت اور ان کے مصائب سے حقیقی تاثر، یہ نہیں کہ سارے سال حشر و خرم پھرے، کبھی ان کا خیال بھی نہ آئے اور صرف عشر و محرم میں واقعہ شہادت سن کر رولیں، یا ماتم برپا کر لیں، یا تعزیر واری کا کھیل نہ بنائیں، سارے سال گرمی کی شدت کے زمانہ میں کسی کی پیاس کا خیال نہ آئے اور محرم کی پہلی تاریخ کو اگرچہ سردی پڑ رہی ہو، کسی کو ٹھنڈے پانی کی ضرورت نہ ہو، شدت کے کربلا کے نام سے سیل کا ڈھونڈ بنایا جائے، بلکہ حقیقی سردی اور محبت یہ ہے کہ جس مقصد عظیم کے لیے انھوں نے قربانی دی، اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اپنی اپنی ہمت کے مطابق ایثار و قربانی پیش کریں، ان کے اخلاق و جمال کی پیروی کو سعادت دنیا و آخرت سمجھیں۔“

(حضرت مفتی عظیم، شہید کربلا ص ۱۰۸)